الشیعہ والسنہ

تالیف

شہیدِ اسلام امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ ترجمان السنۃ

لاہور۔پاکستان

الشیعہ والسنہ

اردو

تصنیف

امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید

المتوفی

۱۹۸۷ء

ترجمہ

عطاء الرحمٰن ثاقب



ناشر: ادارہ ترجمان السنہ لاہور پاکستان

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مترجم

امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ فرماتے ہیں :

"میں نے فرق پر کتابیں لکھ کر اسلام کی خدمت کی ہے۔ تفرقہ نہیں پھیلایا۔ فرق بتایا ہے۔ لوگوں کو نبی اکرمؐ کے اسلام کی طرف پلٹنے اور اسلام کو صرف قرآن و سنت کے مطابق دیکھنے کی ترغیب دی ہے[1]"

افسوسناک بات یہ ہے کہ گمراہ اور ملحد لوگوں کا رد کرنے کیلئے اگر کوئی کھڑا ہوتا ہے تو اہل سنت ہی میں سے جاہل قسم کے لوگ اُسے کہتے ہیں کہ آپ کیوں مسلمانوں میں تفریق پیدا کرتے ہیں حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ ملحد اور گمراہ لوگوں کا رد حق کو بیان کرنا اور اس کو ثابت کرنا اور باطل کو مٹانا گروہ بندی اور عنصریت نہیں ہے اور نہ ہی تفرقہ بازی ہے بلکہ ہر مسلمان کا فرض ہے۔

دین میں تفرقہ پھیلانے سے مراد یہ ہے کہ آدمی دین کے اندر اپنی طرف سے کوئی نئی بات نکالے اور اصرار کرے کہ اس کی نکالی ہوئی بات کے ماننے پر ہی کفر ایمان کا مدار ہے۔ پھر جو ماننے والے ہوں انہیں لے کر نہ ماننے والوں سے جدا ہو جائے اسلام کی باطل افکار سے تطہیر فرقہ بندی نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات باطل افکار و آراء سے اسلام کی تطہیر کا ذریعہ ہیں اور ڈاکٹر عطیہ سالم صاحب کے الفاظ میں آپؒ کی کتب ہر اس طالبعلم

[1] قومی ڈائجسٹ لاہور، فروری ۱۹۸۷ء صفحہ ۳۰۔

کے ہاتھ میں مضبوط اسلحہ کی شکل میں ہے جو دینِ اسلام کی تعلیمات کا دفاع کرنا چاہتا ہو۔

دراصل اعداءِ اسلام نے فکری جدوجہد کے ذریعے اسلام کی تعلیمات کو مسخ کرنا چاہا مگر ہر دور میں علماء و محدثین کا ایک ایسا گروہ موجود رہا جو ان کی سازشوں کو بے نقاب کرتا اور ان کے خود ساختہ فلسفوں اور عقائد و افکار کا ابطال کرتا رہا۔ آخری دور میں اس گروہ کا سرخیل علامہ احسان الٰہی ظہیر کو قرار دیا جا سکتا ہے جنہوں نے قادیانیت، شیعیت، بابیت، بہائیت، اسماعیلیت، بریلویت اور تصوف کے نام پہ غیر اسلامی فلسفوں اور عقائد کی ترویج کرنے والوں کے خلاف ایک کامیاب جدوجہد کی اور ان کے خلاف صف آراء ہوئے۔ کویت کے شیخ احمد قطان کے الفاظ میں آپ باطل فرقوں کے خلاف ایک متحرک ڈکشنری تھے کہ جنہیں ان فرقوں کے عقائد اور ان کی تردید میں دلائل ازبر تھے۔ آپ جس ملک میں بھی گئے فرقِ باطلہ کا اس انداز سے علمی و منطقی رد کیا کہ ان کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی اور فکرِ سلیم کے حاملین کے اذہان میں انقلاب برپا کر دیا۔

زیرِ نظر کتاب "الشیعہ والسنۃ" مختصر سی ضخامت کے باوجود شیعہ افکار کے سیلاب کو روکنے میں ایک مضبوط بند ثابت ہوئی ہے۔ ممکن تھا کہ ملائشیا، انڈونیشیا، یورپی ممالک، مصر، فلپائن اور دیگر اسلامی و غیر اسلامی ممالک کے مسلمانوں میں شیعہ متعصبین اپنے شیعی انقلاب کیلئے راہ ہموار کرنے میں کامیاب ہو جاتے مگر انھوں نے جہاں بھی اس قسم کی سازش کی یہ کتاب ان کے باطل عزائم کے آگے چٹان بن کر کھڑی ہو گئی۔

اس کے درجنوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ نیز تقریباً ہر زندہ زبان میں اس کا مکمل ترجمہ یا اقتباسات شائع ہو چکے ہیں۔ اردو زبان میں بھی اس کا ترجمہ کرنے کی اشد ضرورت تھی اور کافی عرصے سے مختلف حلقوں کی طرف سے اس کا مطالبہ ہو رہا تھا چنانچہ ادارہ ترجمان السنہ کی طرف سے اس کا ترجمہ شائع کیا جا رہا ہے۔

میں نے اس کتاب کا ترجمہ کرتے وقت اس امر کو ملحوظ رکھا ہے کہ آسان ترین

اسلوب اور الفاظ کو اختیار کیا جائے تاکہ ہر طبقے کا قاری اس سے مستفید ہو سکے۔ اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ شیعہ عقائد یہودی سازش کے تحت وضع کیے گئے ہیں اس فرقے کی بنیاد بھی ایک یہودی شخص عبداللہ بن سبا نے رکھی۔

اس کتاب میں سب سے زیادہ تفصیلی بحث اس بنیادی نکتے پہ کی گئی ہے کہ شیعہ دین میں قرآن مجید مکمل کتاب نہیں ہے بلکہ اس میں تحریف و تبدیلی کر دی گئی ہے۔ دیگر موضوعات تقیہ، بدا اور سب صحابہ کا بھی ذکر موجود ہے البتہ ان موضوعات اور دیگر شیعہ عقائد کی تفصیل علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دوسری کتب میں بیان کی ہے۔

میں نے اس کتاب کے آخیر میں ایک مختصر سا مقالہ "شیعہ اور عقیدہ ختم نبوت" کے نام سے تحریر کیا ہے، اس موضوع کی جزئیات تو علامہ صاحب کی تصنیفات میں موجود تھیں مگر مستقلاً اس موضوع کو آپ نے مس نہیں کیا تھا۔

اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی بھی سلیم الفکر شیعہ اپنے مذہب سے تائب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہ ہی آج تک کوئی شیعہ عالم اس کتاب کا جواب دے سکا ہے۔ ہمیں یقین ہے عرب ممالک کی طرح برصغیر پاک و ہند میں بھی یہ کتاب ان شاء اللہ شیعہ حضرات کے راہ راست پہ آنے کا ذریعہ ثابت ہو گی۔ اللہ تعالیٰ مصنف کے درجات کو بلند فرمائے اور بندۂ عاجز کو بھی اجر و ثواب میں شریک فرمائے۔ آمین۔

عطاء الرحمن ثاقب

ادارہ ترجمان السنہ لاہور

۶ جنوری ۱۹۹۰ء

مقدمہ

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علیٰ محمد المصطفیٰ نبیّ الھدیٰ والرحمۃ وعلیٰ آلہ واصحابہ الطاھرین البررۃ ۔ اما بعد :

امت اسلامیہ کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ آج ہر انتشار واختلاف کا داعی اتحاد اتفاق کے بلند و بانگ دعوے کر رہا ہے۔ اہل مکر و دجل کی طرف سے اس لفظ کا استعمال اس قدر عام ہو گیا ہے کہ بہت سے سادہ لوح مسلمان ان کے فریب میں مبتلا ہو کر ان کے پھیلائے ہوئے جال کا شکار ہو چکے ہیں۔

چنانچہ قادیانی[1] جو صلیبی استعمار کے پروردہ اور اسلام کے صاف وشفاف چہرے پہ بدنما داغ ہیں وہ بھی اس لفظ کو استعمال کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے زہر آلود عقائد کی نشر واشاعت کے لیے راہ ہموار کر سکیں۔

اسی طرح بہائی[2] جو کہ روس اور انگریز کی پیداوار ہیں وہ بھی اس لفظ کے پردے میں اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کرنا چاہتے ہیں۔

ایسے ہی شیعہ جو کہ یہودیوں کی اولاد اور اسلام کا نقاب اوڑھنے والا ایک یہودی

---

[1] اس فرقے کے متعلق ہماری مستقل تصنیف ہے "القادیانیۃ دراسات وتحلیل"

[2] اس فرقے کے متعلق بھی ہماری مستقل تصنیف ہے "البہائیۃ امام الحقائق والوقائع"

گروہ ہے وہ بھی اپنے مکروہ چہرے کو چھپانے کے لیے اور انکشافِ حقیقت کے خوف سے اس لفظ کا سہارا لیتا ہوا نظر آتا ہے۔ تو اتحاد و اتفاق کا نعرہ درحقیقت ایسا کلمۂ حق ہے جس کے درپردہ باطل چھپا ہوا ہے جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب خوارج نے "لاحکم الا للّٰہ" کا نعرہ بلند کیا تو آپ نے فرمایا "کلمة حق ارید بها الباطل" کہ بات تو سچی ہے مگر اس کا محلِ استعمال درست نہیں۔ [1]

تو اتحاد و اتفاق کا نعرہ تو حق ہے مگر اس کے پیچھے باطل کارفرما ہے تاکہ اس خوبصورت نعرے کو بدترین مقاصد کے لیے ڈھال بنایا جا سکے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

"ایک ایسا زمانہ آئے گا جب باطل اس قدر پَر پُرزے پھیلا چکا ہوگا کہ حق کی تلاش مشکل ہو جائے گی۔" [2]

اور وہ زمانہ یہی ہے کیونکہ باطل فرقے اتحاد و اتفاق کے نعرے کو ڈھال بنا کر اس انداز سے اپنے باطل کی ترویج میں مصروف ہیں کہ حقیقی اسلام کی پہچان مشکل ہو گئی ہے۔

شیعہ فرقے نے کچھ عرصہ سے مسلمان ممالک میں چھوٹے چھوٹے کتابچوں اور پمفلٹوں کی تقسیم شروع کر رکھی ہے جن میں انھوں نے شیعہ سنی اتحاد کی طرف دعوت دی ہے اس سے ان کا مقصد اہل سنّت کو شیعہ بنانا ہے۔ وہ ان کتب و رسائل سے اپنے آپ کو اہل سنّت کے نہیں بلکہ اہل سنت کو اپنے قریب کرنا چاہتے ہیں تاکہ انہیں اپنے فریب کا شکار کر کے شیعہ بنایا جا سکے۔

یہ گروہ چاہتا ہے کہ اہلِ سنت اپنے عقائد سے براءت کا اظہار کر کے شیعہ عقائد

---

[1] نہج البلاغہ ص ۸۲ مطبوعہ دار الکتاب اللبنانی بیروت ۱۳۸۷ھ

[2] نہج البلاغہ ص ۲۰۴

کو اختیار کرلیں۔ وہ شیعہ عقائد جو یہودیت کی ایجاد ہیں اور ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ اہلِ سنّت بھی اللہ تعالیٰ کے بارے میں معاذاللہ "بدا" کا عقیدہ رکھیں کہ اللہ کو بعض واقعات کا اس وقت تک علم نہیں ہوتا جب تک وہ رونما نہ ہو جائیں۔ اور قرآن مجید کے بارہ میں یہ عقیدہ رکھیں کہ اس میں تحریف و ترمیم ہو چکی ہے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی اور دوسرے امام افضل ہیں اور یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معاذاللہ کفار و مرتدین اور خائن و بددیانت تھے۔ اور امہات المؤمنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمن تھیں، اور یہ کہ امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور امام بخاری وغیرہ سب کافر و مرتد تھے۔

تو یہ ہے وہ قبیح اور مذموم مقصد جو "اتحاد و تقریب" کے نعرے کے پس پردہ کارفرما ہے۔ اور جب اس گروہ کے ان مذموم مقاصد سے عام مسلمانوں کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ تو ان کی طرف سے چیخ و پکار شروع ہو جاتی ہے کہ اس قسم کی تحریروں سے اجتناب کرنا چاہیئے اور اتحاد و اتفاق کی فضا قائم رہنی چاہیئے [1]

---

[1] ایران کے ایک شیعہ عالم لطف اللہ صافی نے اتحاد کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جس کے ٹائیٹل پر اس نے "ولاتنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم" آیت درج کی ہے یعنی آپس میں مت جھگڑو تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اس کتاب کے مصنف نے اپنے اسلاف کی طرح تقیہ اور مکر و خداع کی مثال قائم کرتے ہوئے کتاب کے ابتدائی صفحات میں اتحاد کی اہمیت و ضرورت پہ زور دیا ہے مگر چند صفحات کے بعد اتحاد و اتفاق کے اس مدعی نے عبقریٔ امت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خلاف دریدہ دہنی کی ہے یہی شخص جو مقدمے میں لکھتا ہے کہ محب الدین الخطیب کی کتاب "الخطوط العریضۃ" جیسی کتب نہیں لکھی جانی چاہیئے۔ اسی کتاب میں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف خبثِ باطن

کوئی مسلمان بھی اپنے عقائد سے دستبردار ہو کر اور ازواج مطہراتؓ وصحابہ کرامؓ کی حرمت وناموس کا سودا کر کے اتحاد امت کے اس خود ساختہ نظریے کو قبول نہیں کر سکتا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی صاحب ایمان شخص قرآن کریم کے تقدس کو پامال کرنے والے اور تحریف قرآن جیسا کفریہ عقیدہ رکھنے والے سے فکری ونظری اتحاد کر لے اور ان کے ان کفریہ عقائد کی تردید کرنے کو وحدت امت کے خلاف تصور کرے۔ ایسا اتحاد یقیناً غیر فطری وغیر اسلامی ہے۔ کفار مکہ نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے اتحاد کا مطالبہ کیا تھا کہ ان کے بتوں کا ابطال نہ کیا جائے اور شرک کی مذمت نہ کی جائے مگر اس پر اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان نازل ہوا تھا۔

"قل یاایھا الکافرون ٥ لا اعبد ما تعبدون ٥ ولا انتم عابدون ما اعبد ٥ ولا انا عابد ما عبدتم ٥ ولا انتم عابدون ما اعبد ٥ لکم دینکم ولی دین" [۱]

"اے میرے پیغمبر! ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اے کفار! جس کی تم عبادت کرتے ہو میں اس کی عبادت کو جائز نہیں سمجھتا۔ اور جس کی میں عبادت کرتا ہوں تم اس کی عبادت نہیں کر سکتے۔ نہ ہی میں تمہارے خداؤں کو اللہ مان سکتا ہوں۔ اور نہ ہی تم اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود حقیقی مان سکتے ہو۔ چنانچہ تم اپنا دین اختیار کیے رکھو (میں تمہارے دین کی تصدیق نہیں کر سکتا) میں اپنے دین پہ کاربند رہوں گا۔

نیز "ولنا اعمالنا ولکم اعمالکم ونحن لہ مخلصون" [۲]

ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال۔ ہم تو خالصۃً

کا اظہار کر کے اپنے موقف کی مخالفت کرتا ہے۔ لطف اللہ صافی اور اس جیسے دوسرے افراد وحدت امت کے نام پہ امت اسلامیہ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔

[۱] سورۃ الکافرون [۲] سورۃ یوسف آیت ۱۰۸

اللہ تعالیٰ کی الوہیت کو ماننے والے ہیں۔

نیز "قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی وسبحٰن اللہ وما انا من المشرکین" ۱؎

اے پیغمبر! فرما دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اور میرے پیروکار اس کی طرف علی وجہ البصیرت دعوت دیتے ہیں، پاک ہے اللہ کی ذات میں اس کے ساتھ شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

نیز: "وما یستوی الاعمیٰ والبصیر ولا الظلمات ولا النور ولا الظل ولا الحرور وما یستوی الاحیاء ولا الاموات" ۲؎

یعنی "نابینا اور بینا، تاریکی اور روشنی، سایہ اور گرمی کی تپش برابر نہیں ہو سکتے اور نہ ہی زندہ اور مردہ برابر ہو سکتے ہیں"

اسلام جو ہمیں اتحاد کا تصور دیتا ہے وہ یہ ہے کہ جب بھی اختلاف ہو کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا جائے، چنانچہ ہر وہ فرقہ جو کتاب وسنت کی طرف رجوع نہیں کرتا وہ اتحاد کی دعوت میں مخلص نہیں ہو سکتا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واُولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الآخر" ۳؎

۱؎ سورۃ البقرہ آیت ۱۳۹۔

۲؎ سورۃ فاطر آیات ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲۔

۳؎ سورۃ النساء آیت ۵۹۔

"اے ایمان والو! اللہ، رسول اور ارباب حل وعقد کی اطاعت کرو اور اگر تمہارے درمیان اختلاف ہو جائے تو قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرو اگر تمہارا اللہ اور یوم آخرت پہ ایمان ہے۔"

چنانچہ وحدتِ امت کے وہ تمام تصورات غیر اسلامی ہیں جن میں تصحیح عقائد اور رجوع الی الکتاب والسنہ کو اہمیت نہیں دی جاتی۔ اختلاف ختم کرنے کا واحد حل یہی ہے کہ اپنے عقائد وافکار کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق ڈھالا جائے۔

شیعہ گروہ بھی اگر رفعِ اختلاف میں مخلص ہے تو انہیں سبِّ صحابہ کرامؓ جیسے یہودی عقیدے سے اظہار برأت کرنا ہوگا کیونکہ یہ عقیدہ واضح طور پر قرآنی آیات سے متصادم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنات تجري تحتها الانهار خالدين فيها ابدا ذالك الفوز العظيم"[۱]

"وہ مہاجرین و انصار جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی، اُن پر اور ان کی اچھے طریقے سے اتباع کرنے والوں پر اللہ راضی ہو گیا اور وہ ان سے راضی ہو گئے، اللہ نے ان کے لیے جنت بنائی ہے جس کے درختوں تلے سے نہریں بہتی ہیں وہ اس میں تا ابد رہیں گے، یقیناً یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔"

نیز "لقد رضي الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت الشجرة"[۲]

---

[۱] سورۃ التوبہ آیت ۱۰۰

[۲] سورۃ الفتح آیت ۱۸

یعنی "اللہ نے مومن (صحابہ کرام) کو اپنی رضامندی سے نوازا جب وہ (اے نبیؐ!) درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے"۔

اسی طرح ارشاد نبوی ہے:

لاتمس النار مسلمارانی اورأی من رانی"۔[1]

یعنی "کسی ایسے مسلمان کو جس نے (ایمان کی حالت میں) مجھے دیکھا یا میرے صحابہ کو دیکھا جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی"۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اللہ اللہ فی اصحابی لاتتخذوھم غرضا من بعدی، فمن احبّھم فبحبّی احبّھم، ومن أبغضھم فببغضی ابغضھم، ومن اذاھم فقد آذانی، ومن آذانی فقد آذی اللہ، ومن آذی اللہ فیوشک ان یأخذہ"۔[2]

"اے لوگو! میرے صحابہ کے متعلق گفتگو کرتے وقت اللہ سے ڈرا کرو، میرے بعد انہیں طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا، ان سے وہی محبت کرے گا جسے مجھ سے محبت ہوگی اور ان سے وہی بغض رکھے گا جسے مجھ سے بغض ہوگا، جس نے انہیں تکلیف دی گویا اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی گویا اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف دی وہ یقیناً اس کا مواخذہ کرے گا"۔

ان آیات و احادیث کے مطالعہ کے باوجود بھی اگر کوئی شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف اپنے سینے میں بغض و عناد رکھے تو اس سے اتحاد کرنا خلاف شریعت ہے۔

---

[1] رواہ الترمذی وھو حسن

[2] رواہ الترمذی

اسی طرح اگر یہ گروہ واقعی اتحاد بین المسلمین کا داعی ہے تو اس گروہ کو تحریف قرآن کے عقیدے سے تائب ہونا ہوگا اور یہ عقیدہ رکھنا ہوگا کہ موجودہ قرآن مجید ہر لحاظ سے مکمل ہے اور ہر قسم کی تحریف سے محفوظ ہے اور اس کی ترتیب وحیِ الٰہی کے مطابق ہے، شیعہ گروہ کو ایسے تمام افراد سے اظہار برأت کرنا ہوگا جو اس قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں خواہ ان کے محدثین و مفسرین اور قدیم فقہاء و مورخین ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ تحریف قرآن مجید کا عقیدہ اتحادِ امت کے لیے زہر قاتل ہے۔

اسی طرح شیعہ گروہ کو تقیہ جو کہ کذب و نفاق کا دوسرا نام ہے سے بھی اظہار برأت کرنا ہوگا اور کذب و نفاق کو تقدس کا درجہ دینے کی بجائے کلیۃً اس سے اجتناب کرنا ہوگا۔

ان یہودی اور مجوسی عقائد سے توبہ کیے بغیر "شیعہ سنی اتحاد" کا نعرہ محض فریب اور لایعنی ہی نہیں بلکہ امتِ اسلامیہ کے خلاف ایک گھناؤنی سازش ہے، اسی نعرے کی وجہ سے اس گروہ کو اہل اسلام کے خلاف سازشیں کرنے اور مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کا موقعہ ملا، یہ نعرہ دراصل اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے راہ ہموار کرتا ہے، اس نعرے کی وجہ سے ہی یہودیوں اور مجوسیوں اور دوسرے اعداءِ اسلام کو مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر انھیں نقصان پہنچانے اور اسلامی عقائد کو مسخ کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ آپ تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو آپ کو اس میں ایک شیعہ راہنما ابن علقمی نظر آئے گا جس نے سقوطِ بغداد میں کلیدی کردار ادا کیا' اپنے آپ کو فاطمی کہلانے والے شیعہ نظر آئیں گے جنہوں نے بارہا کعبۃ اللہ کی حرمت کو پامال کیا اور اکابرینِ اسلام کو تہ تیغ کیا، آپ کو شیعہ قزلباش خاندان نظر آئے گا جس نے ہندوؤں سے مل کر سقوطِ مشرقی پاکستان میں بنیادی کردار ادا کیا۔ یہ سارا کچھ اسی نعرے کی وجہ سے ہوا۔ یہ نعرہ اتحاد کے لیے مسلمانوں میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کے لیے لگایا جاتا ہے۔ اتحادِ امت کا راز

صرف اور صرف اتباعِ کتاب وسنت میں پنہاں ہے۔ متبعینِ کتاب وسنت کا اتحاد ہی "اتحاد بین المسلمین" کہلا سکتا ہے، اسلامی عقائد سے انحراف کر کے اور رغیبت و رجعت جیسے یہودی و مجوسی عقائد کو اختیار کر کے اتحاد کے نعرے کا مقصد شریعتِ اسلامیہ کو مسخ کرنا اور امت میں تفریق پیدا کرنا تو ہو سکتا ہے۔ ایسے نعرے سے کسی خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

یہ کہنا کہ اس قسم کا اتحاد مسلمانوں کی قوت کا باعث بن سکتا ہے یا اس قسم کے اتحاد سے ہم اعداءِ اسلام کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ بالکل عبث ہے اس لیے کہ اللہ و رسول کے نزدیک صرف اس اتحاد کی اہمیت ہے جو اللہ و رسول کی اتباع کرنے والوں اور خالص اسلامی عقائد کو اختیار کرنے والوں کے درمیان ہو، اور صرف ایسے لوگ ہی عند اللہ مؤمنین ہیں، اور انہی کے متعلق ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

"وکان حقا علینا نصر المؤمنین"[1]

یعنی "اصحابِ ایمان کی مدد کرنا ہماری ذمہ داری ہے"۔

نیز: "وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین"[2]

"اگر تم کامل مومن بن جاؤ تو ساری کائنات پہ تمہاری بالادستی قائم ہو جائے گی"

جب تک اسلامی عقائد میں اجنبی افکار کی آمیزش نہیں ہوئی تھی اللہ کی طرف سے نصرت و تائید کا سلسلہ جاری رہا، یہی وجہ ہے کہ صدیق و فاروق اور ذو النورین رضی اللہ عنہم کا دور فتوحات اور مسلمانوں کے تسلط کا دور تھا مگر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہودیت کو اسلامی عقائد سے اپنے افکار کو پیوند کرنے کا موقعہ ملا تو یکدم

---

[1] سورۃ الروم آیت ۴۷۔

[2] سورۃ آلِ عمران آیت ۱۳۹۔

فتوحات کا سلسلہ رُک گیا اور حالات مسلمانوں کے لیے ناساز گار ہو گئے [1]

نکتۂ استشہاد یہ ہے کہ جب تک ملت اسلامیہ صرف کتاب و سنت پہ عمل پیرا رہی اور اس نے کسی دوسرے فلسفے یا نظریے کی طرف رجوع نہیں کیا وہ متحد و متفق رہی، اور اللہ کی نصرت و تائید انھیں حاصل رہی اور جوں ہی اس نے دوسرے افکار کو اپنا لیا وہ انتشار کا شکار ہو گئی۔ چنانچہ اتحاد بین المسلمین کی اساس صرف اتباعِ کتاب و سنت ہے۔ اس سے سرِ مو انحراف اتحادِ امت کے لیے زہرِ قاتل ہے۔ شیعی افکار خالصتاً یہودی مجوسی افکار ہیں۔ ان افکار کو قبول کر لینا انتشار و افتراق کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے۔

خلاصۂ مبحث یہ ہوا کہ مسلمانوں کو صحیح اسلامی عقائد کی طرف دعوت دینا ہی وحدت و اتحاد کی دعوت ہے اور اگر شیعہ، بابی، بہائی، قادیانی، اسماعیلی اور دیگر باطل فرقے اتحاد کا نام لیتے ہیں تو وہ محض دھوکہ اور فریب ہے، مسلمانوں کو اس دھوکہ میں مبتلا ہو کر انھیں عقائدِ اسلامیہ کو مسخ کرنے کی اجازت نہیں دینی چاہیئے۔

اس کتاب کی تالیف کا محرک بھی یہی ہے کہ اہلِ سنّت کو خبردار کیا جائے کہ شیعہ دین یہودیوں کا ایجاد کردہ و پروردہ ہے جو کہ اسلام کے سب سے بڑے دشمن اور مسلمانوں اور ان کے اسلاف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سب سے بڑے مخالف تھے۔ انھوں نے اسلام اور اہلِ اسلام سے انتقام لینے کی غرض سے اس دین کو ایجاد کیا اور اس پہ اسلام کا نقاب چڑھانے کی کوشش کی تاکہ وہ مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر اپنے افکار کی ترویج کر سکیں اس کتاب میں ہم نے شیعہ قوم کا جو قرآن مجید کے متعلق عقیدہ ہے اسے وضاحت

---

[1] اس جگہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علیؓ کے چند اقوال نقل کیے ہیں جو کہ شیعہ کی مذمت میں ہیں اور چونکہ وہ تمام اقوال کتاب کے آخر میں دوبارہ ذکر کیے گئے ہیں اس لیے ان کے ترجمے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

کے ساتھ بیان کیا ہے، اور ایسے ایسے شواہد و مستند دلائل کا ذکر کیا ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے اس کتاب کے علاوہ کسی اور کتاب میں ان کا ذکر نہیں ملے گا۔

اسی طرح اس کتاب میں ہم نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ کذب و نفاق جسے وہ تقیہ کا نام دیتے ہیں پوری شیعہ قوم کا شعار ہے، اور وہ اُسے اللہ کے نزدیک تقرب کا سب سے بڑا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ان مباحث کے ضمن میں شیعہ کے دوسرے عقائد مثلاً، عقیدہ بداء، سبّ صحابہ و ازواج مطہرات، تفضیل ائمہ، اصولِ دین شیعہ و اہلِ سنت کے مابین اختلاف کے اسباب کا ذکر بھی آپ کو اس کتاب میں ملے گا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مختصر سی کتاب دینِ شیعہ کی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس سے اہلِ سنت بھی استفادہ کر سکتے ہیں اور وہ سادہ لوح شیعہ بھی جنہیں اپنے مذہب سے آگاہی نہیں اور وہ صرف حبّ اہلِ بیت کے دھوکے کی وجہ سے اس دین کو اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ ان سادہ لوح شیعہ افراد کو شیعہ دین کی اصلیت سے آگاہ کیا جائے تاکہ انھیں اِس دین سے اظہار برأت کی توفیق ہو سکے اور وہ اپنی عاقبت سنوار سکیں۔ جہاں تک ان کے وعاظ و علماء کا تعلق ہے وہ اس دین کی اصلیت لوگوں کو اس لیے نہیں بتلاتے کہ انھیں اپنے دین کو چھپانے اور اُسے ظاہر نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت جعفر صادق کی طرف منسوب ایک شیعہ روایت ہے:

"انکم علی دین من کتمه اعزه الله ومن اذاعه اذله الله" [1]

یعنی حضرت جعفر صادق نے اپنے شیعہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تمہارا دین ایک ایسا دین ہے کہ جو اُسے چھپائے گا اللہ اسے عزت دے گا اور جو اس کی اشاعت

---

[1] اصول کافی از کلینی۔ اس کا ذکر باب "الشیعہ واللکذب" میں مفصلاً آئے گا۔

کرے گا اللہ اسے ذلیل کرے گا۔

ہم نے اپنی اس کتاب میں اس امر کا شدت سے التزام کیا ہے کہ کوئی غیر مستند شیعی نص ذکر نہ کی جائے اور ہر نص اور عبارت کا حوالہ دیا جائے۔ اس سلسلہ میں اس امر کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ وہ نص شیعہ کی مشہور و معتبر کتاب میں موجود ہو۔ [1]

ہمارا ارادہ ہے کہ اس کتاب کے بعد ایک اور تصنیف کا اضافہ کیا جائے تاکہ جن موضوعات کا احاطہ نہیں ہو سکا ان کا احاطہ کیا جا سکے۔ [2]

احسان الٰہی ظہیر۔ لاہور

۲۲ رمئی ۱۹۷۳ء

۱۸ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ

---

[1] لطف اللہ صافی نے "السهم المصيب في الرد على الخطيب" لکھ کر یہ گمان کر لیا تھا کہ چونکہ محب الدین الخطیب دنیا میں نہیں رہے اس لیے شاید اس کتابچے کا جواب کسی کی طرف سے نہ دیا جائے اور یوں وہ لوگوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جائے مگر اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ کے فضل سے حق کا دفاع کرنے والے اب بھی موجود ہیں۔ ہمیں صافی کے اس رسالے کا تھوڑی دیر پہلے ہی علم ہوا جب ہم نے گزشتہ برس حج کے لیے سعودیہ کا سفر کیا۔ اگر اس سے قبل ہمیں اس کا علم ہو جاتا تو ہم کب کے یہ قرض چکا چکے ہوتے۔ اس لیے جواب میں تاخیر کی وجہ سے کوئی دھوکے میں نہ رہے۔

[2] الحمد للہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی اس موضوع پر اس تصنیف کے بعد چار مزید کتب شائع ہو چکی ہیں (۱) الشیعۃ واھل البیت (۲) الشیعۃ والقرآن (۳) الشیعۃ والتشیع (۴) بین الشیعۃ واھل السنۃ۔

باب اوّل

شیعیت کا آغاز

جب سرورِ گرامی قدر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا آفتاب طلوع ہوا اور اس کی کرنوں سے کفر و شرک کی ظلمتیں چھٹنے لگیں تو کفر و شرک کے حاملین اسی وقت پیغمبر اسلام اور آپ کی تعلیمات کے خلاف محاذ آراء ہو گئے اور انہوں نے پہلے تو میدان جنگ میں بالمقابل صف بندی کر کے دُوبدو مسلمانوں کو شکست دینا چاہی مگر جب ان کی تمام تر تدابیر مسلمانوں کے ایمان و یقین کے سامنے نہ ٹھہر سکیں اور جذبہ جہاد سے سرشار کائنات کی عظیم ہستی کے عظیم ساتھیوں نے میدان جہاد میں ارباب کفر و شرک کو پسپا کر دیا تو انہوں نے ایک نیا لبادہ اوڑھ کر فکری محاذ پر مسلمانوں کی قوت و شوکت کو پارہ پارہ کرنے کی خفیہ جدوجہد شروع کر دی۔

چنانچہ جزیرۂ عرب میں یہودی لابی، ایران میں مجوسی عناصر اور برصغیر میں ہندو اہل اسلام کے خلاف سرگرم عمل ہو گئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (۱)

مخالفینِ اسلام اللہ تعالیٰ کے جلائے ہوئے چراغ کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں مگر اللہ بھی اپنے نور کو مکمل کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہے خواہ یہ بات کافروں کو کتنی ہی ناگوار کیوں نہ گزرے۔

(۱) سورۃ الصفّت آیت ۸۔

اسلامی عقائد کی دیوار میں سب سے پہلے جس شخص نے نقب لگانے کی کوشش کی وہ منافق "عبداللہ بن سبا یہودی" کے نام سے معروف ہے وہ اپنے تئیں مسلمان ظاہر کر کے مسلمانوں کی صفوں میں داخل ہوا اور کفریہ عقائد کی ترویج کے لئے اپنی کوششیں شروع کر دیں۔ یہ ناپاک اور بدطینت شخص اپنے سینے میں اسلام کے خلاف بغض و حقد چھپائے حبِّ اہل بیت کا لبادہ اوڑھے اور اپنے مکروہ چہرے پر اسلام کا ماسک لگائے۔

اُن سادہ لوح افراد کو مکر و دجل کے جال میں پھنسا کر صحیح اسلامی عقائد سے منحرف کرنے لگا جو اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق روم و فارس کی سلطنتوں کے فتح ہونے کے بعد دین اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔

"وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا۔
سورۃ النور آیت ۵۵۔

اللہ تعالیٰ کا شریعت اسلامیہ کے مطابق عمل کرنے والے اہل ایمان سے وعدہ ہے کہ وہ انہیں اقتدار عطا فرمائے گا اور دین اسلام کو مضبوط اور غالب فرمائے گا اور مسلمانوں کے خوف کو امن و سکون میں تبدیل کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا اور روم و فارس کی سلطنتوں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ یہ عظیم الشان فتوحات یہودیوں اور ایرانی مجوسیوں کو گوارا نہ تھیں چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے عقائد و افکار میں نقب زنی کر کے غیر اسلامی افکار و نظریات داخل کرنا چاہے کیونکہ ان کے اسلاف قیصر و کسریٰ، بنو قریظہ اور بنو نضیر میدان جنگ و قتال میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے اور انہیں ختم کرنے کی کوشش کا تجربہ دہرا چکے تھے اور اس میں انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ تو یہودیوں اور مجوسیوں کے باہمی اشتراک عمل نے عبداللہ بن سبا کو جنم دیا۔ اور یہاں سے تشیّع یعنی شیعہ ازم کا آغاز ہوا۔ ابن سبا نے اسلامی سلطنت کے فرماں روا، داماد رسول ﷺ، ذوالنورین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا اس نے دور دراز کے علاقوں کے لوگوں کو گمراہ کرنے کیلیے حضرت عثمان رضؓ کے خلاف بے بنیاد الزامات عائد کئے، بہت سے یہودی و مجوسی اس کے معاون بن گئے اور یوں انہوں نے اسلامی سلطنت میں ایک خفیہ تنظیم قائم کر لی اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی محبت کا لبادہ اوڑھ کر پوری سلطنت میں اپنے نمائندوں کا جال پھیلا دیا۔

اس گروہ نے "ولایت علیؓ" کو بنیاد بنا یا اور اپنے پیروکاروں میں ایسے عقائد کی نشرو اشاعت شروع کر دی جن کا دینِ اسلام کے بنیادی ارکان سے کوئی تعلق نہ تھا یہ لوگ خود کو "شیعانِ علی" کہنے لگے جب کہ حضرت علیؓ ان سے اور ان کے عقائد سے بری الذمہ تھے۔

اس طرح سے عبداللہ بن سبا اپنے یہودی اور مجوسی معاونین کے تعاون سے امتِ اسلامیہ میں ایک ایسا فرقہ پیدا کرنے کی کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ جو اسلام اور اہلِ اسلام کے لیئے آگے چل کر ناسور کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اس فرقے نے اسلامی عقائد کو شدید نقصان پہنچایا اور مسلمانوں کے اسلاف کے خلاف انتقامی موقف اختیار کیا۔

عبداللہ بن سبا شیعی عقائد کا بانی ہے۔ اس کا اعتراف خود شیعہ کے بعض مؤرخین نے بھی کیا ہے چنانچہ شیعہ مؤرخ " الکشی" جو کہ ان کے متقدم علمائے رجال میں سے ہے اور جس کے بارہ میں شیعہ علماء لکھتے ہیں کہ وہ "جید عالم صحیح العقیدہ اور مستقیم المذہب ہے" اس کی کتاب علم رجال کے موضوع پر انتہائی اہم، قدیم اور بنیادی مرجع کی حیثیت رکھتی ہے، کتاب کا پورا نام ہے "معرفۃ الناقلین عن الائمۃ الصادقین" جو کہ رجال الکشی کے نام سے معروف ہے[۱]

یہ نامور شیعہ مؤرخ[۲] اپنی کتاب میں رقمطراز ہے۔

"بعض اہلِ علم سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا، پھر وہ مسلمان ہو گیا اور حضرت علی علیہ السلام سے اظہار محبت کرنے لگا، اور اس کا جو عقیدہ حضرت موسیٰؑ کے

۱۔ مقدمہ رجال الکشی حالات مصنف۔ ۲۔ اس کا پورا نام ہے ابو عمر بن عبدالعزیز الکشی۔ چوتھی صدی کے شیعہ علماء میں سے تھا، شیعی روایات کے مطابق اس کا گھر اس وقت کے شیعہ کا مرکز تھا۔

وصی یوشع بن نون کے بارے میں تھا بعینہٖ وہی عقیدہ اس نے حضرت علیؓ کے متعلق اختیار کیا وہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے حضرت علی کے مخالفین کی تکفیر کی۔ اسی بناپر شیعہ کے مخالفین کہتے ہیں کہ تشیّع (شیعہ ازم) یہودیت سے ماخوذ ہے"۔ [1]

یہی روایت شیعہ محدث و مؤرّخ مامقانی نے الکشی سے اپنی کتاب "تنقیح المقال" میں نقل کی ہے [2]

اسی طرح شیعہ مؤرخ نوبختی جس کے بارہ میں مشہور شیعہ ماہر علم رجال نجاشی کہتا ہے "الحسن بن موسیٰ أبو محمد النوبختی بہت بڑے شیعہ متکلم، اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھنے والے اور جید عالم تھے"۔ [3]

شیعہ مؤرخ طوسی، نوبختی کے متعلق لکھتا ہے:

"امام ابو محمد نوبختی بہت بڑے متکلم (علم کلام کا ماہر) فلسفی، اور صحیح العقیدہ شیعہ عالم تھے"۔ [4]

نور اللہ تستری نوبختی کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"نوبختی، شیعہ فرقہ کے اکابرین میں سے ہیں وہ بہت بڑے متکلم اور فلسفی تھے"۔ [5]

یہ شیعہ مؤرخ "نوبختی" اپنی کتاب "فرق الشیعۃ" میں لکھتا ہے۔

"عبداللہ بن سبا ابوبکر، عمر، عثمان اور دیگر صحابہ پر طعن و تشنیع کا آغاز کرنے والوں میں سے تھا۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ علی علیہ السلام نے اُسے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت علی کو جب علم ہوا تو آپ نے اُسے گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اسے گرفتار

---

[1] رجال الکشی ص ۱۰۱ مطبوعہ مؤسسۃ الأعلمی کربلاء عراق۔

[2] ج ۲ ص ۱۸۴ مطبوعہ طہران۔

[3] الفہرست از نجاشی ص ۴۷ مطبوعہ بھارت ۱۳۱۷ھ۔

[4] فہرست الطوسی ص ۹۸ مطبوعہ بھارت ۱۸۳۵ء۔

[5] مجالس المؤمنین از تستری ص ۱۷۷ مطبوعہ ایران۔

کر کے لایا گیا۔ اعتراف کرنے پر حضرت علی نے اُسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ مگر اس کے ساتھی چیخ اٹھے کہ اے امیر المومنین! آپ ایسے شخص کو کیوں قتل کروا رہے ہیں جو اہل بیت سے محبت کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے جس پر حضرت علی نے اسے جلاوطن کر کے ایران کے شہر مدائن کی طرف بھیج دیا۔

نوبختی لکھتا ہے: اہل علم سے روایت ہے کہ یہ شخص یہودی تھا پھر وہ اسلام قبول کر کے علی علیہ السلام کا معتقد ہوگیا۔ اسلام قبول کرنے سے قبل وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی یوشع بن نون کے متعلق جو عقائد رکھتا تھا اسی قسم کے عقائد کا اظہار اس نے علی علیہ السلام کے بارہ میں کیا۔ وہ پہلا شخص ہے جس نے علی علیہ السلام کی امامت و ولائیت کی فرضیت اور آپؑ کے دشمنوں سے برأت کے عقیدے کا پرچار کیا۔ اسی بنا پر شیعہ کے مخالفین یہ

لے مصنف رحمۃ اللہ علیہ ایک شیعہ عالم لطف اللہ صافی کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اے صافی! اس بات پر غور کرو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صدیق و فاروق اور ذوالنورین رضی اللہ عنہم کے خلاف زبان طعن دراز کرنے والے عبداللہ بن سبأ کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اسی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلفائے راشدین سے محبت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ جب کہ تمہارا یہ حال ہے کہ تم صحابہ کرام کی تکفیر و تفسیق بھی کرتے ہو اور پھر یہ بھی کہتے ہو کہ ہاں! یہ بعض شیعہ کا اجتہاد ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہو کہ یہ بات شیعہ سنّی اتحاد میں رکاوٹ نہیں بننی چاہیئے۔

صافی اور اس کے ہمنوا سن لیں! شیعوں سے اس وقت تک اتحاد نہیں ہو سکتا جب تک وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے بارہ میں وہی عقیدہ نہ رکھیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ حضرت علیؓ صحابہ کرام کے خلاف طعن و تشنیع کرنے والوں کو واجب القتل سمجھتے تھے اسی لیے انہوں نے ابن سباء کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ فتنہ و فساد سے بچنے کی خاطر اور کسی مصلحت کے پیش نظر اُسے جلاوطن کرنے پر ہی اکتفا کر لیا۔

کہتے ہیں کہ شیعہ مذہب کی بنیاد یہودیت پر رکھی گئی ہے۔

نوبختی یہ بھی کہتا ہے، جب عبداللہ بن سبا کو حضرت علیؓ کے انتقال کی خبر ملی تو اس نے کہا کہ اگر کوئی شخص ان کے جسم اطہر کے ستر ٹکڑے بھی مجھے دکھا دے اور ستر عینی شاہد ان کے قتل کی گواہی دیں میں تب بھی یہی کہوں گا کہ ان کی موت واقع نہیں ہوئی کیونکہ میرا عقیدہ ہے کہ جب تک وہ پوری دنیا پر قبضہ نہیں فرما لیتے ان پر موت نہیں آسکتی [۱]

ایک شیعہ مؤرخ اپنی کتاب "روضۃ الصفا" میں لکھتا ہے:

"عبداللہ بن سبا کو جب علم ہوا کہ مصر میں عثمان بن عفان کے مخالفین موجود ہیں تو وہ مصر چلا گیا۔ وہاں جا کر اس نے بظاہر تقوٰی و طہارت کا لبادہ اوڑھ لیا اور جب اسے کچھ ہمنوا میسر آ گئے تو اس نے اپنے نظریات پھیلانا شروع کر دیئے اس نے کہا کہ ہر نبی کا ایک وصی اور نائب ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور نائب حضرت علی ہیں۔

اس نے یہ بھی کہا کہ امت نے حضرت علیؓ پر ظلم کیا ہے، ان کا حق غصب کیا ہے وہ خلافت کے حق دار تھے ان سے ان کا یہ حق چھینا گیا ہے اور چھیننے والے ابوبکر وعمر تھے اور اب عثمان بن عفان نے ان کا حق غصب کیا ہوا ہے چنانچہ ان کے خلاف بغاوت کر کے حضرت علی کی بیعت کرنا ہمارا فرض ہے کچھ مصری اس کی باتوں سے متاثر ہو کر اس کے ساتھی بن گئے اور عثمان بن عفان کے خلاف اعلان بغاوت کر دیا۔" [۲]

تو یہ ہیں خود شیعہ مؤرخین کی گواہیاں اور واضح نصوص جن سے ہم نے درج ذیل استشہادات اخذ کئے ہیں۔

---

[۱] فرق الشیعہ از نوبختی ص ۴۳، ۴۴ مطبوعہ نجف، عراق ۱۳۷۹ھ بمطابق ۱۹۵۹ء۔

[۲] روضۃ الصفا فارسی ج ۲ ص ۲۹۲ مطبوعہ ایران۔

اولاً یہودیوں کی طرف سے اسلام کے لبادہ میں عبداللہ بن سبا کی قیادت میں ایسے گروہ کی ایجاد جو بظاہر مسلمان کہلائے مگر در پردہ اسلام کا دشمن اور کفر وارتداد کا حامی ہو۔

ثانیاً مسلمانوں کے درمیان انتشار پھیلانے کی گہری سازش جس میں یہودی گروہ کے بعد امت اسلامیہ واضح طور پر گروہ بندی کا شکار ہوگئی اور فتوحات کا وہ طویل سلسلہ رک گیا جس کا آغاز سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کے عہد میں ہوا تھا اور دنیا کے خطے پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا تھا۔ اور یہ ساری سازش ابن سبا اور اس کی تنظیم کی طرف سے تیار کی گئی اور "حب علی" کے نام سے پروان چڑھی ۔[1]

سبائیوں کی کاروائیوں کے نتیجہ میں حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت واقع ہوئی اور پھر اس کے بعد فتنہ وفساد کا ایسا دروازہ کھلا کہ آج تک اسے بند نہیں کیا جا سکا۔ آج بھی تیرہ صدیاں گزر جانے کے باوجود ابن سبا کی معنوی اولاد ابن سبا کے مشن کی تکمیل میں مصروف ہے

ثالثاً ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرامؓ کے خلاف بغض وحقد پر مبنی عقائد کی ترویج۔ یہودیوں کا مقصد تھا کہ وہ مسلمانوں کی تاریخ کو اتنا داغدار کر دیں اور اسے اس قدر معیوب بنا کر پیش کریں کہ ان کی نسلیں اپنی تاریخ پر فخر کرنے کی بجائے اس سے نفرت کا اظہار کریں اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے کارناموں پر رشک کرنے کی بجائے ان کی عیب جوئی میں مصروف رہیں۔

---

[1] مصنفؒ نے یہ سارے حقائق اور تاریخی شواہد اپنی کتاب "الشیعہ والتشیع" میں بیان فرمائے ہیں اور مستند حوالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف طعن وتشنیع اور جنگ جمل وغیرہ کے پیچھے سبائیوں کا خفیہ اور واضح ہاتھ کارفرما تھا۔ اس کتاب کا ترجمہ بھی انشاء اللہ منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔

یہودی اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوئے اور مسلمانوں میں سے ہی ایسا گروہ پیدا کر دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیں پیروکاروں اور آپؐ کے دست و بازو بن کر رہنے والے، آپ کے لائے ہوئے دین کو کائنات تک پہنچانے والے آپؐ کے پرچم تلے جہاد کر کے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے والے اپنے مال کو اللہ کی راہ میں لٹانے والے، آپ کے اشارۂ ابرو پر اپنا تن من نچھاور کرنے والے، ہاتھوں میں قرآن اور سینوں میں نور ایمان لئے اللہ کی زمین پر اللہ کا نام بلند کرنے والے، اسلام کے پودے کی اپنے خون سے آبیاری کرنے والے نبی کائنات ؐ کے محب، متبع، اطاعت گزار اور وفا شعار، مقدس اور پاکباز ساتھیوں کے خلاف زبانِ طعن دراز کرنے لگا۔ ان کی قربانیوں کو ان کے عیوب بنا کر پیش کرنے لگا۔ ان کے نقش قدم پر چلنے کی بجائے ان پر طعن و تشنیع کے نشتر چلانے لگا۔ اور یوں اس گروہ نے گویا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید کی کہ آپؐ اپنی مسلسل جدوجہد کے باوجود بھی ایسے ساتھی تیار کرنے میں ناکام رہے۔ جو آپ کے وفادار اور سچّے پیروکار ثابت ہوتے۔ آپ اپنے ساتھیوں کی تربیت نہ کر سکے۔ وہ معاذ اللہ بظاہر تو آپ کے ساتھ رہے مگر حقیقت میں ان کے دلوں میں نفاق تھا اور وہ محض اقتدار کی خاطر آپ سے وابستہ رہے۔

اس عقیدے کے بعد سورۃ النصر کا کیا مفہوم باقی رہ جاتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا ہے۔

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا۔

یعنی جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے اور اے ہمارے نبیؐ! آپ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو آپ اپنے رب کی تعریف و تسبیح اور استغفار کریں کہ وہ توبہ کرنیوالوں

کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

تو اگر معاذاللہ نبی کے ساتھی کفار و مرتدین تھے تو وہ کون لوگ ہیں جو جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہوئے؟

رابعًا یہودیوں کی طرف سے قرآن و حدیث پر اعتماد ختم کرنے کی کوشش، انہوں نے عام صحابہ کرامؓ کی تکفیر کی، اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ جب رسول اللہ سے براہِ راست فیض یافتہ، اور آپؐ سے قرآن سُن کر لوگوں تک پہنچانے والے ہی معاذاللہ کفّار و منافقین ٹھہریں گے تو ان کے جمع کردہ قرآن پر کون اعتماد کرے گا۔ اور یوں قرآن کریم کی صحت مشکوک ہو جائے گی اور مسلمان کتاب ہدایت سے محروم ہو جائیں گے یا اس پر عمل کرنا ترک کر دیں گے۔

اسی وجہ سے سبائیوں نے آگے چل کر یہ عقیدہ بھی اختیار کر لیا کہ نہ صرف صحابہؓ کا ایمان مشکوک ہے بلکہ ان کا جمع کردہ قرآن بھی تحریف و تبدیلی سے محفوظ نہیں ہے، اور یہ کہ اصل قرآن اُس بارہویں امام کے پاس ہے جو غار میں چھپا ہوا ہے۔ اس کا مفصل بیان آگے آئے گا۔

جو لوگ عیاذاًباللہ۔ قرآن کریم میں خیانت اور تحریف کرنے سے باز نہیں آتے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے بیان کردہ اس کی تفسیر و توضیح اور آپ کے ارشادات و فرامین میں ردّ و بدل سے کیوں کر باز رہیں گے۔ اور اس عقیدے کے بعد قرآن کے علاوہ حدیثؐ کی صحت بھی مشکوک ہو جائے گی اور اسلام کی ساری بنیاد ہی منہدم ہو کر رہ جائے گی۔

یہودی اس میں بھی کامیاب ہوئے اور شیعہ قوم نے اس عقیدے کو بھی اپنے عقائد میں شامل کر لیا۔ چنانچہ ان کے نزدیک نہ موجودہ قرآن اصلی ہے اور نہ ہی حدیث کی کتب قابل اعتماد ہیں۔

شیعہ قوم کے عقائد کے مطابق اب مسلمانوں کی ہدایت و راہنمائی کے لئے کوئی کتاب

موجود نہیں۔ اصل قرآن غار میں بند ہے چنانچہ بارہویں امام کے غار سے نکلنے کا انتظار کیا جائے جو قیامت تک نہیں نکلے گا اور حدیث ویسے ہی اس قابل نہیں کہ اس پر اعتماد کیا جائے

خامساً یہودی عقیدہ "عقیدہ وصائت" کی ترویج اس عقیدے کا نہ قرآن میں ذکر ہے نہ حدیث میں یہودیوں نے یہ عقیدہ محض اس لیے پھیلایا کہ وہ صحابہ کرام کی تکفیر کر سکیں کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت علی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا وصی ، نائب ، اور خلیفہ مقرر فرما کر گئے تھے تو آپ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کی بیعت فرض تھی اور یوں خلفائے ثلاثہ کی خلافت اور مسلمانوں کی طرف سے ان کی بیعت باطل ٹھہرتی ہے اور وہ غاصب ، خائن اور ظالم قرار پاتے ہیں ، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح نص اور آپ کے واضح حکم کی مخالفت کی وجہ سے ان کا ایمان سلامت نہیں رہتا چنانچہ اسی وجہ سے "عقیدہ وصائت" کو اختیار کیا گیا۔ تاکہ اسے بنیاد بنا کر صحابہ کرامؓ کی تکفیر کی جا سکے اور پھر اس کے ذریعہ سے قرآن وحدیث کی صحت کو مشکوک قرار دے کر اسلامی عقائد کو باطل قرار دیا جا سکے۔

شیعہ قوم کے نزدیک اس عقیدے کی اہمیت تمام ارکان اسلام سے زیادہ ہے ان کے نزدیک حضرت علیؓ کی وصائت ونیابت کا اقرار عین ایمان اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت کا اقرار عین کفر ہے۔ اور اس عقیدے کے بعد صحابہ کرام ، تابعین ، تبع تابعین ، محدثین ومفسرین اور ائمہ وفقہاء میں سے کوئی بھی مسلمان نہیں رہتا۔

یہودی ، حضرت یوشع بن نون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصی ونائب قرار دیتے ہیں اور شیعہ حضرت علیؓ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی ونائب قرار دیتے ہیں۔ تو یہ عقیدہ خالصتہً یہودی عقیدہ ہے۔ اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں اس عقیدہ کو مسلمانوں کو کافروں سے جہاد کی بجائے آپس میں دست وگریبان کرنے کے لئے ابن سبا نے پھیلایا اور یہ بات شیعہ مورخین "کشی" اور "نوبختی" کی گزشتہ عبارتوں پر ذرا سا بھی غور کرنے سے روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے

سادساً دوسرے یہودی افکار ونظریات کی اشاعت مثلاً عقیدۂ رجعت، تصرف، بداء اور علم غیب وغیرہ ان عقائد کا ذکر آگے آئے گا۔

یہ تمام کے تمام یہودی عقائد ابن سبا اور اس کے دوسرے یہودی ساتھیوں نے مسلمانوں میں پھیلائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ابن سبا کی ان سرگرمیوں سے کوئی تعلق نہ تھا جیسا کہ نوبختی کے حوالے سے پیچھے گزر چکا ہے اس کی تائید "طوق الحمامۃ فی مباحث الامامۃ" میں یحییٰ بن حمزہ زیدی نے بھی کی ہے، سوید بن غفلہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا۔

"میں نے کچھ لوگوں کو حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے خلاف گستاخی کے کلمات کہتے ہوئے سنا، میں سیدھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ کچھ لوگ ابوبکرؓ وعمرؓ کو برا بھلا کہتے ہیں جن میں عبداللہ بن سبا بھی ہے ان کا کہنا ہے کہ آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے مگر آپ ظاہر نہیں کرتے، حضرت علیؓ بہت زیادہ پشیمان ہوئے اور فرمایا "نَعُوذُ بِاللهِ، رَحِمَنَا اللهُ" اللہ کی پناہ، خدا ہمارے حال پہ رحم فرمائے۔ پھر آپؓ شدید غصے اور پریشانی کے عالم میں اٹھے، مجھے ساتھ لیا اور سیدھا مسجد میں تشریف لے آئے لوگوں کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ منبر پہ چڑھے، اس قدر روئے کہ آپؓ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر آپ نے خطبے کا آغاز کیا اور فرمایا۔ وہ کون بدبخت ہیں جو ابوبکرؓ وعمرؓ کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرتے ہیں وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی، ساتھی، آپؐ کے مشیر ووزیر، قریش کے سردار اور مسلمانوں کے آقا تھے ان کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرنے والوں سے میں برأت کا اظہار کرتا ہوں، میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ابوبکرؓ وعمرؓ کے خلاف طعن وتشنیع کرنے والے سُن لیں، میرا ان کے بارہ میں یہ عقیدہ ہے کہ وہ زندگی بھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باوفا ساتھی بن کر رہے، نیکی کا حکم کرتے اور برائیوں سے روکتے رہے۔ ان کی خوشی بھی اللہ کے لئے تھی ان کا غضب بھی اللہ کیلئے تھا، رسول اللہ ان کی رائے کا احترام کرتے، ان سے بے پناہ محبت کرتے، وہ اللہ اور اس کے رسول کی

خاطر کسی قربانی سے دریغ نہ کرتے رسول اللہ ان سے زندگی بھر خوش رہے، انہوں نے کبھی اللہ کے حکم سے تجاوز نہ کیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے تابع بن کر رہے اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

خالق ارض وسما کی قسم! ان سے محبت رکھنے والا مومن اور بغض رکھنے والا منافق ہے ان کی محبت بارگاہِ خداوندی میں تقرب کا ذریعہ اور ان سے بغض بد نصیبی اور اللہ کی رحمت سے دوری کا سبب ہے۔ اللہ اس شخص پر لعنت فرمائے جو اپنے دل میں ان کے خلاف بغض وعناد رکھتا ہے ؁

خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے فضائل ومناقب میں اہل سنت کی کتب حدیث وتفسیر میں بے شمار روایات ہیں۔ نہج البلاغہ میں بھی اس طرح کی بہت سی نصوص موجود ہیں۔ مگر جہاں تک شیعہ قوم کے دین کا تعلق ہے تو وہ یہودیوں کا ایجاد کردہ ہے اس کی بنیاد ان خطوط پہ رکھی گئی ہے جو یہودی النسل ابن سبا اور اس کے دیگر یہودی ساتھیوں نے وضع کیے ہیں شیعہ قوم اپنا تعلق اسلام سے جوڑنے کے لیے یہودیت سے برائت کا اظہار کرتی ہے مگر جب تک وہ ان عقائد سے رجوع نہیں کرتی جو یہودیت سے ماخوذ ہیں اور ان افکار سے برائت کا اظہار نہیں کرتی۔ جو خالصۃً ابن سبا کی ایجاد ہیں اس وقت تک ابنِ سبا یہودی سے ان کا رشتہ نہیں توڑا جا سکتا۔ شیعی عقائد یہودی عقائد ہیں ان سے توبہ کیے بغیر یہودیت سے برائت کا کوئی فائدہ نہیں۔

شیعہ قوم کے دین کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قوم یہودی منافقوں کے پھینکے ہوئے لقمے کو چبا رہی اور ان کے پھیلائے ہوئے جال کا شکار بنی ہوئی ہے

؁ طوق الحمامۃ فی مباحث الامامۃ، منقول از مختصر التحفۃ الاثنی عشریۃ للشیخ محمود الالوسی ص ۱۶ مطبوعہ مصر ۱۳۸۷ھ۔

عبداللہ بن سبا

ہم گزشتہ صفحات میں عبداللہ بن سبا کے متعلق بشرح وبسط کے ساتھ بیان کر چکے ہیں کہ یہ شخص یہودی تھا، اس نے مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر اسلام دشمن کاروائیوں کا آغاز کیا اور اپنے بہت سے معاونین کی مدد سے اس نے مختلف شہروں میں فتنہ و فساد کا جال پھیلا کر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف مسموم پروپیگنڈہ جاری رکھا جس کے نتیجہ میں امت اسلامیہ انتشار کا شکار ہوگئی اور یہودیت کے بطن سے حب علیؓ کے پردہ میں ایک نئے دین نے جنم لیا جس کے پیروکاروں نے شیعان علیؓ کا لقب اختیار کر لیا۔

ہم ان تمام امور کی وضاحت شیعہ مؤرخین کی اپنی نصوص کی روشنی میں کر چکے ہیں۔ یہاں ہم ابن سبا کے متعلق تکمیل موضوع کے لئے چند اور نصوص ذکر کرتے ہیں چنانچہ حضرت زین العابدین ـــــ شیعہ کے نزدیک چوتھے معصوم امام ـــــ بیان فرماتے ہیں

"اللہ تعالیٰ ہمارے اوپر تہمت لگانے والوں پر لعنت فرمائے۔ جب عبداللہ بن سبا کا ذکر ہوتا ہے تو میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس نے علی علیہ السلام کی طرف بہت غلط باتیں منسوب کیں جب کہ آپؓ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اور رسول اللہ کے بھائی تھے (یعنی الہ یا وصی و نائب رسول نہ تھے)۔ آپؓ کو جو مقام و مرتبہ ملا وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری سے ملا"[1]

---

[1] رجال الکشی ص ۱۰۰

اسی طرح حضرت جعفر صادق سے روایت ہے۔

"ہمارے خاندان کی طرف بہت سے غلط عقائد منسوب کئے گئے ہیں، مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق غلط دعوے کئے۔ اس طرح عبداللہ بن سبأ نے علی علیہ السلام کے حوالے سے بہت سے غلط عقائد کی اشاعت کی" ۱؎

"عبداللہ بن سبأ جب شام میں وارد ہوا تو اس نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر انہیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف اکسانے کی کوشش کی پھر وہ حضرت ابوالدرداءؓ کے پاس آیا تو انہوں نے اس کی باتیں سن کر فرمایا: تم کون ہو؟ اظنك واللہ یھودیا یعنی مجھے تو تم یہودی معلوم ہوتے ہو" ۲؎

فتنہ و فساد

تمام مؤرخین خواہ ان کا تعلق شیعہ سے ہو یا اہل سنت سے ان کا اتفاق ہے کہ ابن سبأ نے مسلمانوں میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی۔ اپنی اشتعال انگیز کاروائیوں سے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خلاف صف آراء کیا ابن سبأ نے ہی امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنے ساتھیوں کو اکسا کر انہیں شہید کیا اور جنگ جمل سے قبل جب کہ حضرت علی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی تمام غلط فہمیاں دور ہو چکی تھیں اور معاہدے پر عمل درآمد شروع ہو چکا تھا۔ ابن سباء نے دونوں لشکروں میں اپنے آدمی داخل کر کے رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تیر اندازی کر کے جنگ کا آغاز کر دیا تھا اور صورت حال کا علم نہ ہونے کے باعث دونوں لشکر غلط فہمی کا شکار ہو کر ایک دوسرے کے خلاف محاذ آراء ہو گئے تھے۔ اور پھر یہی ابن سبأ شہر شہر اور بستی بستی جا کر اپنے عقائد کا پرچار کرتا رہا۔ مدینہ منورہ سے مصر گیا، مصر سے بصرہ اور بصرہ سے کوفہ اور

۱؎ رجال الکشی ص ۱۰۱ ۔

۲؎ تاریخ طبری ج ۵ ص ۹۰ مطبوعہ مصر ۔

پھر کوفہ کو اس نے اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنا لیا اور اہل بیت سے محبت کی اوٹ میں وصائت و ولائت علی، تبرا بازی، رجعت اور دیگر عقائد کی ترویج جاری رکھی۔ بیعو دیوں میں سے اس کے بہت سے معاونین بھی تھے۔ لعنۃ اللہ علیہم۔

صحابہ کرامؓ کے خلاف طعن و تشنیع

شیعہ مؤرخ نوبختی کی وہ نص پیچھے گزر چکی ہے جس میں اس نے کہا ہے کہ ابن سبأ نے سب سے پہلے خلفائے راشدینؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے خلاف طعن و تشنیع کا آغاز کیا اور پھر اس کے بعد اس کے پیروکاروں نے اُسے اپنے عقائد میں شامل کر کے مستقل طور پر تبرا بازی شروع کر دی اور یہ عقیدہ شیعہ قوم کی پہچان بن گیا چنانچہ کوئی شیعہ ایسا نہیں جو خلفائے راشدینؓ اور دیگر صحابہ کرام کے خلاف اپنے سینے میں بغض و عداوت نہ رکھتا اور انہیں برا بھلا نہ کہتا ہو۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ

شیعہ مؤرخ اور جرح و تعدیل میں شیعہ کا امام "الکشی" حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارہ میں شیعہ قوم کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے حمزہ طیار سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا:

"ایک دن ہم نے امام جعفر صادق کے پاس محمد بن ابی بکر کا ذکر کیا تو وہ فرمانے لگے۔ اللہ کی رحمتیں نازل ہوں محمد بن ابی بکر پر انہوں نے علی علیہ السلام کی بیعت کرتے وقت کہا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ (یعنی علیؓ) میرے امام ہیں آپ کی اطاعت فرض ہے اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ میرا باپ ابو بکر جہنمی ہے (معاذ اللہ) اس بات کا ذکر کر کے امام جعفر صادق فرمانے لگے کہ محمد بن ابی بکر میں نجابت و کرامت باپ کی طرف سے نہیں بلکہ ان کی والدہ اسماء بنت عمیس رحمۃ اللہ علیہا کی طرف سے تھی"[1]

---

[1] رجال الکشی ص ۶۰

اسی طرح کی روائت شیعہ نے امام باقرؒ سے بھی بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا:

"محمد بن ابی بکر نے علی علیہ السلام کی بیعت کرتے وقت اپنے باپ سے براءت کا اظہار کیا تھا" ۱؎

نیز "محمد بن ابو بکر بڑے گھرانے کے اچھے فرد تھے" ۲؎

یہ تمام عبارات جو محمد بن ابی بکر، اور امام جعفر و امام باقر کی طرف منسوب ہیں بلاشبہ خود ساختہ ہیں۔ مگر آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ان سے یہودی ذہنیت کی عکاسی اور یہودی بغض و حقد کس طرح سے مترشح ہو رہا ہے۔

فاروقِ اعظمؓ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہ جنہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "عبقری" کا لقب عطا کیا ۳؎ ان کے خلاف شیعہ قوم اپنے دل میں بہت زیادہ عداوت رکھتی ہے۔

شیعی روائت ہے "حضرت سلمان فارسی اپنے کسی ذاتی کام کے لئے عمر بن الخطاب کے پاس آئے، عمرؓ نے انہیں واپس کر دیا، بعد میں عمرؓ کو اپنے فعل پر شرمندگی ہوئی اور انہیں واپس بلایا تو سلمان فارسی نے عمرؓ سے کہا میں تو صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تمہارے دل سے دورِ جاہلیت کا (اسلام کے خلاف) تعصب ختم ہو گیا ہے یا تم ویسے کے ویسے ہی ہو" ۴؎

اس روائت سے شیعہ قوم تاثر یہ دینا چاہتی ہے کہ معاذ اللہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ بظاہر اسلام قبول کرنے کے باوجود بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دورِ جاہلیت کا سا تعصب رکھتے تھے۔

حضرت جعفر صادق سے روائت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا۔

"صہیبؓ برا آدمی تھا کیونکہ وہ عمر کو یاد کر کے رویا کرتا تھا۔" ۵؎

۱؎ رجال الکشی ص ۶۱ ۔ ۲؎ ایضاً ص ۶۱ تحت ترجمہ محمد بن ابی بکر، ۳؎ ملاحظہ ہو بخاری ومسلم باب فضائل الصحابہ

۴؎ رجال الکشی ص ۲۰ حالات سلمان الفارسی ۵؎ ایضاً ص ۴۰ ۔

حضرت باقرؒ کی طرف منسوب کرتے ہوتے لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

"محمد بن ابی بکر نے اپنے والد (ابوبکر صدیقؓ) سے براءت کے علاوہ علیؓ کی بیعت کرتے وقت عمرؓ سے بھی براءت کا اظہار کیا تھا[1]"

شیعہ محدث ابن بابویہ قمی حضرت فاروق اعظمؓ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت اظہار ندامت کرتے ہوئے کہا تھا: میں نے اور ابوبکرؓ نے (اہل بیت سے) خلافت و امارت کا حق غصب کر کے بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کیا تھا۔ ابوبکرؓ کو خلافت غصب کرنے پر آمادہ کرنا اور بعض کو بعض پر فوقیت دینا میرا بہت بڑا جرم تھا۔ میں اللہ تعالیٰ سے اس جرم کی معافی مانگتا ہوں۔

شیعہ مفسر علی بن ابراہیم القمی[2] اپنی تفسیر میں صدیقؓ و فاروقؓ کے خلاف اپنے خبث باطن کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے۔

"قرآن مجید کی آیت "یوم یعض الظالم" (یعنی قیامت کے روز ندامت و تاسف کی وجہ سے ظالم اپنی انگلیوں کو کاٹے گا) اس آیت میں ظالم سے مراد ابوبکرؓ ہے۔ وہ کہے گا یالیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا اے کاش میں فلاں یعنی عمرؓ کو اپنا دوست نہ بناتا یہ لوگ سب کچھ جاننے کے باوجود حرام کا ارتکاب اور امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی فضیلت کا انکار کرتے رہے[3]"

---

[1] رجال کشی ص ۶۱ ۔

[2] علی بن ابراہیم قمی کے متعلق شیعہ کہتے ہیں "یہ حدیث میں ثقہ معتمد اور صحیح العقیدہ تھے، ان کی کتاب قدیم ترین تفسیر ہے جس نے اہل بیت کی فضیلت میں نازل شدہ آیات سے پردہ اٹھایا، یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آمام باقر و امام صادق کی تفسیر ہے انہوں نے یہ تفسیر امام عسکری (شیعہ کے گیارہویں امام) کے زمانے میں تصنیف کی ہے (مقدمہ کتاب ص ۱۹)

[3] تفسیر القمی ج ۲ ص ۱۱۳ مطبوعہ نجف العراق ۱۳۸۶ھ

ایک دوسری جگہ ہرزہ سرا ہے:

"امام جعفر صادق نے قرآن کریم کی آیت " وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ۔"

کے متعلق فرمایا: اللہ تعالے نے جتنے انبیائے کرام مبعوث فرمائے ان میں سے ہر نبی کی امت میں دو شیطان ایسے گزرے ہیں جو اللہ کے اس نبی کو تکلیف پہنچاتے، اور اس نبی کے انتقال کے بعد لوگوں کو گمراہ کرتے تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے دو شیطان جبتر (یعنی ابوبکر) اور زریق (یعنی عمر) ہیں ۔ جو آپ کو آپ کی زندگی میں دکھ دیتے رہے اور آپ کے انتقال کے بعد مسلمانوں کی گمراہی کا سبب بنے [1]

شیعہ ملعون ملا مقبول "جبتر" اور "زریق" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے ۔

"زریق کا معنی ہے نیلی آنکھوں والا اس سے مراد ابوبکر ہے کیونکہ اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور جبتر لومڑی کو کہتے ہیں ۔ عمر کو جبتر اس لئے کہا گیا کہ وہ (معاذ اللہ) بڑا مکار و عیار تھا" [2]

قمی امام جعفر سے ذکر کرتا ہے:

"ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کسی انصاری کے پاس تشریف لائے، اس نے آپ کی خدمت میں گوشت بھون کر پیش کیا ۔ رسول اللہ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ علی اس موقعہ پر آجائیں مگر علی کی بجائے دو منافق (یعنی ابوبکر و عمر) آگئے پھر علی علیہ السلام بھی تشریف لے آئے تو اللہ نے آیت نازل فرمادی:

"وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث (والمحدث کا لفظ ملعون قوم کا اپنا اضافہ ہے، قرآن مجید میں یہ لفظ موجود نہیں) إلا إذا تمنى ألقى

---

[1] تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۱۴

[2] ترجمہ مقبول

الشیطان فی اُمنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان "

یعنی ہم نے آپ سے قبل جتنے بھی انبیاء و رسل اور محدثین مبعوث کئے ان میں شیطان نے جب بھی اپنی خواہش کے القاء کی کوشش اللہ تعالٰی نے اس شیطانی خواہش کو منسوخ کر دیا۔ [1]

یہی قمی ارشاد باری تعالٰی " فبما نقضھم میثاقھم لعنّاھم وجعلنا قلوبھم قاسیۃ " کی تفسیر کرتے ہوئے اپنے یہودی بغض کا اظہار یوں کرتا ہے،

" ارشاد الٰہی ہے، علی کی خلافت و امارت میں عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان (صدیق و فاروق اور دیگر صحابہ کرام) پر لعنت کی اور ان کے دل پتھر کر دیئے۔ انہوں نے علی کی امامت کو غصب کر لیا اور خود مسلمانوں کے حکمران بن کر بیٹھ گئے " [2]

ارشاد باری تعالٰی " لیحملوا أوزارھم کاملۃ یوم القیامۃ ومن أوزار الذین یضلونھم بغیر علم " کی تفسیر کرتے ہوئے یہی قمی لکھتا ہے،

" جن لوگوں نے امیر المومنین کی خلافت چھینی، ان کا حق سلب کیا وہ روز قیامت اپنے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اپنے پیروکاروں کا بھی جنہیں انہوں نے گمراہی کے راستے پہ ڈالا۔ امام جعفر فرماتے ہیں۔ قیامت تک قتل، دنگا فساد، زنا غرضیکہ جتنے بھی جرائم سرزد ہوں گے ان کا گناہ ابوبکر و عمر کی گردن پہ ہوگا۔ ..... ابوبکر کہ جس نے ارتکاب حرام (غصب خلافت) کا آغاز کیا اور اپنے بعد آنے والوں کے لئے اس حرام کے ارتکاب کی راہ ہموار کی۔ بنو امیہ اور بنو عباس سمیت قیامت تک آنے والے تمام بادشاہوں اور ارباب اقتدار کا گناہ اسے ملے گا " [3]

---

[1] تفسیر قمی ج ۲ ص ۸۶

[2] ایضاً ج ۱ ص ۱۶۴۔

[3] ایضاً ج ۱ ص ۳۸۳

شیعہ مورخ کشی شیعہ راوی وردبن زید سے بیان کرتا ہے اس نے کہا؛

"میں امام باقر علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ کمیت (شیعہ قوم کا سردار) نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ امام باقر علیہ السلام نے اسے اجازت دے دی۔ چنانچہ کمیت نے امام باقر کی خدمت میں حاضر ہو کر ابوبکر و عمر کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا؛ آج تک جس قدر بھی اللہ اس کے رسولؐ اور حضرت علی کے حکم کی مخالفت کی گئی ہے اس کا گناہ ان دونوں کی گردن پر ہے۔ تو کمیت نے کہا؛ اللہ اکبر! اتنا ہی کافی ہے"[1]

ایک اور روایت میں ہے

"امام باقر علیہ السلام نے کمیت سے کہا؛ آج تک جس قدر بھی ناحق خون بہایا گیا ہے چوری، ڈاکے اور زنا کا ارتکاب کیا گیا ہے اس کی سزا ان کا ارتکاب کرنے والوں کے علاوہ ابوبکر کو بھی ملے گی، اور ہم اپنے تمام بڑوں اور چھوٹوں کو ان کے خلاف لعن طعن کرنے اور تبرا بازی کا حکم دیتے ہیں"[2]

عثمان بن عفان رضؓ

شیعہ قوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف بھی بے انتہا بغض رکھتی ہے، کیونکہ آپؓ نے مالی طور پر اسلام کو تقویت پہنچائی، مسلمان جب اقتصادی زبوں حالی کا شکار تھے اس وقت آپؓ نے اپنی ساری دولت مسلمانوں کے لئے وقف کر دی تھی۔ شیعہ

---

[1] رجال الکشی ص ۱۷۹

[2] رجال الکشی ص ۱۸۰ احوال کمیت بن زید الاسدی

قوم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اسی جذبۂ ایثار اور آپ کی سنہری خدمات پر غیظ و غضب اور بغض عداوت کے اظہار کے لئے یہودیت سے اخذ کردہ عقائد کے مطابق اپنی کتب میں بہت سی روایات ذکر کی ہیں۔

چنانچہ شیعہ مورخ کشی اپنی کتاب میں خود ساختہ حکایت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علیؓ اور حضرت عمارؓ مسجد نبوی کی تعمیر میں مصروف تھے کہ عثمان اِترا کر چلتا ہوا ان کے قریب سے گزرا، امیر المؤمنین (علیؓ) نے حضرت عمار کو اشارہ کیا تو انہوں نے عثمان کو متوجہ کرتے ہوئے کہا:

لا یستوی من یعمر المساجدا	وہ شخص جو رکوع سجود سے مسجد کو آباد
یظل فیہا راکعاً و ساجدا	کرنے والا ہو اور وہ جو اپنے آپ کو گرد و غبار
و من تراہ عاندا معاندا	سے بچا کر غرور و نخوت سے چلنے والا ہو
عن الغبار لا یزال حائدا	برابر نہیں ہو سکتے۔

عثمان فوراً شکایت کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ کے پاس گیا اور کہا ہم نے اس لئے اسلام قبول نہیں کیا کہ ہم پر آوازے کسے جائیں اور ہماری توہین کی جائے۔ اللہ تعالےٰ کو عثمان کا یہ غرور و تکبر پسند نہ آیا اور یہ آئت نازل فرمائی۔

"یمنون علیک أن أسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم" یہ لوگ اسلام قبول کر کے بڑا احسان جتلاتے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا بوجھ نہ ڈالو۔[1]

یہی کشی شیعہ راوی صالح الحذاء سے یہ روائت یوں بیان کرتا ہے:

"علی علیہ السلام اور حضرت عمار مسجد نبوی کی تعمیر میں مصروف تھے کہ ادھر

---

[1] رجال الکشی ص ۳۳

سے عثمان کا گزر ہوا، تو کچھ گرد و غبار اس کے کپڑوں پر جا گرا جس پر عثمان نے اپنے چہرے کو کپڑے سے ڈھانپ کر متکبرانہ انداز سے منہ دوسری طرف پھیر لیا تو علی علیہ السلام نے حضرت عمار سے کہا کہ جو میں کہوں تم اسے دہراتے جانا تو علی علیہ السلام نے وہی شعر پڑھے : لا یستوی من یعمر المساجدا الخ

حضرت عمار بھی ساتھ ساتھ دہراتے چلے گئے۔ اس پر عثمان آگ بگولا ہو گیا اور حضرت علی کو تو کچھ نہ کہہ سکا مگر عمار کو کہا او کمینے غلام! تو علی علیہ السلام نے حضرت عمار سے کہا جاؤ نبی صلی اللہ علیہ والہ سے شکائت کر کے آؤ کہ عثمان نے مجھے "کمینہ غلام" کہا ہے۔ چنانچہ حضرت عمار نبی صلی اللہ علیہ والہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکائت کی تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے علاوہ کسی اور نے بھی عثمان کو یہ کہتے سنا ہے۔ عمار نے علی علیہ السلام کا نام لیا، علی علیہ السلام نے بھی تصدیق کی تو آپ نے حضرت علی سے فرمایا، جاؤ تم بھی عثمان کو یہی الفاظ کہہ کر آؤ چنانچہ علی علیہ السلام گئے اور عثمان کو مخاطب کر کے کہا تم ہو گے غلام، تم ہو گے کمینے" [۲] عیاذاً باللہ!

شیعہ مفسر قمی اپنی تفسیر میں نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھتے ہوئے لکھتا ہے :۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا، قیامت کے روز پانچ گروہ پانچ جھنڈے لے کر میرے پاس سے گزریں گے۔ پہلے گروہ کی قیادت ایسی امت کا "بنی اسرائیلی بچھڑا" (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ معاذ اللہ) کر رہا ہو گا، میں اس گروہ سے پوچھوں گا! تم نے میرے بعد ثقلین یعنی، قرآن مجید اور اہل بیت سے کیا سلوک کیا ؟ تو جواب ملے گا : قرآن مجید کو ہم نے تبدیل کر دیا اور اہل بیت پر ہم نے ظلم کیا تو

---

[۱] رجال الکشی ص ۳۳

[۲] ایضاً ص ۳۴

میں کہوں گا: تمہارے چہرے سیاہ ہوں، جہنم تمہارا ٹھکانہ ہو تم جہنم کی آگ میں بھوکے پیاسے جلتے رہو۔

دوسرے گروہ کی قیادت اس امت کا فرعون (یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ معاذ اللہ) کر رہا ہوگا، اس سے بھی میں یہی سوال دہراؤں گا تو جواب ملے گا قرآن کریم کو ہم نے جلا دیا، پھاڑ دیا اور اس کی مخالفت کی اور اہل بیت کی ہم نے نافرمانی کی، ان سے بغض رکھا اور ان سے جنگ کی تو میں کہوں گا: جاؤ جہنم کی آگ میں جلتے رہو۔

تیسرے گروہ کی قیادت اس امت کا سامری (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ معاذ اللہ) کر رہا ہوگا۔ اس گروہ سے بھی یہی سوال و جواب ہوگا۔

چوتھے گروہ کی قیادت سب سے پہلا خارجی ذوالثدیہ کر رہا ہوگا اس گروہ سے بھی یہی سوال و جواب ہوگا۔

پانچویں گروہ کی قیادت امام المتقین وصی رسول رب العالمین (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) کر رہے ہوں گے میں اس گروہ سے پوچھوں گا تم نے میرے بعد ثقلین سے کیا سلوک کیا تو جواب ملے گا ثقل اکبر (قرآن کریم) پر ہم نے عمل کیا اور ثقل اصغر (اہل بیت) کی ہم نے مدد کی تو میں ان سے کہوں گا: تمہارے چہرے منور ہوں اور تم جنت میں پرسکون زندگی بسر کرو۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

"یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ فاما الذین اسودت وجوھھم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون۔ واما الذین ابیضت وجوھھم ففی رحمۃ اللہ ھم فیھا خالدون"۔

روز قیامت کچھ لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے اور کچھ کے چہرے سیاہ، سیاہ چہرے والوں سے کہا جائے گا: تم ایمان لاکر دوبارہ کافر و مرتد ہوگئے تھے، تم اپنے کفر کے سبب عذاب میں مبتلا رہو اور سفید چہرے والے ہمیشہ کے لئے اللہ کی رحمت کے سائے

تلے رہیں گے ۔ ؎۱

شیعہ قوم کی بدطینتی ملاحظہ فرمائیے کس طرح وہ صحابہ کرامؓ کے خلاف یہودی افکار و خیالات کا اظہار کر رہے اور خداوندی کا مستحق ٹھہرا رہے ہیں ۔

کشی روائت کرتا ہے ۔

"ایک دن امام جعفر صادق نے کچھ اشعار پڑھے جس میں پانچ گروہوں (جن کا بیان سابقہ روائت میں گزر چکا ہے) کا ذکر تھا، پھر دریافت فرمایا: یہ اشعار کس کے ہیں ؟

جواب ملا، محمد الحمیری کے، فرمانے لگے، رحمہ اللہ، اس پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں ۔

راوی کہتا ہے: میں نے عرض کیا: وہ تو شرابی آدمی تھا، میں نے خود اُسے شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے ۔

امام جعفر صادق نے فرمایا: محبِ علی اگر شرابی بھی ہو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا ؎۲

شیعہ محدث محمد بن یعقوب الکلینی اپنی کتاب "الکافی" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے

"علی علیہ السلام نے فرمایا:

مجھ سے پہلے حکمرانوں (خلفائے راشدینؓ) نے واضح طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی مخالفت کی، عہد شکنی کے مرتکب ہوئے اور آپ کی سنت کو تبدیل کیا" ؎۳

یہی کلینی حضرت جعفر صادق سے روائت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:

"آئت، إن الذين آمنوا ثم كفروا ثم آمنوا ثم كفروا ثم ازدادوا كفرا لن تقبل توبتهم ۔

؎۱ تفسیر القمی ج ۱ ص ۱۰۹

؎۲ رجال کشی ص ۲۴۲

؎۳ کتاب الروضة من الکافی ص ۵۹ مطبوعہ ایران

"یعنی بلاشبہ وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لاتے پھر کافر ہو گئے پھر اپنے کفر میں پختہ ہو گئے ان کی توبہ کسی صورت بھی قبول نہیں ہوگی۔"

فلاں، فلاں اور فلاں کے بارے میں نازل ہوئی۔ کہ وہ پہلے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ پر ایمان لائے پھر جب ان کے سامنے علی علیہ السلام کی ولایت و وصایت پیش کی گئی تو انہوں نے انکار کیا اور کافر ہو گئے۔ پھر وہ امیر المومنین کی بیعت پر ایمان لے آئے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے انتقال کے بعد پھر کافر ہو گئے اور خود ہی ایک دوسرے کی بیعت لے کر کفر میں پختہ ہو گئے ــــــ کلینی اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے کہتا ہے ــــــ فلاں، فلاں اور فلاں سے مراد ابوبکر، عمر اور عثمان ہیں [1]

باقی صحابہ کرام اور امہات المومنین

شیعہ قوم کا حسد اور یہودی بغض و حقد فقط خلفائے راشدینؓ تک ہی محدود نہیں بلکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان اور اہل و عیال کے خلاف بھی خبث باطن کا اظہار کرتے ہیں نیز یہ ملعون قوم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدینؓ کے علاوہ باقی اکابرین صحابہ کرامؓ کو بھی سب و شتم کا نشانہ بناتی ہے اس قوم کو ان کی ذات سے کوئی عداوت نہیں بلکہ انہیں اصل تکلیف اس بات کی ہے کہ انہوں نے دین اسلام کی نشر و اشاعت میں حصہ کیوں لیا۔ چنانچہ ان کا مشہور مؤرخ کشی اپنی کتاب میں ذکر کرتا ہے۔

"امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ایک آدمی میرے بابا (حضرت زین العابدین شیعہ قوم کے نزدیک چوتھے معصوم امام) کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ عبداللہ بن عباس کا دعویٰ

---

[1] الکافی فی الاصول، کتاب الحجۃ ج ۱ ص ۴۲۰ مطبوعہ ایران

ہے کہ اسے ہر آئت کا شان نزول معلوم ہے تو مرے بابا زین العابدینؑ نے فرمایا کہ اس سے جا کر پوچھو کہ آئت ومن کان فی ھذہٖ اعمٰی فھو فی الآخرۃ اعمٰی یعنی جو شخص دنیا میں (بصیرت سے) اندھا بن کے رہے گا وہ روز قیامت (بصارت سے) بھی اندھا اٹھایا جائے گا۔

اور آئت ولا ینفعکم نصحی إن أردت أن أنصح لکم یعنی تمہیں میرا (رسول اللہؐ کا) نصیحت کرنا کچھ فائدہ نہیں دے سکتا اگرچہ میں تمہاری خیر خواہی کی نیت بھی کر لوں۔

ابن عباس سے پوچھو کہ یہ دونوں آیات کس کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں؟

چنانچہ اس آدمی نے ایسا ہی کیا اور واپس میرے بابا (زین العابدینؑ) کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ ابن عباس نے کیا جواب دیا ہے؟ اس نے عرض کیا، اس کے پاس میرے سوالوں کا کوئی جواب نہ تھا تو آپ نے فرمایا یہ دونوں آیات اس کے باپ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ) کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں۔[1] عیاذاً باللہ،

یہی کشی حضرت زین العابدینؒ سے ذکر کرتا ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن عباسؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اے ابن عباس! مجھے خوب معلوم ہے کہ آئت فلبئس المولٰی ولبئس العشیر یعنی برا ہے ساتھی اور برا ہے خاندان اس آئت کا تعلق تیرے باپ سے ہے۔ اور اگر تو جانتا نہ ہوتا تو میں تجھے یہ بھی بتلاتا کہ تیرا انجام کیا ہونے والا ہے لیکن تو خوب جانتا ہے کہ تیرا انجام کیا ہے۔۔۔۔ اور اگر مجھے اظہار کی اجازت ہوتی تو میں اور بھی بہت کچھ کہتا لوگ اگر سنتے تو انہیں یقین نہ آتا"[2]

---

[1] رجال کشی ص ۵۳ أحوال عبداللہ بن عباسؓ

[2] رجال کشی ص ۴۹

شیعہ عالم ملا باقر کلینی کے حوالے سے اپنی کتاب حیاۃ القلوب میں ذکر کرتا ہے۔

"علی علیہ السلام نے فرمایا: حضرت جعفر اور حضرت حمزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی زندگی میں ہی انتقال کر گئے اور آپ کے ساتھ دو کمزور اور ذلیل آدمی عباس اور عقیل (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور چچازاد بھائی) رہ گئے [1]"

یہ ہیں شیعہ قوم کے عقائد و نظریات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ اور آپ کے چچازاد بھائی حضرت عقیل کے متعلق۔ اسی طرح حضرت عباسؓ کے بیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے متعلق ان کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیں، شیعہ قوم انہیں خیانت و بددیانتی کا مرتکب قرار دیتے ہوئے اپنے بغض کا اظہار یوں کرتی ہے:

"علی علیہ السلام نے عبداللہ بن عباس کو بصرے کا گورنر مقرر کیا، تو وہ بصرہ کے بیت المال سے بیس لاکھ درہم کی رقم چرا کر مکہ میں چھپ گیا۔ علی علیہ السلام کو جب خبر ہوئی تو وہ آبدیدہ ہو کر فرمانے لگے، اگر رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے چچازاد بھائی کا یہ حال ہے تو باقی مسلمانوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔" [2]

اس نص سے شیعہ قوم کا مسلمانوں اور اکابرین امت محمدیہ کے خلاف بغض اور حسد بصورت تمام واضح ہو جاتا ہے۔

نیز "علی علیہ السلام نے ابن عباس وغیرہ کے متعلق یہ بددعا فرمائی تھی،

اے اللہ ان پر اپنی لعنت نازل فرما ان سے ان کی بصارت چھین لے اور انہیں بصیرت و ہدایت سے محروم فرما" [3]

---

[1] حیاۃ القلوب از ملا باقر مجلس ج ۲ ص ۵۶۷ مطبوعہ بھارت

[2] رجال کشی ص ۵۷

[3] رجال کشی ص ۵۲

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیف اللہ یعنی اللہ کی تلوار کا لقب عطا فرمایا۔ آپؓ تاریخ اسلام کے ہی ہیرو نہیں۔ غیر اسلامی اقوام بھی آپؓ جیسا سپہ سالار لانے سے قاصر ہیں۔ فتح و نصرت آپؓ کا مقدر بن چکی تھی۔ آپؓ جس محاذ پہ بھی تشریف لے گئے اسلام کا پرچم بلند کیا اور دشمنانِ اسلام کو شکست دی، آپؓ کے کارناموں سے مستشرقین اور غیر مسلم مؤرخین بھی حیران و ششدر ہیں آپؓ کی جرأت و شجاعت مسلمان امت کے لیئے قابل فخر اثاثہ ہے، آپؓ کی ہمت و بہادری تاریخ اسلام کی ایک قابل تقلید مثال اور امت مسلمہ کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے مگر شیعہ قوم کی بدطینتی اسلام کے خلاف بغض و عناد اور ان کا خبث نفس ملاحظہ فرمائیں کہ قوم تاریخ اسلام کی اس عظیم شخصیت کے کردار پہ بھی چھینٹے اڑانے سے باز نہ آئی اور ایک حکایت وضع کر کے ان کی سیرت کو داغدار کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ شیعہ مفسر قمی اپنی تفسیر میں لکھتا ہے:

"جب حضرت علی اور ابوبکر کے درمیان مسئلہ خلافت پہ اختلاف ہوا تو ابوبکر نے عمر سے مشورہ طلب کیا کہ اب علی سے کیا سلوک کیا جائے وہ ہمارے راستے کی رکاوٹ بنے ہوتے ہیں تو عمر نے کہا: کیوں نہ ہم انہیں قتل کروادیں۔

ابوبکر نے کہا: مگر یہ ذمہ داری کس کے سپرد کی جائے؟

عمر نے مشورہ دیا کہ خالد بن ولید سے علی کو قتل کروایا جا سکتا ہے۔

چنانچہ خالد بن ولید کو طلب کیا گیا اور طے ہوا کہ فلاں دن فلاں نماز میں سلام کے فوراً بعد خالد بن ولید علی علیہ السلام کو قتل کر دے۔

اس سازش کا علم ابو بکر کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس کو بھی ہو گیا۔ انہوں نے حضرت علی کو پیغام بھیجا کہ آپ کو قتل کرنے کی سازش کی جا رہی ہے۔ علی علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ ان کی سازش کامیاب نہیں ہونے دے گا۔

فیصلے کے مطابق خالد بن ولید پہلی صف میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا تلوار اس کے پاس تھی۔ نیت یہ تھی کہ جوں ہی ابو بکر سلام پھیرے گا میں علی کو قتل کر دوں گا۔

ابو بکر نے امامت کی مگر جب آخری تشہد پہ پہنچا تو اسے اپنے فیصلے پہ ندامت ہوئی اور علی علیہ السلام کی ہیبت اور قوت و طاقت سے مرعوب ہو کر اسے اپنا فیصلہ تبدیل کرنا پڑا، کافی دیر سوچنے کے بعد دوران نماز میں ہی خالد بن ولید کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا: یا خالد: لاتفعل ما أمرتك به، السلام عليكم ورحمة الله"

اے خالد! جس کام کا میں نے تجھے حکم دیا تھا وہ نہ کرنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ یعنی یہ کہہ کر فوراً ہی سلام پھیر دیا سلام کے بعد علی علیہ السلام نے خالد بن ولید سے پوچھا، ابو بکر نے تجھے کیا حکم دیا تھا؟

کہنے لگا: کہ سلام کے فوراً بعد تمہیں قتل کر دوں۔

علی علیہ السلام نے دریافت فرمایا: اگر ابو بکر کی طرف سے تجھے نہ روکا جاتا تو کیا تم ایسا کرتے؟

کہا: ہاں! میں ضرور کر گزرتا۔

اس پہ علی علیہ السلام کو غصہ آگیا اور خالد بن ولید کو پکڑ کر زمین پہ گرا لیا۔ قریب تھا کہ آپ اسے جان سے مار دیتے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اے علی! اس قبر والے کا واسطہ خالد بن ولید کو معاف کر دو۔ چنانچہ آپ نے اسے چھوڑ دیا۔

پھر آپ عمر کی جانب متوجہ ہوئے اور اُسے گریبان سے پکڑ کر فرمانے لگے کہ اگر مجھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کا پاس نہ ہوتا تو میں تجھے بتلاتا کہ کمزور کون ہے اور طاقتور کون"[1] اسے شیعہ قوم کی خود ساختہ اس ایک حکایت سے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے خلاف ان کے بغض اور کینے کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ قوم کس قدر بغیض و قبیح خیالات کی مالک اور یہودی افکار و نظریات سے وابستہ ہے، یہ بغض و حقد اس قوم کو یہودیوں سے ورثہ میں ملا ہے، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، اور حضرت خالد بن ولید کے خلاف یہ سوچ یہودی فکر کی غماز نہیں تو اور کیا ہے؟

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق شیعہ مؤرخ کشی اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔
"عبداللہ بن عمر اپنے عہد کو توڑنے والا شخص تھا اور اسی حالت میں اس کی موت واقع ہوئی"[2]

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما

حضرت طلحہ اور حواری رسول[3] حضرت زبیر رضی اللہ عنہما ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی[4]

---

[1] تفسیر قمی ص ۱۵۹
[2] رجال کشی ص ۴۱
[3] بخاری و مسلم
[4] رواہ الترمذی و احمد

اِن کے متعلق شیعہ مفسر علی بن ابراہیم قمی کہتا ہے:

"آیت إن الذين كذبوا بآياتنا واستكبروا عنها لا تفتح لهم أبواب السماء ولا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل في سم الخياط"

(یعنی وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور اظہار تکبر کیا ان کے لیئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ جنت میں داخل نہیں ہوسکیں گے تاوقتیکہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں سے نہ گزر جائے یعنی قطعاً جنت میں داخل نہ ہوسکیں گے)

یہ آیت طلحہ اور زبیر کے متعلق نازل ہوئی" [1]

حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت براؓ بن عازبؓ

ان دونوں جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے متعلق شیعہ قوم کا عقیدہ ہے کہ:

"علی علیہ السلام نے ان دونوں کے خلاف بد دعا کی تھی جس کے نتیجہ میں برآ بن عازب اندھا ہوگیا تھا اور انس بن مالک کو پھل بیری کی شکایت ہوگئی تھی" [2]

لعنة الله على الكاذبين۔

ازواجِ مطہراتؓ

شیعہ قوم کے اپنی یہودی سوچ اور انتقامی جذبات کی بنا پر پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ازواج کہ جنہیں اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں امہات المؤمنین (مومنوں کی مائیں) قرار دیا ہے۔ کے خلاف بھی طعن و تشنیع کے نشتر چلانے میں کوئی شرم محسوس نہیں کی، عفت و حیا کا لبادہ اپنے چہرے سے اتار کر عداوت اسلام اور بغض رسول اسلام کا ثبوت

---

[1] تفسیر قمی ج ۱ ص ۲۳۰۔ [2] رجال کشی ص ۴۶

دیتے ہوئے اس یہودی الفکر قوم کا ایک خبیث سرغنہ طبرسی اپنی کتاب الاحتجاج میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے خلاف دریدہ دہنی کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"جنگ جمل والے دن جب عائشہ کے اونٹ پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی علی علیہ السلام غصے کے عالم میں فرمانے لگے؛ اب عائشہ کو طلاق دیئے بغیر گزارہ نہیں۔ اس پہ ایک آدمی اٹھا اور کہنے لگا۔ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا۔

اے علی! میرے بعد میری بیویوں کا معاملہ تیرے سپرد ہے۔ (یعنی جسے چاہے نکاح میں رکھے اور جسے چاہے طلاق دے۔ عیاذاً باللہ۔ اس آدمی کی تصدیق ۱۳ دوسرے آدمیوں نے بھی کی جن میں دو بدری بھی شامل تھے۔ جب عائشہ نے یہ سنا تو وہ رو پڑی" [1]

اللہ تعالےٰ کی ہزار لعنتیں ہوں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف اس دیوثیت کا مظاہرہ کرنے والوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تہمت لگانے والی ابن سبا یہودی کی معنوی اولاد پر۔ اس طرح کے ذلیل، منافقانہ اور عداوت اسلام پہ مبنی عقائد رکھنے کے بعد بھی ان لوگوں کو اسلام کی طرف اپنی نسبت کرتے ہوئے حیا محسوس نہیں ہوتی!

بے حیا باش و آنچہ خواہی کن

مشہور شیعہ مؤرخ کشی روایت کرتا ہے۔

"عائشہ کو شکست سے دو چار کرنے کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے ابن عباس کو اس کی طرف بھیجا۔ ابن عباس جہاں عائشہ ٹھہری ہوئی تھی وہاں گئے اور اس سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، عائشہ نے کوئی جواب نہ دیا، ابن عباس اجازت ملنے کا انتظار کئے بغیر ہی اندر داخل ہو گئے ابن عباس کہتے ہیں: میرے بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ نہ تھی میں نے کجاوے کا کپڑا اٹھایا اور اس پہ بیٹھ گیا تو عائشہ پردے کے پیچھے سے مجھے کہنے لگی؛ اے ابن عباس!

---

[1] الاحتجاج للطبرسی ص ۸۲ مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ھ

ایک تو تم میرے گھر میں بغیر اجازت داخل ہو گئے اور پھر میری اجازت کے بغیر ہی میرے گھر کے سامان کو استعمال کیا، یہ دونوں کام خلاف سنت ہیں۔ ابن عباس کہنے لگے: ہمیں تجھ سے زیادہ سنت کا علم ہے ہم نے ہی تجھے یہ باتیں سکھلائی ہیں، ہم نے نہیں تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی سنت کی خلاف ورزی کی، اپنے آپ کو دھوکہ دیا، اپنے نفس پر ظلم کیا اور قہر خداوندی کو دعوت دی۔ تیری حیثیت ہی کیا ہے۔ تو ۹ چیڑیوں (ازواج مطہراتؓ کی طرف اشارہ ہے) میں سے ایک چیڑی ہے جنہیں رسول اللہ نے اپنے بعد چھوڑا۔ تو ان سے بڑھ کر نہیں نہ تیرا رنگ ان سے زیادہ سفید ہے اور نہ ہی تو حسن وجمال اور تر وتازگی میں ان سے بڑھ کر ہے، جاؤ اپنے گھر جا کر آرام کرو پھر نہ ہم تیرے گھر میں بغیر اجازت داخل ہوں گے اور نہ ہی تیرے سامان کو ہاتھ لگائیں گے ابن عباس اتنا کہہ کر امیر المومنین علی علیہ السلام کے پاس آئے اور انہیں سارا ماجرا کہہ سنایا تو آپ نے فرمایا: اسی لیئے میں نے تمہارا انتخاب کیا تھا" ۱؎

صحابہ کرامؓ کی عمومی تکفیر

شیعہ قوم کے یہ سارے نظریات یہودیوں کے وضع کردہ ہیں جو اسلام کے خلاف انتقامی جذبہ رکھتے تھے، انہوں نے "حب علیؓ" کے در پردہ اسلام کے خلاف سازش کی اور اپنے چہروں پر حُبِّ علیؓ کا لیبل لگا کر "شیعہ علیؓ" کے نام سے ظاہر ہوئے اور ازواج مطہرات، خلفائے راشدینؓ اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے خلاف بغض وحسد کا اظہار کیا اور ان کی تکفیر کی۔

چنانچہ اس قوم کا مشہور مؤرخ کشی امام باقر کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ انہوں نے کہا۔

۱؎ رجال کشی ص ۵۵، ۵۶، ۵۷

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے انتقال کے بعد تمام لوگ (صحابہ کرامؓ) مرتد ہو گئے تھے ماسوائے مقداد بن اسود، ابو ذر غفاری اور سلمان فارسی کے اور اس آیت کا یہی مطلب ہے۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افأن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم

"یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں اگر آپ پہ موت طاری ہو جائے یا آپ کو قتل کر دیا جائے تو کیا تم مرتد ہو جاؤ گے"۔ ۱؎

نیز "تین کے سوا تمام مہاجرین و انصار اسلام سے خارج ہو گئے تھے" ۲؎

اپنے ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا:

"قیامت کے دن اعلان کیا جائے گا: محمد رسول اللہؐ کے وہ ساتھی کہاں ہیں جنہوں نے آپ کی وفات کے بعد عہد شکنی نہیں کی تو سلمان، مقداد اور ابو ذر کے سوا کوئی نہیں کھڑا ہو گا" ۳؎

حیرت ہے اس شیعہ روایت کے مطابق تو حضرت علیؓ، حسنؓ، حسینؓ باقی اہل بیت عمارؓ، حذیفہؓ اور عمرو بن الحمق کا شمار بھی کفار و مرتدین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے گئے عہد کو توڑنے والوں میں ہو گا؟

اس یہودی الفکر روایت کا اصل مقصد بھی یہی ہے۔ صحابہ کرامؓ کی تکفیر شیعہ قوم کا نظریہ ہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کہ جن کی محبت کا سہارا لے کر یہ باقی صحابہ کرامؓ کی تکفیر کرتے ہیں ان کا عقیدہ بھی شیعہ کی کتاب "نہج البلاغہ" کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت علیؓ خلفائے

۱؎ رجال کشی ص ۱۲

۲؎ ایضاً ص ۱۳

۳؎ رجال کشی ص ۱۵

راشدین تو درکنار جنگ صفین میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والوں سے بھی عداوت کا اظہار جائز نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ شیعہ عالم محمد رضی اپنی کتاب "نہج البلاغہ" میں حضرت علی رضی سے روائت کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"ہمارا اور اہل شام (یعنی امیر معاویہؓ کے ساتھیوں) کا عقیدہ ایک ہی ہے، ہمارا معبود ایک ہے، ہماری دعوت ایک ہے، نہ ہمارا ایمان ان سے زیادہ ہے نہ ان کا ایمان ہم سے۔ ہمارے مقاصد مشترکہ ہیں اختلاف صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور انتقام کا ہے، اور ہم آپ کے قتل کی سازش سے بری الذمہ ہیں" [1]

نیز "یہ بہت بری بات ہے کہ تم معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور ان کے ساتھیوں کو برا بھلا کہو۔۔۔ انہیں برا بھلا کہنے کی بجائے کہا کرو کہ لے اللہ ہمارے (فریقین کے) گناہوں سے درگزر فرما اور ہمارے درمیان اتحاد و اتفاق پیدا فرما" [2]

تو کہاں حضرت علیؓ اور کہاں یہودیوں کی یہ ناپاک اولاد جو اکابرین صحابہؓ کی تکفیر کرتی، ان سے بغض رکھتی اور ان کے خلاف دریدہ دہنی کرتی ہے۔ اللہ تعالٰے اس گمراہ قوم کو غارت کرے

صحابہ کرامؓ اہل سنّت کے نزدیک

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار ساتھی تھے۔ جنہوں نے دین اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے اپنے مال و جان کو اللہ تعالٰے کی راہ میں قربان کیا۔

اسلامی تاریخ کی عظمت کا سہرا کائنات کی ان عظیم شخصیات کے سر پہ ہے، جو اپنے گھر بار

---

[1] نہج البلاغہ ص ۴۴۸ مطبوعہ بیروت

[2] ایضاً ص ۳۲۳

اور مال و متاع کو خیر باد کہہ کر اللہ کی راہ میں نکلے اور پیغمبر اسلام فخر کونین ہادئ ثقلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارۂ ابرو پر اپنی جانوں کو قربان کر دیا، جن کے دن اللہ اور اس کے رسول کے باغیوں سے جہاد و قتال اور راتیں اللہ کے حضور قیام اور رکوع و سجدے میں گزرتیں۔ جنہوں نے اس وقت اسلام کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا جب کائنات کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دیار سے ہجرت پر مجبور کر رہے اور آپ کے قتل کے منصوبے بنا رہے تھے، جنہوں نے اس وقت اپنا مال اللہ کی راہ میں صرف کیا جب کائنات کے باسی عیش و عشرت میں اپنی دولت لٹا رہے تھے جنہوں نے اس وقت اللہ کی توحید کا نعرہ بلند کیا جب پوری دنیا غیر اللہ کے سامنے سجدہ ریز تھی۔ جنہوں نے اس وقت اسلام کا پرچم بلند کیا جب طاغوت کی طاقتیں اپنے عروج پہ تھیں، نبی کائنات کے یہ مقدس ساتھی جب مل کر اللہ کی توحید کا نعرہ لگاتے تو کفر و شرک کے ایوانوں میں زلزلہ آجاتا دنیا حیران و ششدر رتھی کہ غربت و افلاس کے پسے ہوئے نحیف و ناتواں صحراؤں میں رہ کر گزارہ کرنے والے، بھیڑ بکریاں پال کر اپنا پیٹ پالنے والے جنگ کے اصولوں سے ناواقف، فن حرب سے ناآشنا یہ لوگ کون ہیں جو روم و فارس کی طاقتوں کو للکار رہے اور ان سلطنتوں پہ اپنا پرچم بلند کرنے کی دھمکی دے رہے ہیں، اور پھر چشم کائنات نے دیکھا کہ ان دھمکیوں کو "مجذوب کی بڑ" کہنے والے ان کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال چکے تھے۔

ان ہستیوں سے وہی شخص عناد رکھ سکتا ہے جو اسلام کا دشمن اور اللہ اور اس کے رسول کا باغی ہو، اسلام سے محبت کرنے والا اور اللہ اور اس کے رسول کا فرماں بردار کوئی شخص ان سے عداوت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

ذیل میں شیعہ قوم کے برعکس اہل سنت کی کتب میں موجود چند احادیث نبویہ ذکر کی جاتی ہیں جن میں فضائل صحابہ کا بیان ہے:

فرمان نبوی ہے:

"میرے صحابہ کو بُرا بھلامت کہو، اگر بعد میں آنے والا کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں صرف کر دے تو ان کے خرچ کئے ہوئے ایک مد تقریباً آدھ سیر کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا" [1]

نیز: "جس طرح ستارے آسمان کی امن و سلامتی کا نشان ہیں، اسی طرح میرے صحابہ میری امت کے لیے عذاب الٰہی سے امن کا باعث ہیں" [2]

نیز: "میرا ہر صحابی قیامت کے روز ایک قائد و راہنما کی حیثیت سے اٹھایا جائے گا" [3]

"جب تمہیں ایسے لوگ نظر آئیں جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہتے ہوں تو تم کہو لعنة اللہ علی شرکم اللہ کی لعنت ہو تمہاری اس بُری حرکت پر" [4]

نیز: میری امت میں سے میرے اوپر سب سے زیادہ احسانات ابوبکرؓ کے ہیں" [5]

نیز: "اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان و قلب کو حق کا مہبط و مرکز بنا دیا ہے" [6]

نیز: "ابوبکر و عمر ادھیڑپن کی عمر میں مرنے والے جنتیوں کے سردار ہوں گے" [7]

نیز: "جنت میں ہر نبی کا ایک دوست ہوگا اور میرے دوست عثمان بن عفان ہوں گے" [8]

نیز: "اے لوگو! جس نے میرے چچا عباس کو تکلیف دی گویا اس نے مجھے تکلیف دی

---

[1] بخاری و مسلم — [2] رواہ مسلم

[3] رواہ الترمذی — [4] رواہ الترمذی — [5] بخاری و مسلم

[6] رواہ الترمذی — [7] رواہ الترمذی و ابن ماجہ

[8] رواہ الترمذی

بلاشبہ چچا کا مرتبہ باپ کے برابر ہے"۔ ؎۱

نیز" اے اللہ عباس اور ان کے بیٹوں کے ظاہری و باطنی گناہ معاف فرما اور انکی حفاظت فرما" ؎۲

نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے دریافت کیا گیا" آپ کو سب سے زیادہ عزیز کون ہے؟

فرمایا: عائشہ

پوچھا گیا: مردوں میں سے!

فرمایا عائشہؓ کے باپ ابو بکر" ؎۳

نیز" خالد بن ولید اللہ کی تلوار ہیں" ؎۴

نیز" اے اللہ! معاویہؓ کو ہدائیت یافتہ اور مسلمانوں کے لیے ہادی و راہنما بنا" ؎۵

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا:

براء بن عازب اللہ تعالیٰ کے ان نیک اور سادہ بندوں میں سے ہیں جو اگر اللہ کی قسم کھا کر کچھ کہ دیں تو اللہ ان کی قسم کو پورا کر دے" ؎۶

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے نیک ہونے کی گواہی دیتے ہوئے فرمایا:

"عبد اللہ بن عمر نیک آدمی ہیں" ؎۷

یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکباز ساتھی جن کے متعلق شیعہ قوم کے نظریات بھی آپ نے ملاحظہ فرمائے اور رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام

؎۱ رواہ الترمذی ؎۲ رواہ الترمذی ؎۳ بخاری و مسلم
؎۴ رواہ احمد ؎۵ رواہ الترمذی ؎۶ رواہ الترمذی
؎۷ بخاری و مسلم

کے ارشادات بھی۔

یہود و مجوس نے ان کے خلاف بغض و عناد اور کینہ وحسد کے اظہار کیے لیے عبداللہ بن سبا یہودی کو قائد بنایا اور "شیعان علی" کے نام سے ظاہر ہو کر بے بنیاد حکایات وضع کیں اور ان پر شیعہ مذہب کی بنیاد رکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے خلاف بدزبانی اور فحش گوئی کر کے ان سے اس بات کا انتقام لینا چاہا کہ انہوں نے یہودیوں کے اسلاف بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ کو مدینہ منورہ سے نکالا تھا اور ان کی سرکوبی کی تھی۔ اور مجوسیوں کے عبادت خانوں کی اس آگ کو بجھایا تھا جسے پوجنے کے لیے انہوں نے صدیوں سے جلا رکھا تھا۔ ان کے نزدیک صحابہ کرامؓ کا یہ بہت بڑا جرم تھا کہ انہوں نے قیصر و کسریٰ کے تاج کو پاؤں تلے روند کر روم فارس پر اسلام کا پرچم لہرا دیا تھا۔

ایران میں شیعہ مذہب کی ترویج کا سبب

ایران (فارس) کی زمین پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں پرچم توحید بلند ہوا، حضرت عمر فاروقؓ نے ایرانیوں کی قوت و شوکت کو پارہ پارہ کیا، انہیں ان کی سرزمین پر شکست دی، وہاں سے مجوسیت کا قلع قمع کیا اور صدیوں سے حکومت کرتے ہوئے الوہیت کے دعویدار ساسانی خاندان کا خاتمہ کیا۔ اسی وجہ سے مجوسیت کے پیروکار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف ہو گئے اور انہیں اپنا دشمنِ اول گرداننے لگے۔ چنانچہ یہودیوں نے اپنے ناپاک عقائد کی ترویج اور اسلامی حکومت کے خلاف فتنہ و فساد کے بیج بونے کے لیے ایران کی سرزمین کو زرخیز خیال کیا اور پھر اتفاق سے ایرانی شہنشاہ یزدجرد کی بیٹی شہربانو

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے عقد میں آگئی کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فتح ایران کے بعد ایرانی قیدیوں کے ساتھ آنے والی یزدجرد کی بیٹی حضرت حسین رضؓ کو ہبہ کر دی تھی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے شادی کر لی تھی۔ ایرانیوں نے جب دیکھا کہ حضرت حسینؓ کے بیٹے شیعہ کے چوتھے امام علی زین العابدین شہربانو کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں اور اس اعتبار سے ماں کی طرف سے ان کی رگوں میں ایرانی خون گردش کر رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے شیعہ مذہب کو قبول کرنے میں ذرا سا بھی تأمل نہ کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلاف انتقامی جذبات کو تسکین دینے اور ساسانی خون کی تقدیس کے لیے فوراً ابن سبا یہودی کے ہمنوا بن گئے۔

ابن سبا نے ایرانی شہر کوفہ کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنا کر مجوسیوں کے تعاون سے خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف محاذ بنالیا اور یہودی و مجوسی عقائد کی ترویج شروع کر دی۔

برطانوی مستشرق جس نے ایران میں طویل عرصہ گزار کر وہاں کی ثقافت و تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا اپنی تصنیف میں لکھتا ہے۔

"ایرانیوں کی طرف سے مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ عمر بن خطاب کی مخالفت و معاندت کا سبب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے فارس کو فتح کیا اور ان کی قوت و شوکت کو کمزور کر کے وہاں اسلام کا پرچم بلند کیا تھا۔ البتہ ایرانی کھل کر عمر بن خطاب کی مخالفت نہ کر سکے اور انہوں نے اسے مذہبی رنگ دے کر اور کچھ خود ساختہ عقائد کا سہارا لے کر ان سے بغض و عداوت کا اظہار کیا"[1]

---

[1] تاریخ ادبیات ایران مصنفہ ڈاکٹر براؤن ج ۱ ص ۷۱۲، اردو ترجمہ مطبوعہ بھارت۔

ایک دوسری جگہ رقمطراز ہے۔ ا

"اہل ایران کی طرف سے عمر بن خطاب کی مخالفت کا سبب یہ نہ تھا کہ انہوں نے علی اور فاطمہ کے حقوق غصب کیے تھے بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ عمر بن خطاب نے ایران کو فتح کر کے ساسانی خاندان کا خاتمہ کیا تھا ___ برطانوی مصنف ڈاکٹر براؤن نے یہاں ایک ایرانی شاعر کے فارسی اشعار بھی نقل کیے ہیں۔

بشکست عمر پشت ہزبران اجم را

بر باد فنا داد رگ و ریشۂ جم را

ایں عربدہ بر غصب خلافت ز علی نیست

با آل عمر کینہ قدیم است عجم را

یعنی عمر نے ایرانیوں کی کمر توڑ دی اور آل جمشید (شہنشاہ فارس کا نام) کی بیخ کنی کی۔ علی سے خلافت کا غصب کرنا تو ایک بہانہ ہے عمر کی مخالفت کا اصل سبب تو ان عجمیوں کا وہ کینہ و حسد ہے جو زمانۂ قدیم سے چلا آ رہا ہے"۔ ا؎

نیز جب ایرانیوں نے دیکھا کہ علی بن حسین زین العابدین میں ایرانی خون کی آمیزش ہے تو یہ بات ان کے اس عقیدے کی پختگی کا باعث بنی کہ ملوکیت اسی خاندان کا حق ہے"۔ ۲؎

ا؎ تاریخ ادبیات ایران ج ۴ ص ۹۴۔

۲؎ ایضاً ج ۱ ص ۲۱۵۔

ولائت ووصایت

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ عبداللہ بن سبا نے "اسلام" کے لبادہ میں ایک ایسا دین ایجاد کیا جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، اس دین کے عقائد میں سے ایک عقیدہ "وصایت وولایت" بھی جو خالصتاً یہودی عقیدہ ہے اور سب سے پہلے اس کا اظہار منافق عبداللہ بن سبا نے کیا، یہ عقیدہ شیعہ مذہب کے بنیادی عقائد میں سے ہے چنانچہ اس عقیدے کا ذکر کرتے ہوئے شیعہ محدث محمد بن یعقوب کلینی اپنی اس کتاب میں جسے شیعہ عقائد کے مطابق بارہویں (موہوم ومزعوم) امام پر پیش کیا گیا اور اس نے اس میں موجود روایات کی تصدیق کی، امام باقرؒ سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا۔

اسلام کے پانچ ارکان ہیں: نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور ولایت، اور جتنی اہمیت عقیدہ ولایت کی ہے اتنی کسی رکن کی نہیں۔[1] یہیں سے شیعہ اور مسلمانوں کے مابین اختلاف کا آغاز ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک اسلام کا بنیادی اور پہلا رکن توحید و رسالت پہ ایمان ہے مگر شیعہ قوم کے نزدیک اس رکن کی کوئی حیثیت نہیں اور عقیدہ وصایت وولایت تمام ارکان سے افضل واہم ہے۔ شیعہ قوم کے نزدیک وصائت و ولائت علیؓ کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور آپ کے مقرر کردہ خلیفہ و نائب تھے، خلافت آپؓ کا اور آپ کی اولاد کا حق تھا مگر ابوبکر، عمر اور عثمان نے حضرت علی سے یہ حق غصب کر لیا اور خود خلیفہ

---

[1] اصول کافی، باب دعائم الاسلام ج ۲ ص ۲۰ مطبوعہ ایران۔

بن گئے۔ شیعہ کے نزدیک اس عقیدے پہ ایمان لانا تمام ارکانِ اسلام سے اہم ہے شیعہ کہتے ہیں:

"امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اسلام کے ارکان تین ہیں: نماز، زکوٰۃ اور ولائت" [1]

گویا حج اور روزہ کی بھی کوئی حیثیت نہ رہی۔ ایک روایت میں ہے:

"ہماری ولائت (خلافت و وصایت) اللہ کی ولائت ہے تمام انبیائے کرام نے ہماری ولایت کی طرف دعوت دی" [2]

اسی پہ بس نہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

میری ولایت اہل ارض و سماء پر پیش کی گئی، ایمان لانے والے ایمان لے آئے اور انکار کرنے والوں نے انکار کر دیا۔ یونس (اللہ کے نبی) نے میری ولائت کا انکار کیا تو اللہ تعالےٰ نے سزا کے طور پر انہیں مچھلی کے پیٹ میں اس وقت تک قید رکھا جب تک وہ میری ولائت پر ایمان نہ لے آئے" [3]

نیز "حضرت علی کی ولائت تمام صحف انبیاء میں مکتوب ہے اور ہر نبی کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور علی علیہ السلام کی وصایت دے کر مبعوث کیا گیا" [4]

---

[1] اصول کافی ج ۲ ص ۱۸ مطبوعہ ایران۔

[2] بصائر الدرجات للصفار ج ۲ باب ۹ مطبوعہ ایران ۱۲۸۵ھ، ایضاً کتاب الحجۃ من الکافی، ج ۱ ص ۴۳۸۔ [3] بصائر الدرجات ج ۲ ص ۱۰۔

[4] کتاب الحجۃ من الکافی ج ۱ ص ۴۳۸ مطبوعہ ایران۔

ایک روایت میں ہے:

"اللہ تعالیٰ نے جس طرح انبیائے کرام سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی نبوت ورسالت پر ایمان لانے کا عہد لیا اسی طرح علی علیہ السلام کی ولایت کے اقرار کا بھی عہد و میثاق لیا"[1]

شیعہ مفسر قمی آیت "وإذ أخذ اللہ میثاق النّبیین" کے تحت لکھتا ہے:

"امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت آدم سے لے کر جتنے نبی بھی مبعوث ہوئے سب کے سب دنیا میں واپس آئیں گے اور امیر المؤمنین (علیؓ) کی مدد کریں گے اور یہی مطلب ہے "ولتنصرنہ" کا "لتومنن بہ یعنی رسول اللہ، ولتنصرنہ یعنی امیر المومنین" یعنی اللہ نے تمام انبیاء ورسل سے عہد لیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے اور امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی مدد کریں گے"[2]

یہ ہے اس یہودی الأصل مذہب کا بنیادی رکن جس کے بارے میں شیعہ مورخین نوبختی اور کشی کا قول گزر چکا ہے کہ اس عقیدے کی ترویج کے لیے سب سے پہلے عبداللہ بن سباء نے آواز اٹھائی۔

تعطیل شریعت

عقیدۂ وصائت کے متعلق پیش کردہ نصوص کے بعد اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ شیعہ مذہب یہود کا ایجاد کردہ وپروردہ ہے،

---

[1] بصائر الدرجات ج ۲ باب ۹ مطبوعہ ایران۔

[2] تفسیر القمی ج ۱ ص ۱۰۶ مطبوعہ ایران۔

یہودیوں نے یہ عقائد اسلامی شریعت کو نقصان پہنچانے کی غرض سے وضع کیے اور انہیں "اسلامی" رنگ دے کر مسلمانوں کو حقیقی اسلام سے دور کرنے کی کوشش کی، شیعہ قوم لاکھ اس حقیقت سے انکار کرے مگر جب تک وہ ان عقائد سے برأت کا اظہار نہیں کرتی اور وصائت و تبرا بازی جیسے مذموم اور یہودی نظریات و اعتقادات سے تائب نہیں ہوتی اس وقت تک اس قوم سے وابستہ افراد کو اسلام سے اپنا تعلق قائم کرنے کا کوئی حق نہیں۔

شیعی عقائد کے مطابق نجات کا دارومدار عمل پر نہیں بلکہ جس طرح یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ "نحن ابناؤ اللہ واحباؤہ" ہم اللہ کے بیٹے (معاذاللہ) اور اس کے محبوب ہیں چنانچہ روز قیامت ہم عذاب سے محفوظ رہیں گے اسی طرح شیعہ قوم کا عقیدہ ہے چونکہ ہم محبین علی اور محبین اہل بیت ہیں لہذا ان کی محبت کی بدولت ہماری بخشش یقینی ہے، حبِّ اہل بیت کے بعد عذاب الٰہی کا ہمیں کوئی خوف و ڈر نہیں۔

شیعہ مفسر قمی اپنی تفسیر میں لکھتا ہے:

"امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن امیر المؤمنین علی علیہ السلام کو آواز دی جائیگی، وہ لبیک کہیں گے ... پھر باقی تمام آئمہ کرام کو آواز دی جائے گی ... پھر شیعان علی کو اور وہ اپنے اماموں کے ساتھ بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔" [1]

ایک روایت جو پیچھے بھی گزر چکی ہے اس میں بھی اس عقیدے (تعطیل شریعت) کی وضاحت کی گئی ہے کہ:

"امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس کسی شرابی آدمی کا ذکر کیا گیا جس نے

---

[1] تفسیر القمی ج ۱ ص ۱۲۸۔

عثمان بن عفان کے خلاف اور علی علیہ السلام کی محبت میں اشعار کہے تھے تو امام جعفر علیہ السلام نے فرمایا:

وما ذالك على الله أن يغفر لمحب علي۔

"کہ اگرچہ وہ ایک شرابی شخص تھا مگر علی سے تو محبت کرتا تھا! اور محبّ علی اگر شرابی بھی ہو تو اللہ اسے معاف فرما دے گا" [1]

امام جعفر صادق سے ہی ایک اور روایت ہے کہ انہوں نے ایک شیعہ شاعر (مرثیہ خواں) سے چند اشعار سنے جن میں اہل بیت پر ظلم کا ذکر تھا، اشعار سن کر ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، پھر فرمانے لگے:

"اے جعفر بن عفان! (مرثیہ خواں کا نام) فرشتوں نے بھی تمہارے شعر سنے اور ان کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے، اور تیرے ان اشعار کی بدولت ابھی ابھی اللہ تعالیٰ نے تیرے تمام گناہ معاف فرما کر تجھ پر جنت واجب کر دی ہے۔

"پھر فرمایا: جو شخص بھی شہادت حسین بیان کر کے خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رلائے اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے" [2]

(یعنی محفل عزا کا اہتمام کرو اور خود ساختہ واقعات پڑھ کر آنسو بہاؤ اور سارے گناہ معاف کروا لو۔ کوئی ضرورت نہیں نماز روزے اور دوسرے واجبات دین پر عمل کرنے کی۔

یہی وجہ ہے کہ شیعہ مذہب میں جمعہ جماعت کی کوئی حیثیت نہیں نہ ان کے

---

[1] رجال کشی ص ۱۴۳۔

[2] رجال کشی ص ۲۴۶۔

نزدیک جمعہ فرض ہے اور نہ ہی نماز باجماعت کی ادائیگی، آج بھی ایران وغیرہ میں ان کے امام باڑوں میں جمعہ جماعت کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا۔ سال بعد انہیں محرم میں کھولا جاتا ہے اور باطل روایات وحکایات کے ذریعے لوگوں کو رلایا جاتا، صحابہ کرامؓ کی تکفیر کی جاتی، ان کے خلاف ہرزہ سرائی و دریدہ دہنی کی جاتی ہے اور جنت کی بشارت سنا دی جاتی ہے۔ مترجم)

اس طرح کی روایات سے شیعہ کتب بھری ہوئی ہیں، شیعہ مذہب کی ایجاد کا مقصد ہی یہی تھا کہ اسلامی تعلیمات کو مسخ اور شریعت اسلامیہ کو معطل کیا جائے، اسی باعث اس قسم کی روایات کو عام کیا گیا اور اس قسم کے اعتقادات کی ترویج کی گئی۔

مسئلہ بداء

شیعہ مذہب کا یہ عقیدہ بھی ابن سبا یہودی کی ایجاد و اختراع ہے اس عقیدے کا مفہوم ہے کہ معاذ اللہ اللہ تعالےٰ کو بعض واقعات کے ہونے کا علم نہیں ہوتا تاوقتیکہ وہ وقوع پذیر نہ ہو جائیں۔

شیعہ محدث کلینی نے اپنی کتاب میں "البداء" کے عنوان سے بہت سی روایات ذکر کی ہیں۔ لکھتا ہے۔

"امام علی رضا علیہ السلام ــــ شیعہ کے آٹھویں امام ــــ فرماتے ہیں:
اللہ تعالےٰ کے تمام انبیاء نے اللہ کے لیے عقیدہ بداء کا اقرار و اعتراف کیا ہے"[1]

---

[1] اصول کافی کتاب التوحید باب البداء ج ۱ ص ۱۴۸ مطبوعہ ایران۔

اس عقیدے کی وضاحت کرتے ہوئے نوبختی لکھتا ہے:

"امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنی زندگی میں اپنے بڑے بیٹے اسماعیل بن جعفر کو اپنے بعد امامت کے لیے نامزد کیا تھا کہ میرے بعد وہ امام ہوں گے لیکن ان کے بیٹے اسماعیل کا امام جعفر کی زندگی میں ہی انتقال ہوگیا___ جس پر لوگوں نے اعتراض کیا کہ حضرت! آپ نے تو انہیں امامت کے لیے نامزد فرمایا تھا آپ کو اپنے بیٹے کے انتقال کا علم نہ تھا؟ ___ تو آپ نے فرمایا: (صرف مجھے ہی نہیں) اللہ کو بھی علم نہ تھا، اللہ تعالےٰ کو بداء (یعنی علم بعد الجہل) ہوا ہے"۔ [1]

عیاذاً باللہ!

مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا بھی یہی ارادہ تھا کہ اسماعیل بن جعفر ہی امام جعفر صادق کے بعد امام بنیں اور اللہ تعالےٰ نے ہی امام جعفر کو حکم دیا تھا کہ وہ ان کی امامت کا اعلان کر دیں لیکن اللہ تعالےٰ کو معاذ اللہ اسماعیل کی وفات کے بعد پتہ چلا کہ یہ فیصلہ غلط تھا۔

(اسماعیلیوں اور شیعہ اثنا عشریہ کے درمیان اختلاف کا آغاز بھی یہیں سے ہوا، اسماعیلیوں کا مؤقف تھا کہ چونکہ امامت باپ کے بعد بیٹے کی طرف کی منتقل ہوتی ہے اس لیے اسماعیل کے بعد امامت ان کے بیٹے محمد بن اسماعیل کا حق تھا نہ کہ اسمٰعیل کے بھائی موسیٰ کاظم کا۔

جب کہ شیعہ اثنا عشریہ نے ان کے موقف کی مخالفت کرتے ہوئے موسیٰ کاظم کو امام مان لیا اور ان کی امامت کے لیے عقیدۂ بداء کا سہارا لیا کہ غلطی امام جعفر صادق کی نہیں بلکہ معاذ اللہ ___ اللہ کی تھی۔ مترجم)

---

[1] فرق الشیعۃ از نوبختی ص ۸۴ مطبوعہ نجف۔

اس طرح کی صورتِ حال سے موسیٰ کاظم کبھی دوچار ہونا پڑا چنانچہ کلینی لکھتا ہے:

"ابو ہاشم جعفری کہتے ہیں کہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ امام موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بیٹے ابو جعفر کا چونکہ انتقال ہو گیا ہے لہٰذا اب امامت آپ کے دوسرے بیٹے ابو محمد کو ملے گی جس طرح کہ اسماعیل کے انتقال کے بعد امامت آپ کو مل گئی تھی، جوں ہی میرے دل میں یہ خیال گزرا، آپ فرمانے لگے:

ہاں ابو ہاشم! تم درست سوچ رہے ہو، میرے بیٹے ابو جعفر کے متعلق اللہ تعالیٰ کو اس طرح بداء ہوا ہے جس طرح اسماعیل کے متعلق ہوا تھا۔ اب میرے بعد میرا بیٹا ابو محمد امام ہوگا، اسے غیب کا علم حاصل ہے اور اس کے پاس آلۂ امامت ہے" [1]

گویا شیعہ قوم کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بعض واقعات وقوع پذیر ہونے سے پہلے مخفی ہوتے ہیں۔

کلینی ہی کی روایت ہے:

"عبد المطلب روزِ محشر اکیلے ہی امت کی حیثیت سے اٹھیں گے۔ ان پر بادشاہوں کا سا جلال اور انبیائے کرام کا سا حلیہ ہوگا۔ کیونکہ وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے عقیدۂ بداء کا اظہار کیا" [2]

---

[1] اصول کافی ج ۱ ص ۳۲۷۔

[2] اصول کافی ج ۱ ص ۲۲۸۔

عقیدۂ رجعت

یہ بھی ایک یہودی عقیدہ ہے۔ شیعہ مذہب میں اس عقیدے کے مطابق بارہ امام دنیا میں دوبارہ ظاہر ہوں گے۔

شیعہ قوم اور بارہ امام

شیعہ قوم کے نزدیک عقیدۂ وصائت و امامتِ ائمہ کی اہمیت تمام اسلامی ارکان سے زیادہ ہے۔ اس عقیدہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے واجب الاطاعت امام و وصی تھے۔ ان کے بعد حضرت حسن رضؓ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ پھر ان کے بیٹے زین العابدینؒ پھر ان کے بیٹے امام باقرؒ اور آخری امام و وصی محمد بن عسکری شیعی عقیدے کے مطابق بچپن میں ہی ایک غار کے اندر چھپ گئے تھے۔ شیعہ قوم آج تک اس امام کے غار سے نکلنے کا انتظار کر رہی ہے حالانکہ یہ سب افسانوی باتیں ہیں، اس کا پیدا ہونا ہی ثابت نہیں غار میں چھپنا اور ابھی تک اس کے زندہ ہونے کا عقیدہ رکھنا تو ویسے ہی خلاف عقل اور مضحکہ خیز عقیدہ ہے۔

شیعہ قوم اپنے اماموں کے بارہ میں بہت سے خلاف اسلام عقائد رکھتی ہے۔ ان کے مطابق بارہ امام انبیاء و رسل سے افضل ہیں یہی نہیں بلکہ وہ خدائی اختیارات و تصرفات کے مالک اور صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہیں مخلوق کے

حاجت روا اور مشکل کشا ہیں، ساری دنیا ان کے تابع ہے، فرشتے اور انبیاء ورسل ان کے مطیع ہیں کوئی چیز ان سے مخفی نہیں۔

ائمہ اور علم غیب

کلینی اپنی کتاب "الکافی" میں روایت کرتا ہے: "امام کو ہر چیز کا علم ہوتا ہے، جب کسی بھی واقعہ کے متعلق جاننا چاہیں انہیں فوراً اس کا علم ہو جاتا ہے"[1]

نیز: "ہر امام اپنی موت سے آگاہ اور اس سلسلے میں با اختیار ہوتا ہے جب تک وہ خود نہ چاہے اس پر موت واقع نہیں ہوسکتی[2]

حضرت جعفر سے روایت کرتے ہیں۔

"جو امام غیب کا علم نہیں رکھتا[3] اور اپنے انجام سے باخبر نہیں ہوتا وہ لوگوں کے لیے حجت نہیں"[4]

---

۱ اصول کافی کتاب الحجۃ ج ۱ ص ۲۵۸

۲ اصول کافی ج ۱ ص ۲۸۵

۳ اس واضح نص کے بعد لطف اللہ صافی کا یہ کہنا کہ شیعہ اپنے اماموں کے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتے کذب وبددیانتی کا مظہر ہے، لطف اللہ صافی کہتا ہے کہ محب الدین الخطیب نے شیعہ پر بہتان لگایا ہے کہ وہ اپنے اماموں کو عالم الغیب سمجھتے ہیں، لطف اللہ صافی بتلائے کہ کون ہے کذاب ومفتری؟ تم یا محب الدین الخطیب؟

۴ اصول کافی ج ۱ ص ۲۸۵۔

غلو و مبالغہ آرائی

شیعہ قوم کے نزدیک ان کے اماموں کا رتبہ انبیائے کرام سے زیادہ ہے، انبیاء و مرسلین ان کے عقیدہ کے مطابق اماموں سے ـــ معاذاللہ ـــ کمتر ہیں البتہ نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں ان کا کہنا ہے کہ بارہ امام آپ سے افضل و اعلیٰ تو نہیں مگر ان کا مقام و مرتبہ آپ سے ادنیٰ بھی نہیں گویا موسیٰ کاظم اور علی رضا وغیرہ امتی ہونے کے باوجود رتبے کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہیں جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو اس قوم کے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہیں چنانچہ شیعی روایت ہے:

"امیر المؤمنین علی علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن جنت اور دوزخ کی تقسیم میرے سپرد ہوگی (جسے چاہوں جنت میں داخل کردوں اور جسے چاہوں جہنم میں داخل کردوں) ...... حضرت جبریل علیہ السلام، تمام فرشتوں اور تمام رسولوں نے میرے لیے بھی ان فضائل و مناقب کا اقرار کیا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ خاص ہیں.... البتہ مجھے چند ایسی صفات عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے قبل کسی کو عطا نہیں کی گئیں۔ مجھے اموات، مصائب و تکالیف اور حسب و نسب کا علم عطا کیا گیا۔ نیز مجھے قوت خطابت سے بھی نوازا گیا۔ اسی طرح مجھے گزشتہ اور مستقبل کے تمام واقعاتِ عالم کا بھی علم ہے۔ مجھ پر کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں"[1]

---

[1] اصول کافی ج ۱ ص ۱۹۶ مطبوعہ ایران۔

یہ وہ "چند صفات" ہیں جو ان کے بقول حضرت علیؓ سے قبل کسی کو حتیٰ کہ رسول اللہ کو بھی عطا نہیں کی گئیں۔ البتہ حضرت علیؓ کے بعد آنے والے باقی امام ان صفات سے متصف ہیں۔

چنانچہ کلینی، علی رضا ____ شیعہ کے آٹھویں امام سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:

"ہم اللہ کے امین ہیں یعنی ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں، ہمیں لوگوں پہ نازل ہونے والی مصائب و مشکلات، ان کی موت کے وقت اور ان کے حسب و نسب کا علم ہے۔ ہم شکل دیکھ کر ہی کسی کے مومن یا منافق ہونے کا اندازہ لگا لیتے ہیں" [1]

اماموں کے لیے علم غیب کا یہ عقیدہ قرآنی آیات سے واضح طور پر متصادم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قل لا یعلم من فی السموات والأرض الغیب إلا اللہ" [2]

آسمانوں اور زمینوں کے غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔

نیز: وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا إلا ھو" [3]

اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیبی امور کا علم ہے اس کے علاوہ انہیں کوئی نہیں جانتا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ اعلان فرما دیں:

"قل لا أقول لکم عندی خزائن اللہ ولا أعلم الغیب ولا أقول لکم إنی ملک"

---

[1] کتاب الحجۃ من الکافی ج ۱ ص ۲۲۳۔

[2] سورۃ النمل آیت ۶۵۔

[3] سورۃ الانعام آیت ۵۹۔

"فرما دیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی مجھے غیب کا علم ہے اور نہ تم سے میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں"

نیز: قل لا املك لنفسی نفعا و لا ضرا الا ما شاء الله ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء إن أنا إلا نذیر وبشیر لقوم یومنون[1]"

"فرما دیجئے میں اپنی ذات کے لیے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر جس قدر اللہ چاہے۔ اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرتا اور مجھے کوئی گزند نہ پہنچتی، میں تو اہل ایمان کے لیے بشیر (خوشخبری دینے والا) اور نذیر (ڈرانے والا) کے سوا کچھ نہیں"

ارشاد باری تعالےٰ ہے:

ان الله عندہ علم الساعة وینزل الغیث ویعلم ما فی الأرحام وما تدری نفس بأی ارض تموت إن الله علیم خبیر[2]

"اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، وہی بارش نازل فرماتا ہے، وہی رحم مادر کے اندر جو کچھ ہے اس کا علم رکھتا ہے۔ کسی شخص کو علم نہیں کہ اسے کس مقام پر موت آگھیرے گی بلاشبہ اللہ تعالےٰ ہی تمام امور کو جاننے والا اور باخبر ہے"

اللہ تعالےٰ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"ومن اهل المدینه مردوا علی النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم[3]"

"اہلِ مدینہ میں سے کچھ ایسے منافقین ہیں جو اپنے نفاق پر پختہ ہو چکے ہیں۔

---

[1] سورۃ الاعراف آئت ۱۸۸ ۔ [2] سورۃ لقمان آئت ۳۴

[3] سورۃ التوبہ آئت ۱۰۱ ۔

(اے نبیؐ!) آپ انہیں نہیں جانتے ہم ہی جانتے ہیں"

اب ہر قاری خود ہی قرآنی آیات اور شیعی عقائد کے درمیان موازنہ کر سکتا ہے قرآن کے مطابق غیبی امور کا علم اللہ تعالے کے سوا کسی کو نہیں مگر شیعہ قوم کے مطابق ان کے اماموں پر آسمان و زمین کی کوئی چیز مخفی نہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاءؐ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ وہ اپنی ذات کے لیے بھی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے مگر شیعہ قوم کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی جنت اور دوزخ کے مالک ہیں جسے چاہیں جنت میں داخل کر دیں اور جسے چاہیں جہنم میں۔

اسی طرح قرآن مجید کے مطابق موت کے وقت اور مقام کا تعین، قیامت کا علم، بارش کے نزول کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی سے خاص ہے مگر شیعہ قوم کے نزدیک ان تمام امور کا علم ان کے اماموں کو بھی ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کے مطابق امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں موجود منافقین کا علم نہ تھا مگر شیعہ قوم کا عقیدہ ہے کہ ان کے امام شکل دیکھ کر ہی کسی کے منافق یا مومن ہونے کا اندازہ کر لیتے تھے۔

قارئین ملاحظہ فرمائیں ایک طرف اللہ کا دین ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور دوسری طرف شیعہ قوم کا دین ہے جو یہودیت اور مجوسیت سے اخذ کیا گیا ہے۔

شیعہ قوم اپنے اماموں کے فضائل بیان کرتے وقت انبیائے کرام کی توہین میں بھی کسی قسم کا تردد محسوس نہیں کرتی چنانچہ ان کا محدث کلینی یوسف التمار سے روائت کرتا ہے۔ اس نے کہا:

"ہم ایک روز امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔

کہ آپ فرمانے لگے: ہمارے درمیان کوئی جاسوس بیٹھا ہوا ہے۔ ہم نے ادھر اُدھر نگاہ دوڑائی ہمیں کوئی مشکوک شخص نظر نہ آیا۔ ہم نے کہا: ہمارے خیال میں یہاں کوئی جاسوس نہیں ہے۔

(اپنی بات کی تردید پر آپ غصے میں آگئے) اور فرمایا: رب کعبہ کی قسم! اگر میں موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے ساتھ موجود ہوتا تو میں انہیں بتاتا کہ میں ان دونوں سے زیادہ علم رکھتا ہوں۔ اس لیے کہ ان دونوں کے پاس ماضی کا علم تھا مگر وہ حال اور مستقبل کے بارہ میں کچھ نہ جانتے تھے جب کہ مجھے قیامت تک کے تمام واقعات کا علم ہے"۔ [1]

ایک اور روایت میں ہے۔

"امام جعفر صادق نے فرمایا: جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے مجھے سب اشیاء کا علم ہے، اور جو کچھ جنت اور دوزخ میں ہے مجھے اس کا بھی علم ہے، اسی طرح مجھے گزشتہ واقعات اور ہونے والے واقعات کا بھی علم ہے"۔ [2]

شیعہ قوم جانتی تھی کہ اگر انہوں نے براہ راست انبیاء و رسل کی توہین کی تو یہ تحریک عوام میں پھیل نہیں سکے گی اس لیے انہوں نے حب اہل بیت کی آڑ میں انبیائے کرام کو تنقیص کا نشانہ بنایا اور خود امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص سے بھی باز نہ رہے۔ اپنے اماموں کے فضائل بیان کرتے وقت ان کا مقام و مرتبہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھا دیا اور اس قدر غلو سے کام لیا کہ انبیائے کرام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس

---

[1] اصول کافی ج ۱ ص ۲۶۱ مطبوعہ ایران

[2] اصول کافی باب "اماموں کو تمام واقعات کا علم ہے اور ان پر کوئی چیز مخفی نہیں" ج ۱ ص ۲۶۱۔

ان کے اماموں کے مقابلے میں معاذ اللہ ہیچ اور کمتر آنے لگی۔

چنانچہ بصائر الدرجات کا مصنف اور کلینی کا استاذ روایت بیان کرتا ہے:

"امام جعفر صادق فرمایا کرتے تھے: ہمارے پاس ایک ایسا فرشتہ آتا ہے جو جبرائیل اور میکائیل سے بھی بڑا ہے" [1]

یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیائے کرام پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوا کرتے تھے مگر شیعہ کے اماموں پر حضرت جبرائیل سے بھی افضل و اعلیٰ کوئی اور عظیم فرشتہ نازل ہوتا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہوئے ایک شیعہ راوی کہتا ہے:

"جب آپ کو فتح خیبر کے لیے بھیجا گیا تو آپ کچھ دیر الگ ہو کر کھڑے رہے آپ کے ساتھیوں نے دیکھا تو انہوں نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہیں۔

واپسی پر کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ہاں اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ حضرت علی سے ہم کلام ہو چکا ہے یوم طائف کے موقعہ پر، تبوک کے مقام پر اور حنین کے مقام پر" [2]

حضرت جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف والوں سے کہا کہ میں تمہاری طرف ایک ایسے شخص کو روانہ کروں گا جو میری مانند ہے۔ پھر آپ نے حضرت علی کو طائف بھیجا اور خود رسول اللہ بھی اللہ تعالیٰ

---

[1] بصائر الدرجات للصفار ج ۵ باب ۷ مطبوعہ ایران۔

[2] ایضاً باب ۱۶ ج ۸ ۔

کے حکم کے مطابق حضرت علی کے پیچھے روانہ ہو گئے جب وہاں پہنچے تو حضرت علی پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے تھے۔ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! حضرت علی وہاں کیوں کھڑے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

"حضرت علی اپنے رب سے مناجات کر رہے ہیں" [1]

کس قدر مقامِ افسوس ہے کہ شیعہ قوم حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے اماموں کی فضیلت کی آڑ میں عقیدۂ ختم نبوت کا انکار کر رہی ہے کیا یہ عقیدہ رکھنا کہ جبرائیل سے بڑا فرشتہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اماموں پر نازل ہوتا تھا انکار ختم نبوت نہیں ہے؟

اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ براہ راست حضرت علیؓ سے ہم کلام ہوتا تھا یہ نبوت ورسالت کی توہین نہیں ہے؟ مگر شیعہ مذہب کا تو ہدف ہی یہی ہے، ان کے نزدیک انبیائے کرام کا رتبہ اماموں سے کمتر ہے۔

شیعہ محدث نعمت اللہ الجزائری اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"جان لیجیے! اس بات میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ ہاں ہمارے علماء کے درمیان اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا ہمارے امام مطلقاً تمام انبیائ سے افضل ہیں یا اولوالعزم رسولوں کا مرتبہ مساوی ہے لیکن اکثریت کا عقیدہ ہے اور یہی درست ہے کہ ائمہ مطلقاً تمام انبیائے کرام سے افضل ہیں ماسوائے محمد رسول اللہ کے" [2]

جہاں تک "ماسوائے محمد رسول اللہ" کا تعلق ہے تو یہ بھی محض تکلفاً کہا

---

[1] ایضاً

[2] ایضاً

گیا ہے ورنہ شیعہ مذہب کے مطابق بارہ امام معاذاللہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل و اعلیٰ ہیں۔ جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ نیز ملا باقر مجلسی اپنی کتاب (بحار الانوار) میں لکھتا ہے:

"رسول اللہ نے حضرت علی سے کہا:

اے علی! تم کچھ ایسی فضیلتوں کے مالک ہو جن سے میں محروم ہوں، مثلاً فاطمہ تمہاری بیوی ہے جب کہ میں اس طرح کی بیوی سے محروم ہوں، اسی طرح تمہارے دو بیٹے حسن اور حسین ہیں جب کہ میں اس مقام و مرتبے والی اولاد سے محروم ہوں۔

خدیجہ تمہاری ساس ہے جب کہ میری اس طرح کی کوئی ساس نہیں۔

میں تمہارا سسر ہوں، تمہارے سسر کی طرح کا میرا کوئی سسر بھی نہیں۔

جعفر تمہارا بھائی ہے۔ میرا اس طرح کا کوئی بھائی نہیں۔

فاطمہ ہاشمیہ تمہاری والدہ ہیں جب کہ میری ماں کا مقام ان کی مثل نہیں"[1]

شیعہ مورخ مفید حضرت حذیفہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا:

"ابھی ابھی جو شخص مجھے ملا تھا کیا تو نے اسے دیکھا؟

حضرت حذیفہ نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ!

آپؐ نے فرمایا: یہ فرشتہ تھا، اس سے پہلے یہ کبھی بھی مجھ پہ نازل نہیں ہوا۔ اس نے اللہ تعالےٰ سے درخواست کی کہ، اے اللہ! میں حضرت علی کو سلام کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی درخواست کو قبول فرمایا اور علی کو سلام کرنے کی اجازت دے دی چنانچہ وہ صرف علی کو سلام کرنے آیا تھا"[2]

---

[1] بحار الانوار کتاب الشہادۃ ج ۵ ص ۵۱۱ مطبوعہ ایران۔

[2] الأمالی للمفید المجلد الثالث ص ۱۲ طبعہ ثانیہ نجف العراق۔

یہ ہیں شیعہ قوم کی روایات جن کے پس پردہ حبّ علی کی آڑ میں وہ انبیائے کرام کی توہین اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کر کے یہودی افکار و نظریات کی ترویج کرنا چاہتے اور انہیں اسلامی شریعت کا حصّہ بنا کر اسلام کی حقیقی شکل کو مسخ کرنا چاہتے ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ علی علیہ السلام بھی سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دیے تو آپ نے علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

جس نے آدم کو اپنی خلقت میں، نوح کو اپنی حکمت میں اور ابراہیم کو اپنے علم میں دیکھنا ہو تو وہ علی بن ابی طالب کو دیکھ لے۔[1]

شیعہ قوم درحقیقت اپنے اماموں کو بتدریج الوہیت کے مقام پر فائز کرنا چاہتی ہے چنانچہ کلینی نے اپنی کتاب "الکافی" میں عنوان باندھا ہے :

"زمین امام کی ملکیت ہے"

اس عنوان کے تحت وہ حضرت جعفر صادق کی طرف منسوب ایک روائت ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ انہوں نے کہا :

"دنیا اور آخرت امام کے قبضۂ اختیار میں ہے جسے چاہے اور جو چاہے عطا کر دے"[2]

حضرت جعفر سے ہی روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا :

---

[1] الامالی للمفید المجلس الثانی صفحہ ۱۵ مطبوعہ نجف۔

[2] اصول کافی ج ۱ ص ۴۰۹ مطبوعہ ایران

"ہم حکومت الٰہیہ کے نگہبان ہیں۔ ہمارے پاس اللہ تعالےٰ کے علوم اور وحی خداوندی کا خزانہ ہے"[۳]

حضرت باقر کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے کہا:

"ہم علوم الٰہیہ کے خازن ہیں ہم وحی خداوندی کے ترجمان ہیں اور ہم آسمان سے نیچے اور زمین کے اوپر بسنے والوں کے لیے واضح حجت ہیں"[۴]

شیعہ قوم نے اپنے اماموں کو مافوق البشر ثابت کرنے اور انہیں خدائی صفات سے متصف کرنے کے لیے جھوٹی حکایات اور باطل روایات کا سہارا لیا ہے اور ایسی ایسی کہانیاں وضع کی ہیں جنہیں سن کر شیعہ قوم کی عقل کا ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ چنانچہ شیعہ محدّث نعمت اللہ الجزائری واقعہ خیبر میں حضرت علیؓ کی شجاعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"مرحب کے قتل کے بعد جبرائیل علیہ السلام بشارت دینے کے لیے رسول کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اس بشارت کی نسبت دریافت فرمایا تو جبرائیل نے عرض کی: یا رسول اللہ! جب علی نے اپنی تلوار مرحب کو قتل کرنے کے لیے اٹھائی تو اللہ تعالےٰ نے اسرائیل و میکائیل کو حکم دیا کہ علی کا بازو ہوا میں روک لو تاکہ پوری قوت سے نہ ماریں۔ مگر علی کی تلوار کی ضرب اتنی شدید تھی کہ اس کے باوجود وہ مرحب اور اس کے گھوڑے کو دو ٹکڑے کرتی ہوئی طبقات زمین میں پہنچ گئی یہ صورت حال دیکھ کر اللہ تعالےٰ نے مجھے حکم دیا کہ اے جبرائیل! جلدی زمین کے نیچے پہنچ اور علی کی تلوار کو اس بیل تک نہ پہنچنے

۱؎ ایضاً ص ۱۹۲

۲؎ الکافی فی الاصول ج ۱ ص ۱۹۲۔

دے جس نے زمین کو اپنے سینگوں پر اٹھایا ہوا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ زمین زیر و زبر ہو جائے لہٰذا میں گیا اور تلوار کو روکا۔ وہ تلوار میرے بازو پر قوم لوط کے شہروں سے بھاری تھی جو کہ سات شہر تھے جن کو میں نے ساتویں زمین سے اکھیڑ کر اپنے بازو پر آسمان کے قریب تک اٹھایا اور صبح کے وقت تک حکم کا منتظر رہا یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے ان شہروں کے الٹانے کا حکم دیا۔ علی کی تلوار کا بوجھ ان سات شہروں کے بوجھ سے بھی زیادہ تھا۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل سے دریافت فرمایا کہ تو نے ان شہروں کو اٹھاتے ہی کیوں نہ الٹ دیا؟

جبرائیل نے عرض کی: یا رسول! ان میں ایک بوڑھا کافر پیٹھ کے بل سو رہا تھا اور اس کے سفید بال آسمان کی طرف تھے۔ اللہ سبحانہ نے ان سفید بالوں کی حیا کرتے ہوئے انہیں عذاب دینے کا اس وقت تک حکم نہ دیا جب تک کہ اس بوڑھے نے کروٹ نہ لے لی۔ پھر اللہ نے مجھے عذاب کا حکم دیا۔

اسی دن جب قلعہ فتح ہوا اور ان کی عورتیں اسیر ہو گئیں ان میں شاہِ قلعہ کی بیٹی صفیہ بھی تھی۔ وہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس کے منہ پر ضرب کا نشان تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے اس کا سبب دریافت کیا۔ وہ کہنے لگی کہ جب علی قلعہ کی طرف آئے تو انہیں اسے فتح کرنے میں دشواری ہوئی علی غصہ میں آگئے اور قلعے کے ایک برج کو زور سے ہلایا تو سارے قلعے میں زلزلہ آگیا اور جتنے لوگ اونچی جگہ پر تھے گر پڑے۔ میں اپنے تخت پر بیٹھی ہوئی تھی۔ میں اس پر سے گر پڑی اور میرے چہرے پر ضرب لگی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: اے صفیہ! جب علی غضب میں آیا اور قلعے کو ہلایا تو علی کے غضب سے خدا غضب میں آیا اور تمام آسمانوں میں زلزلہ آگیا یہاں تک کہ فرشتے ڈر گئے اور اپنے منہ کے بل گر گئے۔

رہا درِ خیبر تو چالیس آدمی مل کر اس کو رات کے وقت بند کیا کرتے تھے جب علی علیہ السلام قلعہ میں داخل ہوئے تو کثرتِ ضرب سے آپ کی ڈھال پارہ پارہ ہو کر گر پڑی۔ آپ نے اس دروازے کو اکیلے ہی اکھیڑ لیا (جیسے چالیس آدمی مل کر بند کرتے تھے) اور اسے بطور ڈھال استعمال کرنے لگے۔ امیرالمؤمنین علی علیہ السلام جنگ کرتے رہے اور وہ دروازہ آپ کے ہاتھ میں تھا یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو فتح عطا فرما دی۔[1]

یہ ہے وہ خود ساختہ حکایت جس میں حضرت علی کو خدائی اوصاف سے متصف کیا گیا ہے "یضاھئون قول الذین کفروا من قبل قاتلھم اللہ انی یوفکون" یہ لوگ اپنے سے پہلے گزرے ہوئے کفار کی سی باتیں کرتے ہیں۔ اللہ انہیں غارت کرے یہ کہاں بھٹک رہے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ شیعہ دین میں بارہ امام نہ صرف تمام انبیائے کرام سے افضل ہیں بلکہ وہ خدائی صفات کے حامل بھی ہیں۔

---

[1] الانوار النعمانیہ لنعمت اللہ الجزائری ص

عقیدۂ تحریف قرآن

اہل سنت اور شیعہ کے درمیان بنیادی اختلاف یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک قرآن مجید مکمل کتاب ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ نہ اس میں کسی آیت کا اضافہ ہے اور نہ ہی کمی۔ صرف یہی نہیں بلکہ قیامت تک قرآن مجید کے کسی ایک حرف کو بھی تبدیل نہیں کیا جا سکے گا۔ یہ مقدس کتاب اسی حالت میں ہے جس حالت میں نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لیے چھوڑ کر گئے تھے۔ بخلاف دوسری آسمانی کتب اور صحائف کے کہ انہیں تبدیلی سے محفوظ نہ رکھا جا سکا بلکہ بعد میں آنے والوں نے اپنی منشا کے مطابق ان میں تبدیلی کر دی جب کہ قرآن مجید کی نسبت ارشاد ربانی ہے۔

"انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" ۱؎

ہم نے ہی ذکر (قرآن مجید) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔

دوسری آیت ہے:

"ان علینا جمعہ وقرآنہ، فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ ثم ان علینا بیانہ" ۲؎

۱؎ سورۃ الحجرہ آیت ۹

۲؎ سورۃ القیامۃ آیت ۱۷ تا ۱۹

یعنی قرآن مجید کو جمع کرنے اور اس کی قرأت کی ذمہ داری ہماری ہے۔ جب ہم اس کی تلاوت کریں (تو اے نبی !) آپ بھی دہراتے جائیں۔ پھر قرآن مجید کی تفسیر بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

نیز " لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید " [1] قرآن مجید ایسی کتاب ہے جس پر باطل اثر انداز نہیں ہو سکتا نہ سامنے آکر نہ پیچھے چھپ کر یہ اس ذات کا نازل کردہ ہے جو دانا اور تعریفوں کے لائق ہے۔

سو اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید میں نہ تغیر و تبدل کیا گیا ہے اور نہ قیامت تک کیا جا سکتا ہے یہ ہر لحاظ سے کامل و اکمل ہے، اس میں کمی یا زیادتی کا کوئی احتمال نہیں کیونکہ اگر یہ اعتقاد رکھا جائے کہ قرآن کریم بھی پہلی آسمانی کتب کی طرف تبدیلی سے محفوظ نہیں رہ سکا تو شریعت اسلامیہ کا ابطال لازم آتا ہے، اور تمام اسلامی عقائد تشکیک کی نذر ہو جاتے ہیں اس لیے کہ اگر کسی قرآنی آئت کی نسبت یہ یقین نہ رہے کہ وہ منزل من اللہ ہے تو اس سے کوئی عقیدہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کیونکہ عقائد کے اثبات کے لیے کسی یقینی امر کا ہونا ضروری ہے۔ ظنیات و محتملات سے ایمانیات کا اثبات ممکن نہیں۔

یہ تو اہل سنت کا عقیدہ ہے جہاں تک شیعہ قوم کا تعلق ہے تو ان کے نزدیک قرآن مجید اصلی شکل میں محفوظ نہیں بلکہ ان کے عقیدے کے مطابق اس کی بہت سی آیات میں تبدیلی کر دی گئی ہے اور قرآن مجید کا ایک بہت بڑا حصّہ حذف کر دیا گیا ہے۔ ان کے نزدیک موجودہ قرآن اصلی قرآن نہیں۔

---

[1] سورہ السجدة آئت ۴۲۔

یہ ہے وہ بنیادی اور حقیقی اختلاف جو اہل سنّت اور شیعہ بلکہ صحیح تعبیر کے مطابق مسلمانوں اور شیعہ کے درمیان پایا جاتا ہے ۱؎ اس لیے اگر کوئی شخص قرآن مجید میں کمی یا زیادتی کا عقیدہ رکھے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کا انکار درحقیقت اللہ اور اس کے رسول کا انکار ہے، تو شیعہ اس مسئلے میں نہ صرف یہ کہ اہل سنّت کے مخالف ہیں بلکہ درحقیقت وہ قرآن وحدیث اور عقل ومشاہدہ کی مخالفت کر رہے ہیں اور حق کو چھوڑ کر باطل کا دامن تھامے ہوئے ہیں۔

۱؎ شیخ محب الدین خطیب نے اپنی کتاب "الخطوط العریضۃ" میں درست کہا ہے کہ ہمارے درمیان اور شیعہ عقائد کے درمیان اتحاد کی کوئی گنجائش نہیں رہنے دی گئی، کیونکہ ہمارا اور ان کا اتحاد قرآن مجید پر ہو سکتا تھا مگر انکے نزدیک قرآن مجید بھی اصلی نہیں۔ بعد ازیں شیخ خطیب نے وہ مثالیں ذکر کی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ مذہب میں موجودہ قرآن محرف اور ناقص ہے۔

ایک شیعہ عالم لطف اللہ صافی نے اپنی کتاب "مع الخطیب فی خطوطہ العریضۃ" میں صفحہ ۴۸ سے صفحہ ۸۲ تک شیخ خطیب کے دلائل کا جواب دینے کی سعی کی ہے اور کہا ہے کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل نہیں مگر یہ مجرد انکار ہے جو تقیہ پر مبنی ہے۔ لطف اللہ صافی اپنے اس موقف کی کوئی دلیل فراہم کرنے سے عاجز رہے ہیں۔

اولاً: شیعہ عالم لطف اللہ صافی، شیخ محب الدین الخطیب کی ان نصوص کا انکار نہیں کر سکا جن سے شیعہ عقیدہ "تحریف قرآن" کا ثبوت ملتا ہے، اسی طرح صافی کو نوری طبرسی کی کتاب (فصل الخطاب جس میں شیعی عقیدہ تحریف قرآن کی وضاحت کی گئی ہے) کے انکار کی بھی جرأت نہیں ہو سکی بلکہ اس نے نوری طبرسی کی عظمت اور علمی فضیلت کا اعتراف کیا ہے۔

ثانیاً: خود صافی نے اپنی کتاب میں ایسی عبارتیں ذکر کی ہیں جن سے عقیدہ تحریف

اب وہ نصوص کا ملاحظہ فرمائیں جو اس شیعہ عقیدہ کی وضاحت کرتی ہیں۔ کلینی کہ جس کا شیعوں کے نزدیک وہی مقام ومرتبہ ہے جو مسلمانوں کے نزدیک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ وہ اپنی کتاب "الکافی فی الاصول" میں حضرت جعفر صادق کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ انہوں نے کہا:

قرآن کا اثبات ہوتا ہے۔

ثالثاً: آخر میں یہ شیعہ عالم اپنے جرم پہ پردہ ڈالنے کے لیے یہ کہنے پہ مجبور ہوا ہے کہ اس طرح کے مسائل کو زیر بحث لانا مناسب نہیں کیونکہ اس سے غیر مذاہب کو یہ کہنے کا موقعہ ملتا ہے کہ قرآن مجید بھی بقیہ کتب کی طرف محرف کتاب ہے اور یہ کہ قرآن مجید کا کامل اور محفوظ من اللہ ہونا مسلمانوں کے نزدیک اتفاقی مسئلہ نہیں۔ (غلط! مسلمانوں میں قرآن مجید کا مکمل اور محفوظ من اللہ ہونا اتفاقی مسئلہ ہے البتہ اس سے اختلاف کرنے والوں کی وہی حیثیت ہے جو یہود ونصاریٰ کی ہے ان کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں)

رابعاً: صافی اپنے "معصوم" اماموں سے ایک روایت بھی ایسی نہیں لاسکا جس سے اس عقیدے کی تردید ہوتی ہو جب کہ شیخ محب الدین نے دو ایسی روایات ذکر کی ہیں جن سے اس شیعہ عقیدے کی وضاحت ہوتی ہے۔ ہم اس بات میں بہت سی ایسی شیعہ روایات ذکر کریں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ مذہب کے مطابق قرآن مجید میں تحریف وتبدیلی ہو چکی ہے اور یہ اصلی قرآن نہیں ہے اور جو شیعہ رسوائی سے بچنے کی خاطر اس عقیدے سے انکار کرتا ہے اس کا انکار تقیہ اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے پر مبنی ہے (ورنہ یہ کہنا کہ شیعہ مذہب تو برحق ہے مگر قرآن کی تحریف کا عقیدہ درست نہیں یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ عیسائیت تو سچا دین ہے مگر حضرت عیسیٰ

”وہ قرآن جو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہ لے کر نازل ہوئے تھے اس کی ۱۷ ہزار آیات تھیں“ ؎۱

جب کہ موجودہ قرآن مجید کی آیات چھ ہزار سے کچھ اوپر ہیں جس طرح کہ خود شیعہ مفسر ابو علی الطبرسی نے اپنی تفسیر میں اس بات کا یوں اقرار کیا ہے کہ

”قرآن کی آیات کی تعداد ۶۲۳۶ ہے“ ؎۲

اس کا مطلب یہ ہوا کہ شیعہ قوم کے نزدیک قرآن مجید کا ایک تہائی تو ہمارے پاس موجود ہے جب کہ دو تہائی قرآن ضائع ہو چکا ہے۔

ایک اور شیعی روایت سے بھی اس نظریے کی تصدیق ہوتی ہے۔ اصول کافی میں ابو بصیر سے مروی ہے، وہ کہتا ہے کہ:

”میں جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گیا، میں نے کہا: آپ پہ قربان جاؤں میں آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں امام نے فرمایا: یہاں کوئی ہے تو نہیں جو میری بات سنے؟

راوی کہتا ہے کہ امام جعفر صادق نے وہ پردہ اٹھا کر دیکھا جو ان کے اور دوسرے گھر کے درمیان تھا پھر فرمایا: جو تمہارے دل میں ہے بلا جھجک پوچھو۔ میں نے عرض کی: میں آپ پر قربان جاؤں آپ کے شیعہ آپس میں گفتگو

ت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب پر لٹکائے جانے کا عقیدہ درست نہیں۔ تو جس طرح صلیب پہ لٹکایا جانا عیسائیت کا بنیادی عقیدہ ہے اس طرح قرآن مجید کا محرف و تبدیل شدہ ہونا شیعیت کا بنیادی عقیدہ ہے۔

؎۱ الکافی فی الاصول۔ کتاب فضل القرآن، باب النوادر ج ۲ ص ۶۳۴ مطبوعہ تہران ۱۳۸۱ھ۔ ؎۲ تفسیر مجمع البیان للطبرسی ج ۱ ص ۴۰۷۔

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے حضرت علی کو ایک دروازے کی تعلیم دی کہ جس سے ہزار دروازے آپ پر کھلتے تھے؟

امام نے فرمایا: رسول اللہ نے حضرت علی کو ایک ہزار دروازے کی تعلیم دی جن میں سے ہر ایک سے دو ہزار دروازے آپ پر کھلتے تھے۔

میں نے کہا: اللہ کی قسم! بہت بڑا علم ہے۔

امام صاحب نے ایک لمحہ کے لیے ہاتھ سے زمین کو کریدا پھر فرمایا: بلاشک یہ علم ہے اور وہ اس قدر نہیں جتنا تو نے خیال کیا۔ پھر آپ نے فرمایا: ہمارے پاس جامعہ ہے۔ اور مخالفین کو کیا علم کہ جامعہ کیا علم ہے۔ میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں: جامعہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: وہ ایک صحیفہ ہے جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے، وہ حضرت علی علیہ السلام کا لکھا ہوا ہے۔ اس جامعہ میں ہر حلال و حرام کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ اس میں ہر وہ چیز ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے حتیٰ کہ خراش بدن کی دیت بھی اس میں ہے۔

پھر آپ نے اپنا ہاتھ مجھ پہ مارا اور فرمایا: کیا تو مجھے اجازت دیتا ہے؟

میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں۔ میں تو آپ کے لیے ہوں۔ آپ کریں جو چاہیں۔ پھر امام نے اپنے ہاتھ سے مجھے ٹٹولا اور فرمایا: یہاں تک کہ اس کی دیت گویا آپ غضبناک ہیں۔

میں نے عرض کیا اللہ کی قسم یہ علم ہے تو آپ نے فرمایا: بے شک یہ علم ہے اور اس قدر نہیں جتنا تو نے خیال کیا۔ پھر ایک لمحہ کے لیے خاموش رہے اور فرمایا:

ہمارے پاس جفر ہے اور مخالفین کو کیا خبر کہ جفر کیا ہے۔

جفر ایک چمڑے کا صندوق ہے جس میں نبیوں اور وصیوں اور بنی اسرائیل کے علماء کا علم ہے۔

پھر فرمایا: ہمارے پاس مصحف فاطمہ علیہا السلام ہے اور مخالفین کو کیا خبر کہ مصحف فاطمہ کیا ہے۔

فرمایا: وہ ایک مصحف ہے جس میں تمہارے اس قرآن کی مثل تین گنا ہے۔ اللہ کی قسم! اس میں تمہارے قرآن کا ایک حرف بھی نہیں۔ [1]

قطع نظر باقی خرافات اور لایعنی امور کے اس روایت میں یہ صراحت کی گئی ہے کہ قرآن مجید کا تین چوتھائی حصہ غائب کر دیا گیا ہے۔ موجودہ قرآن اصلی قرآن کا چوتھائی ہے۔ باقی تین حصے معاذ اللہ صحابہ کرام نے قرآن مجید سے حذف کر دیے ہیں۔ ان دو روایات کے بعد کسی کے لیے یہ گنجائش نہیں رہتی کہ وہ کہے کہ شیعہ قوم قرآن مجید کو مکمل کتاب مانتی ہے اور اگر کوئی شیعہ اپنے مذہب کو برحق بھی سمجھتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ وہ تحریف قرآن کا قائل نہیں تو وہ یقیناً تقیہ کر رہا اور مسلمانوں کو دھوکہ دے رہا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں روایات شیعوں کی اس حدیث کی کتاب میں درج ہیں جس کے متعلق ان کا عقیدہ ہے کہ یہ کتاب ان کے بارھویں مزعومہ غائب امام پر پیش کی گئی تھی اور اس امام نے اس کتاب کی تصدیق کی تھی اور شیعوں کے لیے کافی و مکمل کتاب قرار دیا تھا۔

اس کتاب کے مصنف کا نام محمد بن یعقوب کلینی ہے۔ اس کے متعلق شیعوں

---

[1] اصول کافی کتاب الحجۃ باب ذکر الصحیفۃ والجفر والجامعۃ ومصحف فاطمۃ ج ۱ ص ۲۳۹، ۲۴۰ مطبوعہ طہران

کا کہنا ہے کہ اس کے ان سفیروں کے ساتھ روابط تھے جو شیعہ عوام اور غار میں چھپے ہوئے بارھویں امام کے درمیان واسطے کا کام دیتے تھے۔ اے

کتاب کا نام "الکافی" ہے۔ تو وہ کتاب جو ان کے افسانوی امام کی مصدقہ ہو اس کتاب کی یہ روایات ہی شیعہ مذہب کے اس عقیدے کی وضاحت کے لیے کافی ہیں۔

اہلِ انصاف غور کریں اور بتلائیں کہ مجرم کون ہے؟

جرم کا ارتکاب کرنے والا!

یا ارتکاب جرم کی نشاندہی کرنے والا!

ہم تو صرف مسلمانوں کو آگاہ کرتے ہیں کہ وہ ایسے مذہب کو اختیار نہ کریں جس مذہب میں قرآن مجید ایک تبدیل شدہ کتاب ہو۔ اور جس مذہب کے نزدیک اصلی قرآن دنیا میں ہی موجود نہ ہو بلکہ وہ غار میں چھپے ہوئے بارھویں امام کے پاس ہو ۲ے

مجرم ہم نہیں کہ ہم تو صرف جرائم کی نشاندہی کرتے ہیں تاکہ امتِ اسلامیہ کو ان

اے شیعوں کا عقیدہ ہے کہ بارھواں امام بچپن ہی میں دشمنوں کے خوف سے ایک غار میں چھپ گیا تھا تقریبا ۶۰ برس تک وہ اپنے سفیروں کے ذریعہ شیعہ عوام کے مسائل حل کرتا رہا اور پھر لمبے عرصے کے لیے ایسا غائب ہوا کہ شیعہ قوم آج تک اس کے نکلنے کا انتظار کر رہی ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اس کی ولادت ہی سرے سے ثابت نہیں۔ یہ سب افسانہ ہے جو لوگوں کو دھوکہ دینے اور باطل افکار و نظریات کو رواج دینے کے لیے چند گمراہ اور یہودی الفکر لوگوں نے وضع کیا ہے (ثاقب)

۲ے تفصیل آگے آئے گی۔

جرائم سے محفوظ رکھا جا سکے۔

مجرم وہ ہیں جو شیعہ سنی اتحاد کا نام لے کر یہ دیکھتے ہوئے بھی کہ جرائم کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ اس سے چشم پوشی کرتے اور امت اسلامیہ کی گمراہی کا باعث بنتے ہیں۔

تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی روایات ایک یا دو نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں جو شیعہ قوم کی تفسیر، حدیث اور فقہ و تاریخ کی کتب میں پھیلی ہوئی ہیں۔

شیعہ محدث صفار (جو کہ کلینی کا استاد ہے) کی کتاب بصائر الدرجات میں حضرت باقر سے روایت ہے:

رسول اللہ نے منیٰ میں صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ: اے لوگو! میں تمہارے پاس تین چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔

۱۔ قرآن مجید

۲۔ اہل بیت

۳۔ کعبہ

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدس شعائر ہیں تم ان کی حفاظت کرنا۔

حضرت باقر فرماتے ہیں:

مگر افسوس! انہوں نے قرآن مجید میں تبدیل کر دی۔

کعبہ کو منہدم کر دیا۔ اور اہل بیت کو قتل کر ڈالا۔[1]

اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ کلینی اپنی کافی میں روایت کرتا ہے:

"حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام نے علی بن سوید کو خط لکھا جس میں اسے نصیحت کرتے ہوئے کہا:

---

[1] بصائر الدرجات للصفار الجزء الثامن الباب السابع عشر مطبوعہ ایران

"جو شیعہ نہیں اس کے دین سے محبت نہ رکھ کیونکہ وہ خائن ہیں۔ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی ہے اور کیا تجھے معلوم ہے کہ انہوں نے امانتوں میں خیانت کیسے کی؟

اُئتمنوا علی کتاب اللہ فحرّفوہ وبدّلوہ۔

"انہیں قرآن مجید امانتاً سپرد کیا گیا انہوں نے اس میں تحریف کر دی اور اسے بدل ڈالا" [1]

کلینی ہی کی روایت ہے:

"ابو بصیر کہتے ہیں: میں نے حضرت جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے یہ آیت تلاوت کی "ھذا کتاب اللہ ینطق علیکم بالحق" یہ اللہ کی کتاب ہے تمہارے خلاف ٹھیک کہتی (گواہی دیتی) ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کتاب کیسے بول سکتی ہے؟

یہ اصل میں صیغہ مجہول کے ساتھ ہے "یُنْطَقُ" یعنی اس سے ٹھیک ٹھیک کہلوایا جاتا ہے۔

میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں ہم تو اسے یَنْطِقُ پڑھتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: جبریل امین نے تو رسول خدا پر اسی طرح نازل کیا تھا مگر یہ ان مقامات میں سے ہے جن میں تحریف کر دی گئی ہے" [2]

---

[1] الکافی کتاب الروضۃ ج ۸ ص ۱۲۵ مطبوعہ طہران وص ۶۱ مطبوعہ ہندوستان۔

[2] کتاب الروضۃ من الکافی ج ۸ ص ۵۰ مطبوعہ طہران وص ۲۵ مطبوعہ ہندوستان۔

شیعہ عالم ابن بابویہ قمی جسے شیعہ قوم صدوق کے لقب سے موسوم کرتی ہے اپنی کتاب "الخصال" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"قیامت کے دن قرآن مجید، مسجد اور عترت (اہل بیت) اللہ کے حضور اپنی شکایات لے کر آئیں گے"

قرآن کہے گا: اے اللہ! انہوں نے مجھے بدل ڈالا اور میرے ٹکڑے کر دیئے"[1]

شیعہ مفسر محسن الکاشی جس کا شمار ان کے بڑے مفسرین میں ہوتا ہے اپنی تفسیر میں حضرت باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"اگر قرآن مجید میں کمی اور زیادتی نہ ہوئی ہوتی تو ہمارے حقوق کسی سے مخفی نہ رہتے۔ اور جب ہمارا قائم (بارھواں امام) نمودار ہوتا تو قرآن اس کی تصدیق کرتا۔"[2]

یعنی چونکہ قرآن مجید میں کمی بیشی کر دی گئی ہے اور ان آیات کو نکال دیا گیا ہے جن میں ہمارے حقوق اور فضائل و مناقب کا بیان تھا اور بارھویں امام کے غائب ہونے اور اس کے نمودار ہونے کا ذکر تھا لہذا عوام ہمارے حقوق سے ناواقف ہیں اور قرآن مجید میں آخری (افسانوی) امام کا ذکر بھی نہیں ہے۔ بصورت دیگر قرآن مجید اگر اپنی اصلی حالت میں ہوتا تو ان تمام اشیاء کا ذکر قرآن مجید میں ہوتا۔

---

[1] کتاب الخصال لابن بابویہ القمی ص ۸۳ مطبوعہ ایران۔

[2] تفسیر الصافی للمحسن الکاشی۔ المقدمہ السادستہ ص ۱۰ مطبوعہ ایران۔

قرآن مجید میں تبدیلی کس نے کی ؟

شیعہ قوم کے نزدیک قرآن مجید میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے معاذاللہ اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل اور اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لیے دیگر صحابہ کرامؓ کے ساتھ سازش کر کے اصلی قرآن مجید کو غائب کر دادیا اور اس کی جگہ اپنی مرضی کا ایک قرآن تالیف کروایا جس میں سے وہ تمام آیات نکال دی گئیں جن میں ان کے عیوب و مطاعن اور اہل بیت کے مناقب و فضائل کا ذکر تھا۔

چنانچہ شیعہ محدّث طبرسی اپنی کتاب "الاحتجاج" میں جو تمام شیعہ کے نزدیک معتمد ہے۔ صحابہ کرامؓ کے خلاف اپنے بغض و حقد کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی وفات کے فوراً بعد حضرت علی نے قرآن مجید جمع کر کے اسے مہاجرین و انصار پر پیش کیا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے آپ کو اس کی وصیت فرمائی تھی۔

جب ابوبکر نے حضرت علی کا جمع کردہ قرآن مجید کھول کر دیکھا تو پہلے صفحہ پر ہی ان لوگوں (مہاجرین و انصار) کے عیوب و نقائص پر مبنی آیات درج تھیں۔ ان آیات کو دیکھ کر عمر بن خطاب اچھل پڑا اور علی علیہ السلام سے کہنے لگا۔

علی! اسے واپس لے جاؤ، ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

چنانچہ علی علیہ السلام نے وہ قرآن مجید پکڑا اور واپس گھر تشریف لے گئے۔

پھر زید بن ثابت کو طلب کیا گیا جو کہ قرآن کا قاری تھا۔

عمر نے اس سے کہا: علی ہمارے پاس ایک قرآن لے کر آئے تھے جس میں مہاجرین وانصار کی برائیوں اور نقائص و عیوب کا ذکر تھا۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم ایک ایسا قرآن ترتیب دیں جس میں سے یہ ساری آیات حذف کر دیں۔

زید بن ثابت کہنے لگا: مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں لیکن اگر علی نے اپنا جمع کردہ (اصلی) قرآن عوام پر ظاہر کر دیا تو کیا ہماری ساری محنت اکارت نہیں چلی جائے گی؟

عمر کہنے لگا: پھر کیا صورت ہونی چاہیے؟

زید نے کہا: آپ زیادہ جانتے ہیں۔

عمر کہنے لگا: میرے خیال میں علی کو قتل کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

چنانچہ عمر نے خالد بن ولید کے ذریعے علی علیہ السلام کو قتل کروانے کی سازش تیار کی مگر اس میں ناکامی ہوئی۔

پھر جب عمر نے خلافت سنبھالی تو علی علیہ السلام سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنا جمع کردہ قرآن ان کے سپرد کر دیں۔ اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ وہ اس میں بھی تبدیلی کر دیں۔ چنانچہ عمر کہنے لگا: اے ابوالحسن! (حضرت علیؓ کی کنیت) جو قرآن تم ابوبکر کے پاس لے کر آئے تھے وہ ہمارے پاس بھی لے آؤ تاکہ ہم سب اس پر اتفاق کر لیں۔

علی علیہ السلام فرمانے لگے:

ناممکن! ناممکن! اب کوئی سبیل باقی نہیں رہی۔ میں تو ابوبکر کے پاس وہ قرآن صرف اس لیے لے کر آیا تھا کہ تم پر حجت قائم ہو سکے اور قیامت کے دن تم یہ نہ کہہ سکو "إِنا كنا عن هذا غافلين" کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی ورنہ ہم اس پر ایمان لے آتے۔

میرے جمع کردہ قرآن کو صرف ائمہ ہی ہاتھ لگا سکیں گے جو میری نسل میں

سے ہوں گے۔

عمر کہنے لگا: ھل وقت لإظھارہ معلوم؟

وہ قرآن کب ظاہر ہوگا؟

علی علیہ السلام نے فرمایا: إذا قام القائم من ولدی۔

"جب قائم (بارھواں امام) غار سے باہر نکلے گا وہ قرآن اسی کے پاس ہوگا اور وہ لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دے گا" ۔[1]

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اصلی قرآن حضرت علیؓ نے ہی جمع کیا تھا۔ چونکہ اس قرآن میں مہاجرین وانصار کی برائیاں بیان کی گئی تھیں۔ لہٰذا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے اسے مسترد کر دیا تھا۔ بعدازیں شیخین (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) نے زید بن ثابت کے ذریعے ایک نیا قرآن تالیف کروایا جس میں بہت سی آیات کو حذف کر دیا گیا۔

اصلی قرآن کے ظاہر کیے جانے کے خوف سے ابوبکر وعمر نے حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔

حضرت علی نے وہ قرآن صیغہ اخفاء میں رکھا اور دوبارہ طلب کرنے پر بھی لوگوں کو نہ دکھایا۔ وما إلی ذلک من الخرافات۔

کہاں ہیں انصاف پسند؟

کہاں ہیں عدل کرنے والے؟

کہاں ہیں حق وصداقت کی بات کرنے والے؟

اگر معاذاللہ ابوبکرؓ وعمرؓ پر اس قسم کے الزامات عائد کیے جائیں تو باقی

---

[1] الاحتجاج للطبرسی ص ۷۶ و ۷۷، مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ ھ۔

کون ہے جس کی دیانت کی گواہی دی جا سکے؟
اور کون ہے جسے قرآن کا محافظ قرار دیا جا سکے؟
اور کون ہے جسے اسلام کا بطل جلیل کہا جا سکے؟
اگر ابوبکر و عمر کے متعلق ہی یہ رائے قائم کر لی جائے کہ انہوں قرآن مجید میں تبدیلی کی اور کئی آیات کو قرآن مجید سے نکال دیا تو باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف کیا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔
اس واضح نص اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے خلاف اس نیچ اور یہودی ذہنیت کے اظہار کے بعد "روشن خیال" طبقے کا کیا موقف ہے؟
کیا اب بھی وہ شیعہ قوم کے ساتھ اتحاد و اتفاق کی تلقین کریں گے اور کیا اب بھی وہ "شیعہ سنّی بھائی بھائی" والا مکر و فریب پہ مبنی نعرہ لگا کر شیعہ قوم کو صحابہ کرام کے خلاف طعن و تشنیع اور دریدہ دہنی کی اجازت دیں گے؟
کیا کوئی مسلمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف اس ہرزہ سرائی کرنے والے سے اتحاد و اتفاق کا تصور کر سکتا ہے؟
کیا کوئی مسلمان ان ہستیوں کے خلاف زہر اگلنے کی اجازت دے سکتا ہے جنہوں نے اسلام کا پرچم لہرایا، اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا؟
کیا اہل سنت میں سے کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد کے متعلق اس قسم کی گستاخی کا سوچ سکتا ہے؟
سو "وحدت اسلامی" اور "اتحاد امت" کے نعروں کا کیا مقصد ہے؟
کیا اس قسم کے شعار کو بلند کرنے والوں کا یہی مطمع نظر ہے کہ ہم اپنے عقائد سے دستبردار ہو جائیں، اپنے اسلاف کی بے حرمتی پہ اپنی آنکھیں بند کر لیں اور

اپنے "شیعہ بھائیوں" کو دریدہ دہنی کرنے، زہر اگلنے اور اتحاد امت کے نام پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ناموس پہ چھینٹے اڑانے کی کھلی چھٹی دے دیں۔

کیا اتحاد امت کے درس کا یہی مفہوم ہے کہ ہم تو ان کی عزت کریں اور وہ ہمارے اسلاف کو گالیاں دیں؟

ہم ان کا احترام کریں اور وہ ہماری تحقیر کریں!

ہم انہیں اپنا بھائی کہیں اور وہ ہمارے اکابر کی توہین کریں!

"تلك اذن قسمة ضیزی"

ہمیں اتحاد و اتفاق کی ایسی ٹیڑھی تقسیم کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

تحریف قرآن کے متعلق شیعہ محدث کلینی اپنی کتاب الکافی میں احمد بن ابی نصر سے روائت کرتا ہے:

حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام (آٹھویں امام) نے مجھے ایک مصحف (قرآن) دیا اور ہدایت کی کہ میں اسے کھول کر نہ دیکھوں۔ مگر جب میں نے اسے کھولا تو میری نظر سورہ "لم یکن الذین کفروا" پر پڑی، مجھے اس سورت میں ستر کے قریب ایسے نام نظر آئے جن کا تعلق قریش سے تھا۔ میں نے قرآن مجید بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت رضا علیہ السلام نے مجھے پیغام بھیجا کہ وہ مصحف واپس کر دو"۔[1]

یعنی اگرچہ شیعہ کے امام ابوالحسن رضا نے اس شخص کو وہ مصحف کھولنے سے منع کیا تھا مگر اس نے ان کے حکم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسے کھول کر دیکھ لیا۔ اور اسے کفار کی فہرست میں ۷۰ ایسے نام نظر آئے جو کہ موجودہ قرآن مجید میں نہیں ہیں

---

[1] الکافی فی الاصول کتاب فضل القرآن ج ۲ ص ۶۳۱ مطبوعہ ایران وص ۶۲ مطبوعہ ہند۔

اور ظاہر ہے کہ (بقول شیعہ) خلفائے راشدین نے ان ناموں کو ساقط کر دیا کیونکہ معاذاللہ ان کے نام بھی اس فہرست میں شامل تھے۔

کمال الدین میسم البحرانی نہج البلاغہ کی شرح میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر الزامات واتہامات عائد کرتے ہوئے "مطاعن علی عثمان" کے عنوان سے ذکر کرتا ہے: "عثمان کا ایک جرم یہ بھی تھا کہ اس نے لوگوں کو زید بن ثابت کی قرأت پر جمع کیا اور بقیہ نسخوں کو جلا دیا۔ اسی طرح عثمان بن عفان نے بہت سی ایسی آیات ختم کر دیں جو بلاشک وشبہ قرآن مجید کا حصہ تھیں" [1]

ایک اور شیعہ محدث نعمت اللہ الجزائری اپنی مشہور کتاب "الانوار النعمانیہ" میں کہتا ہے:

"قد استفاض فی الأخبار أن القرآن کما انزل لم یولفه الا أمیر المؤمنین" [2]

یعنی بہت ساری ایسی (شیعہ) احادیث ہیں جن میں وارد ہوا ہے کہ قرآن مجید کو اصلی شکل میں یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا حضرت علی کے سوا کسی نے جمع نہیں کیا۔

"استفاض" کا مفہوم ہے کہ تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی احادیث اتنی زیادہ ہیں کہ وہ حد تواتر سے ذرا سی ہی کم ہیں۔

کلینی وضاحت کرتے ہوئے جابر جعفی سے روایت کرتا ہے، اس نے کہا: "میں نے امام باقر علیہ السلام کو کہتے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے

---

[1] شرح نہج البلاغہ لمیسم البحرانی ج ۱۱ ص ۱ مطبوعہ طہران۔

[2] الانوار النعمانیہ فی بیان معرفۃ النشأۃ الانسانیۃ از نعمت اللہ الجزائری۔

کہ اس نے اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل کردہ مکمل قرآن جمع کیا ہے تو وہ کذّاب ہے "ما جمعه وحفظه كما انزل الا علی بن ابی طالب والائمة بعده" یعنی مکمل قرآن حضرت علی اور دوسرے اماموں کے سوا کسی نے جمع اور حفظ نہیں کیا" [1]

گویا شیعہ دین کے مطابق اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ صدیق و فاروق اور ذوالنورین رضی اللہ عنہم کا جمع کردہ قرآن مجید مکمل ہے۔ تو وہ کذاب ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وہ سارے قرآن کا حافظ ہے تو وہ بھی جھوٹا ہے۔ اسی بنا پر شیعہ قوم نہ صرف یہ کہ قرآن مجید حفظ نہیں کرتی بلکہ حفاظ قرآن کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

اصلی قرآن کس کے پاس ہے؟

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر موجودہ قرآن مجید ناقص اور نامکمل ہے تو آخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ اصلی اور مکمل قرآن جسے حضرت علیؓ نے مدوّن کیا وہ کہاں ہے؟

اس کا جواب دیتے ہوئے کلینی اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"سالم بن سلمہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی موجودگی میں کچھ ایسی آیات تلاوت کیں جو موجودہ قرآن میں نہ تھیں تو آپ فرمانے لگے:

---

[1] اصول کافی کتاب الحجۃ۔ باب أنه لم يجمع القرآن كله الا الائمة ج ۱ ص ۲۲۸ مطبوعہ طہران

"اقرأ كما يقرأ الناس حتی يقوم القائم" جس طرح عام لوگ قرآن پڑھتے ہیں تم بھی اسی طرح پڑھا کرو تاوقتیکہ قائم (یعنی غار میں چھپے ہوئے بارھویں افسانوی امام) ظاہر ہو جائیں، جب ان کا ظہور ہو گا تو وہ علی علیہ السلام کا لکھا ہوا قرآن نکالیں گے۔

پھر آپ نے فرمایا: علی علیہ السلام جب اپنے قرآن کی تدوین سے فارغ ہوئے تو وہ ابوبکر وعمر وغیرہ کے پاس آئے اور فرمایا: ھذا کتاب اللہ عزوجل کما انزلہ اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ قد جمعتہ من اللوحین یعنی یہ اللہ کی کتاب ہے۔ اپنی اصل شکل میں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل فرمائی، میں نے اسے تختیوں سے نقل کر کے مدوّن کیا ہے۔ علی علیہ السلام کی یہ بات سن کر ابوبکر وعمر اور ان کے ساتھی کہنے لگے: ہمارے پاس اپنا قرآن موجود ہے، ہمیں تمہارے قرآن کی ضرورت نہیں جس پر علی علیہ السلام نے فرمایا:

"تم آج کے بعد اس قرآن کو نہ دیکھ سکو گے میری فقط اتنی ذمّہ داری تھی کہ تمہیں آکر خبر دوں کہ میں نے مکمل قرآن جمع کر لیا ہے" [1]

اسی بنا پر شیعہ قوم کا یہ عقیدہ ہے کہ اصلی قرآن اس امام کے پاس موجود ہے جو غار میں چھپ گیا تھا اور ابھی تک وہیں چھپا ہوا ہے۔

چنانچہ مشہور شیعہ مصنف احمد بن ابی طالب طبرسی متوفی ۵۸۸ھ اپنی کتاب "الاحتجاج علی اھل اللجاج" کہ جس کے متعلق مصنف کتاب کے مقدمہ میں لکھتا ہے:

"ہم اپنی اس تصنیف میں صرف احادیث کے متن پر ہی اکتفا کریں گے اور

---

[1] اصول کافی ج ۲ ص ۶۳۳ مطبوعہ ایران۔

سند بیان نہیں کریں گے۔ کیونکہ اس تصنیف میں موجود تمام روایات بالاتفاق صحیح عقل کے مطابق یا مخالفین وموافقین کے ہاں مشہور ومتداول ہیں“ [1]

اپنی اس کتاب میں طبرسی ذکر کرتا ہے:

”جب امام مہدی ظاہر ہوں گے ان کے پاس رسول اللہ کا اسلحہ اور آپؐ کی تلوار ذوالفقار ہوگی (نامعلوم ان کے امام مہدی میزائلوں اور بموں کے دور میں اس اسلحے سے کیا کام لیں گے ؟) اور ان کے پاس ایک رجسٹر ہوگا جس میں قیامت تک کے شیعوں کے نام درج ہوں گے۔

اسی طرح امام مہدی کے پاس ”الجامعہ“ بھی ہوگا جو کہ ایک رجسٹر ہے جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہے اس میں انسانی ضرورت کی ہر چیز کا ذکر ہے نیز ان کے پاس ”جفر اکبر“ بھی ہوگا۔ جو کہ چمڑے کا ایک برتن ہے جس میں تمام علوم بھرے ہوئے ہیں حتی کہ خراش کی دیت تازیانوں کا بھی اس میں ذکر موجود ہے۔

نیز ان کے پاس مصحف فاطمہ یعنی حضرت فاطمہ علیہا السلام والا قرآن بھی ہوگا [2]

الکافی میں کلینی روایت بیان کرتا ہے:

کسی نے امام ابوالحسن رضا علیہ السلام۔ شیعہ کے آٹھویں امام سے دریافت کیا کہ ہم ایسی آیات سنتے ہیں جو ان آیات کی طرح نہیں ہوتیں جو ہمارے پاس ہیں اور آپ کے واسطہ سے پہنچی ہیں، تو کیا ہم ان (یعنی محرف آیات) کی تلاوت سے گنہگار تو نہیں ہونگے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: نہیں تم ان آیات کو اسی طرح پڑھو (جس طرح عام لوگ پڑھتے ہیں) فیجیئکم من یعلمکم تمہیں سکھلانے والا عنقریب

---

[1] الاحتجاج للطبرسی، مقدمہ مد

[2] الاحتجاج للطبرسی ص ۲۲۳ مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ھ

آئے گا" ۱؎

نعمت اللہ الحسینی الجزائری جو کہ مشہور شیعہ مفسر تفسیر صافی کے مصنف محسن الکاشی کا شاگرد ہے اپنی کتاب "الانوار النعمانیۃ فی بیان معرفۃ النشأۃ الانسانیۃ" کہ جس کے متعلق مقدمے میں لکھا ہے:

"ہم نے اپنی اس تصنیف میں بالالتزام صرف ایسی روایات ذکر کی ہیں جو ائمہ معصومین سے روایت کردہ ہیں۔ اور جن کی صحت میں کوئی شک نہیں، تاریخی روایات چونکہ مستند نہیں ہوتیں اس لیے ہم نے ان کے ذکر سے اجتناب کیا ہے" ۲؎

یہ شیعہ محدث اپنی اس کتاب میں لکھتا ہے:

"احادیث سے ثابت ہے کہ ائمہ معصومین نے اپنے شیعوں کو اسی قرآن کے پڑھنے کا ہی حکم دیا ہے تاوقتیکہ مولانا صاحب الزمان (آخری امام) ظاہر ہو جائیں۔ ان کے ظاہر ہونے پر موجودہ قرآن آسمان پر اٹھا لیا جائے گا اور امیر المومنین علی علیہ السلام کا جمع کردہ اصلی قرآن اس کی جگہ نکل آئے گا" ۳؎

تحریف قرآن کے اس عقیدے پر گنتی کے چند افراد کے ماسوا کہ جن کی کوئی حیثیت نہیں۔ شیعہ قوم کے تمام اسلاف کا اجماع ہے۔ ان چند افراد نے بھی کچھ مصلحتوں کے پیش نظر تحریف قرآن کا انکار کیا جن کا ذکر ہم اگلے صفحات میں کریں گے۔

علاوہ ازیں ان کے انکار کی کوئی بنیاد بھی نہیں ہے کیونکہ ان کا انکار کسی دلیل و حجت پر مبنی نہیں جب کہ عقیدہ تحریف قرآن کا ثبوت بے شمار شیعی احادیث و روایات

۱؎ اصول کافی۔ باب أن القرآن یرفع کما أنزل ج ۲ ص ۶۱۹ مطبوعہ طہران و ص ۶۶۴ مطبوعہ ہند

۲؎ الانوار النعمانیۃ للجزائری۔ مقدمہ

۳؎ ایضاً

سے ہوتا ہے۔ ہمارے اس نظریے کی تصدیق مشہور شیعہ محدث نوری طبرسی کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جو اس نے اپنی کتاب "فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الأرباب" میں نعمت اللہ الجزائری سے نقل کی ہے، لکھتا ہے:

تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی روایات دو ہزار سے بھی زائد ہیں، ما شیعہ محدثین و مفسرین کی ایک بڑی تعداد نے ان احادیث کے مستفیض (یعنی متواتر سے ذرا کم) ہونے کا دعوی کیا ہے۔ ان میں شیخ مفید، محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ سر فہرست ہیں" [1]

ایک اور جگہ لکھتا ہے:

"شیعہ علماء کا اتفاق ہے کہ وہ تمام احادیث جن سے تحریف قرآن کا اثبات ہوتا ہے وہ نہ صرف صحیح اور مستفیض بلکہ متواتر ہیں اور صراحتاً قرآن کی تحریف و تبدیلی پر دلالت کرتی ہیں" [2]

علمائے حدیث کے نزدیک متواتر اس حدیث کو کہا جاتا ہے جسے ہر زمانے میں راویوں کی اتنی بڑی تعداد نے روایت کیا ہو کہ جن کا کذب پر جمع ہونا محال اور ناممکن ہو یعنی اس حدیث کے صحیح الثبوت ہونے میں ذرا سے بھی شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو۔ تو گویا تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی احادیث متواتر ہیں جن کے صحیح ہونے میں شیعہ محدّث نعمت اللہ الجزائری اور شیعہ محدّث نوری طبرسی کے مطابق شک و شبہ کا کوئی احتمال نہیں اور ان کے صحیح ہونے پر پوری شیعہ امّت کا اجماع و اتفاق ہے۔

مشہور شیعہ مفسر محسن الکاشی اپنی تفسیر "الصافی" میں بیان کرتا ہے:

---

[1] فصل الخطاب للنوری الطبرسی ص ۲۲۷ مطبوعہ ایران ۱۲۹۸ھ

[2] ایضاً ص ۳۰

"تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی تمام احادیث اہل بیت (بارہ اماموں) سے منقول ہیں۔ ان تمام روایات سے واضح ہوتا ہے کہ موجودہ قرآن مکمل نہیں ہے جس طرح کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ پر نازل ہوا تھا بلکہ آپ پر نازل ہونے والے قرآن میں تبدیلی کر دی گئی ہے، اس قرآن کا کچھ حصہ اصلی قرآن کے مخالف ہے، کچھ تبدیل شدہ ہے اور بہت سی آیات ویسے ہی نکال دی گئی ہیں...... نیز موجودہ قرآن کی آیات کی ترتیب بھی اصلی قرآن کے مطابق نہیں ہے۔" [1]

شیعہ مفسر علی بن ابراہیم القمی جو کہ شیعہ کا قدیم ترین مفسر ہے اور جس کی تعریف کرتے ہوئے شیعہ ماہر علم رجال نجاشی لکھتا ہے:

"علی بن ابراہیم القمی حدیث میں ثقہ، معتمد اور صحیح المذہب تھے۔ ان کی تفسیر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ حقیقت میں امام باقر اور امام جعفر صادق کی تفسیر ہے یعنی ان کے اقوال و افکار پر مبنی ہے"

چنانچہ یہ شیعہ مفسر اپنی تفسیر کے مقدمہ میں کہتا ہے:

"قرآن میں ناسخ منسوخ بھی ہے اور محکم و متشابہ بھی...... اور قرآن کا کچھ حصہ ایسا ہے جو کہ اصلی قرآن کے مطابق نہیں ہے (یعنی اس میں تبدیلی کر دی گئی ہے)" [2]

تفسیر قمی کے حاشیہ میں ایک شیعہ عالم تحریف قرآن کی بحث میں لکھتا ہے:

"متقدمین و متاخرین علماء اور محدثین قرآن میں کمی اور تبدیلی کے قائل ہیں مثلاً کلینی، برقی، عیاشی، نعمانی، فرات الکوفی، احمد بن ابوطالب طبرسی، ملا باقر مجلسی، الحر العاملی، علامہ فتونی اور سید بحرانی وغیرہم۔

---

[1] تفسیر الصافی۔ المقدمۃ السادسۃ۔

[2] تفسیر القمی۔ مقدمہ ج ۱ ص ۵ مطبوعہ نجف ۱۳۸۶ھ۔

ان سب کا عقیدہ تھا کہ موجودہ قرآن اصلی قرآن سے کم ہے اور قرآن کا بہت سارا حصّہ غائب کردیا گیا ہے۔ انھوں نے اپنے اس عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے بہت سی آیات اور احادیث کا سہارا لیا ہے جنہیں نظرانداز کرنا ممکن نہیں ہے" ۱ے

تو یہ بعض روایات و احادیث ہیں جنہیں شیعہ قوم نے اپنے "معصوم" اماموں کی طرف منسوب کیا ہے۔ شیعہ مذہب کے مطابق یہ تمام احادیث صحیح اور معتمد ہیں جو ان کی کتب تفسیر، حدیث، فقہ، رجال اور کتب تاریخ میں منقول ہیں۔ ان تمام روایات اور شیعہ اکابرین کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ قوم قرآن مجید کو ناقص، نامکمل اور محرف و تبدیل شدہ کتاب مانتی ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اس میں سے بہت ساری آیات کو معاذاللہ خلفائے راشدینؓ نے اپنے مقاصد کی تکمیل اور اہلِ بیت کو اقتدار سے محروم رکھنے کے لیے نکال دیا تھا۔

نیز یہ کہ اصلی قرآن اس وقت کرہ ارض پہ موجود نہیں بلکہ وہ اس امام کے پاس ہے جو عراق میں موجود ایک غار میں چھپا ہوا ہے۔ اور شیعہ عقیدے کے مطابق نہ صرف مسلمانان اہلِ سنت بلکہ خود شیعہ بھی مکمل قرآن مجید سے محروم ہیں۔

شیعوں کے اس باطل عقیدے کی تردید کے لیے ہم ذیل میں چند قرآنی آیات نقل کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ذلك الكتاب لا ريب فيه" ۲ے

قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

"لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد" ۳ے

۱ے مقدمہ تفسیر القمی للسید طیب الموسوی ص ۲۳۔

۲ے سورۃ البقرۃ آئت ۱۔ ۳ے سورۃ حم السجدۃ آئت ۴۲۔

"قرآن مجید پر باطل اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ نہ اس کے سامنے سے نہ پیچھے سے یہ اس ذات کی طرف سے نازل کردہ ہے جو صاحب حکمت اور قابلِ تعریف ہے۔"

"انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" [1]

قرآن پاک کو نازل بھی ہم نے کیا ہے اور اس کی حفاظت بھی ہمارے ذمے ہے۔

"ان علینا جمعہ وقرآنہ" [2]

قرآن مجید کو جمع کرنا اور اس کی قرأت کا اہتمام کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

"احکمت آیاتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر" [3]

قرآن مجید کی آیات کو محکم (یعنی مضبوط اور واضح) کیا گیا پھر اس کی اللہ کی طرف سے تفصیل کی گئی جو کہ حکیم وخبیر ہے۔

"وما ھو علی الغیب بضنین" [4]

وہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) غیب (یعنی وحی) کی تبلیغ میں بخل سے کام لینے والے نہیں ہیں۔

بعض شیعہ علماء کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کے کچھ حصے کا علم صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کو تھا کیونکہ بعض اوقات نزولِ وحی کے وقت آپ کے پاس صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی موجود ہوتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وہ آیات جو کہ صرف علی رضی اللہ عنہ ہی کی موجودگی میں نازل ہوئی تھیں۔ آپ نے جمع کیں۔ باقی صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان آیات کا علم نہ تھا [5]

---

[1] سورۃ الحجر آئت ۹۔ [2] سورۃ القیامہ آئت ۱۷۔

[3] سورۃ ہود آئت ۱۔ [4] سورۃ التکویر آئت ۲۴

[5] ملاحظہ ہو الانوار النعمانیہ لنعمت اللہ الجزائری بحث فی تحریف القرآن۔

اسی طرح شیعہ قوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام لگاتی ہے کہ آپؐ نے مکمل قرآن مجید تمام صحابہ کرام تک پہنچانے میں بخل سے کام لیا ہے۔ جب کہ گزشتہ آیت اس نظریے کی نفی کرتی ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"یا أیھا الرسول بلّغ ما أنزل إلیك من ربك" [1]

اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے آپ اسے لوگوں تک پہنچائیے۔

سو یہ عقیدہ رکھنا کہ کچھ آیات کا علم صرف حضرت علیؓ ہی کو تھا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ وحی کے فریضے میں تغافل برتا ہے اور یہ عقیدہ بلاشبہ کفر و ارتداد پہ مبنی ہے۔ أعاذ اللہ المسلمین منھا۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کے عقائد سے تمام مسلمانوں کو پناہ میں رکھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"افلا یتدبرون القرآن أم علیٰ قلوب اقفالھا" [2]

کیا یہ لوگ قرآن مجید میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پہ تالے لگے ہوئے ہیں۔ ثابت ہوا کہ موجودہ قرآن مجید ہی ہدایت کے لیے کافی ہے۔ ورنہ اس پر غور و فکر کا حکم بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے کیونکہ اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ قرآن محرف ہے تو اس پر فکر و تدبر کرنا اور نہ کرنا برابر ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی بے معنی قرار پاتا ہے:

"إنَّ ھذا القرآن یھدی للتی ھی أقوم" [3]

---

[1] سورۃ المائدہ آیت ۶۷ ۔ [2] سورۃ محمد آیت ۲۴

[3] سورۃ بنی اسرائیل آیت ۹

یعنی "یہ قرآن بالکل سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے"۔ تو معاذ اللہ اگر یہ کہا جائے کہ موجودہ قرآن مجید میں بنیادی عقائد وارکان اسلام پر مبنی بہت سی آیات موجود نہیں تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ یہ قرآن کریم ہدایت وراہنمائی کے لیے کافی نہیں۔ بلکہ حقیقی اسلام کو پہچاننے کے لیے۔ عیاذاً باللہ، اس امام کے نکلنے کا انتظار کرنا پڑے گا۔ جو شیعہ قوم کے مطابق اصلی قرآن سمیت غار میں چھپ کر پوری امت کو ہدایت وراہنمائی سے محروم کیے بیٹھا ہے۔

تحریف قرآن کی چند مثالیں

گزشتہ صفحات میں ہم نے شیعہ قوم کی معتبر کتابوں کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ شیعہ مذہب کے مطابق موجودہ قرآن مجید دوسری آسمانی کتابوں کی طرح اپنی اصل شکل میں جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا محفوظ نہیں رہا بلکہ اس میں بہت سی تبدیلیاں کردی گئی ہیں اور بہت سی آیات کو نکال دیا گیا ہے۔

ذیل میں ہم شیعہ قوم کی معتبر کتابوں میں سے تحریف کی چند مثالیں ذکر کرتے ہیں چنانچہ شیعہ مفسر اپنے معصوم اور واجب الاطاعت امام ابوالحسن موسیٰ الرضا کے متعلق نقل کرتا ہے کہ وہ آیت الکرسی کو یوں پڑھا کرتے تھے۔

"الم۔ اللّٰہ لا إلٰہ إلا ھو الحی القیوم، لا تاخذہ سنۃ ولا نوم لہ ما فی السمٰوات وما فی الارض وما بینھما وما تحت الثریٰ۔ عالم الغیب والشھادۃ، الرحمٰن الرحیم۔ [1]

---

[1] تفسیر القمی ج ۱ ص ۸۴ تحت آیۃ الکرسی۔

توشیعہ قوم کے مطابق ان کے آٹھویں امام ابو الحسن رضا آئت الکرسی موجودہ قرآن مجید کے مطابق نہیں پڑھتے تھے بلکہ ایسے الفاظ اس میں شامل کردیتے تھے جو آئت الکرسی کا حصہ نہیں ہیں چنانچہ آخری سطر موجودہ قرآن مجید کے مطابق آئت الکرسی میں شامل نہیں جب کہ شیعوں کے مطابق یہ سطر آئت الکرسی کا حصہ ہے۔

یہی قمی آئت "لہ معقبات من بین یدیہ الخ" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی موجودگی میں یہ آئت تلاوت کی "لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللّٰہ" (یعنی ان میں سے ہر ایک کے لیے پہرے دار ہیں اس کے سامنے اور اس کے پیچھے جو اس کی نگہبانی کرتے ہیں اللہ کے حکم سے) یہ آئت سن کر امام علیہ السلام فرمانے لگے: کیا تم عرب نہیں ہو؟

کیف تکون المعقبات من بین یدیہ؟

یعنی "معقبات" (پیچھے رہنے والے) سامنے کس طرح ہو سکتے ہیں "معقب" تو پیچھے رہنے والے کو کہا جاتا ہے۔ اس آدمی نے پوچھا:

میں آپ پر قربان جاؤں! تو یہ آیت کس طرح ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تھی "لہ معقبات من خلفہ و رقیب من بین یدیہ یحفظونہ بامر اللّٰہ" (یعنی اس کے لیے پہرے دار ہیں پیچھے اور نگہبان ہے آگے جو اس کی اللہ کے حکم سے نگہبانی کرتے ہیں)۔ [1]

اس روائت میں شیعہ مفسر قمی کے بقول حضرت جعفر صادق نے "لہ معقبات

---

[1] تفسیر القمی ج ۱ ص ۳۶۰، اس کے مثل تفسیر العیاشی اور تفسیر الصافی میں بھی ہے۔

من بین یدیه ومن خلفه" پڑھنے والے کو عربی قواعد سے ناواقف قرار دیا ہے حالانکہ غور کیا جائے تو خود امام جعفر صادق بقول شیعہ عربی سے ناواقف قرار پاتے ہیں اس لیے کہ عرب "المعقب" کو دو معنوں میں استعمال کرتے ہیں ایک معنی ہے "الذی یجئ عقب الآخر" یعنی کسی کے پیچھے آنے والا اور دوسرا معنی ہے "الذی یکثر المجئ" یعنی بار بار آنے والا اور یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔

جیسا کہ عربی شاعر لبید کہتا ہے:

طلب المعقب حقه المظلوم

یہاں "المعقب" کا معنی ہے المکرر۔

نیز سلامہ بن جندل کا شعر ہے:

إذا لم یصب فی أول الغزو عقبا

یعنی غزا غزوۃ أخری [1]

اسی طرح اس آیت میں "من" "با" کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے جو کہ عربی زبان میں عام رائج ہے۔ بہرحال یہ تو عربی قواعد سے متعلق بحث تھی، ہمارا استشہاد یہ ہے کہ قمی کے مطابق قرآن مجید کی اس آیت میں تحریف کی گئی ہے۔ نیز قمی آیت:

"واجعلنا للمتقین إماما" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"امام صادق علیہ السلام کی موجودگی میں کسی نے یہ آیت تلاوت کی "واجعلنا للمتقین اماما" تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت اصل میں یوں نازل ہوئی تھی "واجعل لنا من المتقین اماما" [2]

---

[1] لسان العرب ج ا ص ۶۱۴ و ۶۱۵ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۸ م۔

[2] تفسیر القمی ج ۲ ص ۱۱۷۔

شیعہ مصنف طبرسی اپنی کتاب "الاحتجاج" میں لکھتا ہے:

کسی زندیق نے حضرت علی بن ابی طالب سے قرآن کریم کی آئت "فان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا ما طاب لکم من النساء" کے متعلق پوچھا کہ یہ آئت فصاحت کے خلاف ہے تو آپ نے جواب دیا کہ یہ آئت بھی ان مقامات میں سے ہے جن میں تحریف وتبدیلی کردی گئی ہے، منافقین نے قرآن مجید کی بہت سی آیات کو بدل ڈالا اور بہت سی آیات کو نکال دیا۔ فی الیتامیٰ" اور "فانکحوا" میں ایک تہائی قرآن تھا جو حذف کردیا گیا ہے" [۱]

کلینی اپنی کتاب الکافی میں کہتا ہے:

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آئت یوں نازل ہوئی "ومن یطع اللہ ورسولہ فی ولایۃ علی والائمۃ بعدہ فقد فاز فوزا عظیما" (یعنی جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور علی اور ان کے بعد اماموں کی ولایت کو تسلیم کرے گا تو وہ یقیناً عظیم کامیابی حاصل کرے گا" [۲]

اس آئت میں: فی ولایۃ علیّ والائمۃ بعدہ" کے الفاظ قرآن مجید یکسر موجود نہیں ہیں۔ شیعہ مذہب کے مطابق یہ کلمات اصلی قرآن میں موجود تھے مگر صحابہ کرام نے نکال دیے۔

محسن الکاشی اپنی تفسیر صافی میں نقل کرتا ہے کہ آئت "یاایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین" (اے نبی! کفار ومنافقین سے جہاد کرو) اہل بیت کی قرأت کے مطابق یوں ہے "یاایھا النبی جاھد الکفار بالمنافقین" یعنی اے نبی!

---

[۱] الاحتجاج للطبرسی ص ۱۹، تفسیر الصافی ص ۱۱۔

[۲] کتاب الحجۃ من الکافی ج ۱ ص ۴۱۴ مطبوعہ طہران

کفار سے جہاد کرو منافقین کو ساتھ ملا کر"[1]

تحریف قرآن کی مثال بیان کرتے ہوئے کلینی اپنی کتاب میں حضرت جعفر صادق سے روائت کرتا ہے کہ انھوں نے کہا:

ولقد عھدنا إلیٰ آدم من قبل کلمات فنسی" (ہم نے آدم علیہ السلام کو پہلے ہی سے کچھ کلمات یاد کروا دیے تھے مگر وہ (عین موقعہ پر) بھول گئے) یہ اصل میں یوں تھی "ولقد عھدنا الی آدم من قبل کلمات فی محمد وعلی وفاطمۃ والحسن والحسین والأئمۃ من ذریتھم فنسی" یعنی ہم نے آدم کو چند کلمات سکھائے (اور وہ کلمات یہ تھے) محمد، علی فاطمہ، حسن اور حسین مگر آدم بھول گئے۔ اللہ کی قسم! یہ آئت اس طرح نازل ہوئی تھی"[2]

رب کعبہ کی قسم! یہ جھوٹ ہے۔

شیعہ مفسر قمی کہتا ہے:

آئت "ان تکون أمۃ ھی أربی من امۃ اصل میں یوں تھی "أن تکون أئمۃ ھی أزکیٰ من أئمتکم" کہا گیا کہ اے نواسہ رسول! ہم تو اسے "أربی من امۃ" پڑھتے ہیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا: تیرا بیڑہ غرق! "ما اربی" اربی کیا ہوتا ہے؟ اور ساتھ ہی ہاتھ ہلایا جیسے کہ اس لفظ کو ترک کرنے کا اشارہ کر رہے ہوں[3]

ان روایات کے علاوہ بھی بے شمار ایسی روایات ہیں جو شیعہ قوم کے اس باطل

---

[1] تفسیر الصافی ج ۱ ص ۲۱۴ مطبوعہ طہران۔

[2] اصول کافی. کتاب الحجۃ. باب فیہ نکت ونتف من التنزیل فی الولایۃ" ج ۱ ص ۴۱۶ مطبوعہ طہران

عقیدے کی وضاحت کرتی ہیں۔ ہم اگلے صفحات میں مناسب جگہ پر ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

شیعہ تحریف کے قائل کیوں ہیں؟

شیعہ قوم نے تحریف قرآن کا عقیدہ مختلف وجوہات کی بنا پر اختیار کیا، ان وجوہات میں سے ایک وجہ مسئلہ امامت وولائت بھی ہے۔

تحریف قرآن اور عقیدۂ امامت وولائت

شیعہ مذہب کے مطابق بارہ اماموں کی امامت پر ایمان لانا بنیادی عقائد میں شامل ہے' ان کے نزدیک اگر کوئی شخص اس عقیدے پر ایمان نہیں لاتا تو وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ شیعہ قوم کے ہاں ایمان بالامامت' ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کی مانند ہے۔ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پہ ایمان لانا اور ان کی اطاعت کرنا فرض ہے اسی طرح بارہ اماموں کی امامت پر ایمان لانا بھی فرض ہے۔ چنانچہ کلینی شیعہ راوی ابوالحسن عطار سے روائت کرتا ہے کہ:

"امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: امام اور رسول اطاعت کے لحاظ سے برابر ہیں" [1]

---

[1] اصول کافی باب فرض طاعۃ الائمۃ ج ۱ ص ۱۸۶ مطبوعہ طہران

اسی طرح کافی ہی کی روایت ہے:

"امام صادق علیہ السلام نے فرمایا نحن الذین فرض اللّٰہ طاعتنا ... الخ" اللہ تعالیٰ نے ہماری اطاعت لوگوں پر فرض کی ہے، ہمیں نہ جاننے والے کا عذر قابلِ قبول نہ ہوگا، ہماری معرفت (پہچان) ایمان اور ہمارا انکار کفر ہے۔ جو ہمارا منکر ہے وہ گمراہ ہے جب تک کہ وہ ہماری معرفت حاصل کرلے اور ہماری اطاعت کرے[1]

حضرت باقر سے روائت کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی معرفت اس وقت تک کافی نہیں جب تک امام کی معرفت حاصل نہ ہو۔ اسی طرح اللہ کی عبادت بھی اس وقت تک قابلِ قبول نہیں جب تک امام کی معرفت حاصل نہ ہو۔ امام کی پہچان کے بغیر عبادت کرنے والا حقیقت میں غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے اور یوں ہی گمراہی میں اپنی محنت ضائع کرتا ہے"[2]

شیعہ قوم کے نزدیک امامت کا مرتبہ تمام ارکان اسلام سے زیادہ ہے چنانچہ کلینی حضرت باقر سے روائت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:

"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ حج اور ولائت یعنی امامت "ولم ینادبشئی مانودی بالولایۃ" اور اسلام میں جتنا زور اماموں کی امامت وولائت پر ایمان لانے کے اوپر دیا گیا ہے اتنا زور کسی بھی رکنِ اسلام پر نہیں دیا گیا"[3]

---

[1] ایضاً: ص ۱۸۷۔ [2] کتاب الحجۃ من الکافی۔ باب معرفۃ الامام ج ۱ ص ۱۸۱ مطبوعہ طہران [3] الکافی فی الاصول کتاب الایمان والکفر باب دعائم الاسلام ج ۲ ص ۱۸ مطبوعہ ایران وص ۳۶۹ مطبوعہ ہند۔

شیعہ راوی زرارہ اپنے امام حضرت باقر سے روائت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:

"اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں: نماز، زکوٰۃ حج، روزہ، اور امامت و ولائت۔

زرارہ کہتا ہے: میں نے پوچھا: ان میں سے اہمیت و افضیلت کس کی زیادہ ہے؟

"امام علیہ السلام نے جواب دیا: الولایۃ افضلھن ولائت (امامت) کی اہمیت و افضلیت سب سے زیادہ ہے" [1]

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اماموں کی ولائت و امامت کی اس قدر اہمیت ہے تو کیا وجہ ہے کہ نماز روزے اور دیگر ارکان کا ذکر تو قرآن مجید میں بالتفصیل اور متعدد مقامات پہ موجود ہے مگر ولائت و امامت کا کوئی نام و نشان تک نہیں جب کہ امامت نہ صرف یہ کہ ارکان اسلام میں سے ایک رُکن اور اس کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے بلکہ یہ وہ "میثاق" ہے جو اللہ تعالےٰ نے عالم ارواح میں انبیائے کرام سے لیا تھا۔ چنانچہ بصائر الدرجات میں صفار شیعی حضرت باقر سے روائت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:

"اللہ نے انبیاء کرام سے علی علیہ السلام کی امامت و ولائت پر ایمان لانے کا عہد لیا تھا" [2]

تعجب ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ قرآن مجید میں اتنے اہم میثاق اور عہد کا ذکر تک موجود نہ ہو؟

شیعہ مذہب میں "امامت" انبیائے کرام سے لیا جانے والا عہد و میثاق ہی نہیں بلکہ یہ وہ امانت ہے جسے اللہ تعالےٰ نے تمام آسمان والوں اور زمین والوں پہ پیش

---

[1] اصول کافی ج ۲ ص ۱۸ مطبوعہ ایران و ج ۱ ص ۳۶۸ مطبوعہ ہند۔

[2] بصائر الدرجات للصفار ج ۲ باب ۹ مطبوعہ ایران ۱۲۸۵ھ۔

کیا، شیعہ محدث صفار جو کلینی کا استاد بھی ہے اپنی کتاب "بصائر الدرجات" میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے میری ولائت آسمان والوں اور زمین والوں پہ پیش کی۔ جس نے اس پر ایمان لانا تھا وہ ایمان لایا اور جس کی قسمت میں انکار تھا اس نے انکار کیا۔

"انکرھا یونس فحبسہ اللہ فی بطن الحوت حتی اقربھا" میری ولائت کا یونس نبی نے ـــ عیاذا باللہ ـــ انکار کیا تو اللہ نے انہیں (بطور سزا) مچھلی کے پیٹ میں قید کر دیا حتی کہ وہ میری ولائت پر ایمان لے آئے"۔[1]

شیعہ قوم کو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام کی توہین کرتے ہوئے ذرا سی بھی شرم محسوس نہ ہوئی اور آپ علیہ السلام پر یہ الزام لگا دیا کہ انہوں نے حضرت علیؓ کی امامت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا جس پر آپ کو یہ سزا دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس دن تک مچھلی کے پیٹ میں قید رکھا، اور چالیس دن کے بعد انہوں نے حضرت علیؓ کی امامت کو تسلیم کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کرتے ہوئے مچھلی کے پیٹ سے آزاد کر دیا۔

نعوذ باللہ من ذلک۔

شیعہ کی ایک روائت کے مطابق آسمان کے تمام فرشتوں کا بارہ اماموں کی امامت و ولائت پر ایمان ہے، کلینی کا استاد صفار، بصائر الدرجات میں لکھتا ہے:

"امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: آسمان میں فرشتوں کی ستر قسمیں ہیں۔ اگر تمام زمین والے مل کر بھی انہیں شمار کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں وہ تمام کے تمام ہماری ولائت کا عقیدہ رکھتے ہیں"۔[2]

---

[1] بصائر الدرجات للصفار ج ۲ باب ۱۰ مطبوعہ ایران۔

[2] ایضاً (باب ۶)

تو جس عقیدے کی اتنی اہمیت وحیثیت ہو اور اس کا قرآن مجید میں ذکر نہ ہو۔ کیا عقلاً اس بات کو تسلیم کیا جا سکتا ہے ـــــ ؟

یعنی اگر بارہ اماموں کی امامت کو تسلیم کرنا اتنا ہی اہم ہے تو قرآن مجید میں اس کا مفصل نہیں تو کم از کم اشارۃً ہی ذکر ہوتا۔

نیز کلینی امامت وولائت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت جعفر صادق سے روائت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا:

"اسلام کے ستون تین ہیں: نماز، زکوٰۃ اور ولائت ان میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کے بغیر عنداللہ قابل قبول نہیں" [1]

اپنے آٹھویں امام ابوالحسن رضا سے روائت کرتا ہے:

"علی علیہ السلام کی امامت (صرف قرآن مجید میں ہی نہیں بلکہ) تمام گزشتہ صحیفوں میں مذکور ہے، اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیاء مبعوث فرمائے سب نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کی رسالت اور علی علیہ السلام کی وصایت وامامت کی تبلیغ کی" [2] عقیدہ امامت تحریف قرآن کے افسانے کو وضع کرنے کے اسباب ومحرکات میں سے ایک سبب تھا کہ جب ان پر اعتراض کیا جاتا کہ اگر حضرت علی رض اور دیگر اماموں کی امامت پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل ہے اور اس قدر اہمیت کا حامل ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا ذکر کیوں نہیں کیا جب کہ بقول شیعہ اس عقیدے سے کم اہمیت کے حامل عقائد کا ذکر بالوضاحت قرآن مجید کی آیات میں موجود ہے۔ شیعہ قوم نے اس اعتراض سے نجات کے لیے یہ عقیدہ

---

[1] اصول کافی ج ۲ ص ۱۸ مطبوعہ ایران۔ [2] کتاب الحجہ من الکافی۔ باب فیہ نتف وجوامع من الروایۃ فی الولایۃ ج ۱ ص ۴۳۷ مطبوعہ ایران۔

وضع کیا کہ امامت ائمہ کا ذکر قرآن مجید میں موجود تھا مگر موجودہ قرآن چونکہ اصلی قرآن کے مطابق نہیں ہے۔ بلکہ یہ محرف اور تبدیل شدہ ہے چنانچہ صحابہ نے حضرت علی اور ان کی اولاد سے بغض و عداوت کی بنا پر ان تمام آیات کو قرآن مجید سے نکال دیا جن میں ان کی امامت و خلافت کا ذکر تھا۔

چند مثالیں

اس کی مثال دیتے ہوئے کلینی اصول کافی میں روائت کرتا ہے:

"امام باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ حضرت علی بن ابی طالب کا لقب امیر المومنین کس نے رکھا ہے؟

آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں حضرت علی کو امیر المومنین کہا ہے۔

پوچھا گیا کونسی آئت میں؟

جواب دیا: "واذ أخذ ربك من بني آدم من ظهورهم ذريتهم وأشهدهم على انفسهم الست بربكم وان محمدا رسولي وأن عليا أمير المؤمنين"

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم سے انہیں گواہ بنا کر یہ عہد لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ اور کیا محمد میرے رسول نہیں؟ اور کیا علی امیر المومنین نہیں تو سب نے کہا "بلیٰ" "ہاں یا رب"[1]

شیعہ قوم نے اس آئت کا آخری حصہ اپنی طرف سے قرآن مجید میں شامل کر دیا۔

---

[1] اصول کافی باب النوادر ج ۱ ص ۴۱۲ مطبوعہ ایران و ص ۲۶۱ مطبوعہ ہند۔

جب کہ یہ الفاظ و کلمات قرآن مجید میں موجود نہیں مگر شیعہ مذہب کے مطابق اصلی قرآن میں موجود تھے مگر عیاذاباللہ صحابہ کرام نے حذف کر دیے یعنی یہ قوم ایک یہودی الفکر عقیدے کے اثبات کے لیے اللہ تعالےٰ پر بہتان لگانے اور اس کی طرف جھوٹ منسوب کرنے سے بھی باز نہیں آئی۔

ایک اور روائت ملاحظہ فرمائیں۔

آئت: "وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فی علی فاتوا بسورۃ من مثلہ"

یعنی اگر تمہیں ان آیات میں کسی قسم کا شک ہو جو ہم نے اپنے بندے علی کی شان میں نازل کی ہیں تو اس قرآن جیسی ایک سورت بھی بنا کر دکھاؤ" اس آئت میں سے "فی علی" کے کلمات نکال دیے گئے ہیں"۔ لہ

حضرت باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

حضرت جبریل علیہ السلام اس آئت کو یوں لے کر آئے تھے۔

"فابیٰ اکثر الناس بولایۃ علی إلا کفورا"

یعنی لوگوں کی اکثریت نے حضرت علی کے انکار کو اختیار کیا اسی طرح اس آئت کو یوں لے کر آئے تھے۔

"وقل الحق من ربکم فی ولایۃ علی، فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین آل محمد نارا"

"کہہ دیجئے کہ علی کی ولایت کے متعلق حق تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا

لہ کتاب الحجۃ من الکافی ج ۱ ص ۴۲۲ مطبوعہ ایران و ص ۲۶۶ مطبوعہ ہند

لہ ایضاً ج ۱ ص ۴۲۵ مطبوعہ ایران و ص ۲۶۸ مطبوعہ ہند

گیا ہے۔ جو چاہے (علی کی ولایت پر) ایمان لے آئے اور جس کی مرضی ہو انکار کر دے ہم نے آلِ محمد پر ظلم کرنے والوں کے لیے جہنم تیار کی ہے"۔ [1]

اس روائت سے بھی شیعہ قوم یہ ثابت کرنا چاہتی ہے کہ اصلی قرآن مجید میں "فی ولایۃ علی" اور "آلِ محمد" کے کلمات موجود تھے مگر موجودہ قرآن سے انہیں نکال دیا گیا ہے۔

کلینی ایک روایت بیان کرتا ہے:

"امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آئت یوں نازل ہوئی تھی" ولو انہم فعلوا ما یوعظون بہ فی علی لکان خیرا لہم"

یعنی اگر یہ لوگ اس نصیحت پر عمل کرتے جو انہیں علی کے بارہ میں کی گئی تھی تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا [2]

اس آئت میں بھی شیعہ قوم نے "فی علیؑ" کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے۔

حضرت جعفر صادق کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

یہ آئت جبریل علیہ السلام یوں لے کر نازل ہوئے تھے "یا اُیہا الذین اوتوا الکتاب آمنوا بما نزل فی علیؑ نورا مبینا" اے اہل کتاب تم ان آیات پر ایمان لے آؤ جو ہم نے علی کی شان میں نازل کی ہیں اور وہ واضح نور کی حیثیت رکھتی ہیں" [3]

"فی علیؑ" کا لفظ قرآن مجید میں نہیں۔ یہ شیعوں کا اضافہ ہے۔

---

[1] ایضاً ج ۱ ص ۴۲۵ مطبوعہ ایران و ص ۲۶۶ مطبوعہ ہند۔

[2] اصول کافی ج ۱ ص ۴۲۴ مطبوعہ ایران و ص ۲۲۸ مطبوعہ ہند۔

[3] ایضاً ج ۱ ص ۴۱۷ مطبوعہ ایران و ص ۲۶۲ مطبوعہ ہند۔

نیز: یہ آئت یوں نازل ہوئی تھی " بئسما اشتروا بہ أنفسھم أن یکفروا بما أنزل اللہ فی علیؓ بغیا"

" بری ہے وہ چیز جو انھوں نے حضرت علی کے بارہ میں نازل ہونے والی آیات کے بدلہ میں ظلم کا ارتکاب کرتے ہوئے خریدی ہے" [۱]

شیعہ مفسر علی بن ابراھیم قمی اپنی تفسیر کے مقدمہ لکھتا ہے:

" قرآن مجید میں تغییر و تحریف واقع ہوئی ہے.. آئت " کنتم خیر امۃ" اصل میں یوں تھی " کنتم خیر أئمۃ "، موجودہ قرآن میں یہ آئت اصل قرآن کے مطابق نہیں کیونکہ یہ امت (امت محمدیہ) بہترین امت کیونکر ہو سکتی ہے؟ اس امت نے تو امیر المؤمنین علی علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا۔ یہ اصل میں اماموں کے بارہ میں تھی " کنتم خیر أئمۃ " یعنی تم بہترین امام ہو۔

اسی طرح یہ آئت یوں تھی " لکن اللہ یشھد بما انزل الیك فی علیؓ" اس میں سے " فی علیؓ" کے کلمات نکال دیے گئے ہیں

نیز: یہ آئت یوں نازل ہوئی تھی " یا ایھا الرسول بلّغ ما أنزل إلیك من ربك فی علیؓ" اے رسول جو کچھ علی کی شان میں آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے۔ اسے لوگوں تک پہنچائیے" [۲]

شیعہ مفسر الکاشی اپنی تفسیر الصافی میں عیاشی سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

امام جعفر علیہ السلام نے فرمایا: اگر قرآن مجید اپنی اصلی حالت میں موجود ہوتا تو اس

---

[۱] کتاب الحجۃ ج ۱ ص ۴۱۷ مطبوعہ ایران و ص ۲۶۲ مطبوعہ ہند۔

[۲] تفسیر القمی مقدمہ ج ۱ ص ۱۰ مطبوعہ نجف۔

میں تمام اماموں کے نام لکھے ہوتے" [1]

کلینی روایت کرتا ہے:

ایک آدمی نے امام صادق علیہ السلام کی موجودگی میں یہ آئت تلاوت کی۔

"وقل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمومنون"

امام علیہ السلام نے فرمایا: یہ آئت یوں نہیں ہے بلکہ اصلی قرآن کے مطابق "المؤمنون" کی بجائے "المامونون" تھا اور اس سے مراد ہم ہیں" [2]

حضرت باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ آئت جبریل علیہ السلام یوں لے کر نازل ہوئے تھے "یا أیہا الناس قد جاءکم الرسول بالحق من ربکم فی ولایۃ علی فآمنوا خیرا لکم وان تکفروا بولایۃ علی فان اللہ ما فی السموات والارض"

اے لوگو! اللہ کا رسول تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے علی کی ولایت لے کر آیا ہے جو کہ برحق ہے، تم اس عقیدے پر ایمان لے آؤ جو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم علی کی ولایت سے انکار کرو گے (تو اللہ کو کچھ پرواہ نہیں) وہ آسمانوں اور زمینوں اور ان میں موجود ہر چیز کا مالک ہے" [3]

وصایت کے متعلق کلینی لکھتا ہے:

"فبایّ آلاء ربکما تکذّبان ابالنبیّ ام بالوصیّ"

سورۃ رحمان میں یہ آئت اس طرح نازل ہوئی تھی یعنی اے انس والو! اور جنّو!

---

[1] تفسیر الصافی۔ مقدمہ ص ۱۱ مطبوعہ ایران۔

[2] اصول کافی ج ۱ ص ۴۲۴ مطبوعہ ایران و ص ۲۶۸ مطبوعہ ہند۔

[3] ایضاً۔

تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کی تکذیب کرو گے؟ کیا نبی کا انکار کرو گے یا وصی کا؟"[1]

شیعہ قوم کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی یعنی ولی عہد تھے، وہ تمام اختیارات جو آپ کو حاصل تھے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ نص کے مطابق حضرت علی کی طرف منتقل ہو گئے تھے اس لیے خلافت و امامت کے حق دار حضرت علی ہی تھے۔ "ام بالوصیّ" میں وصی سے مراد یہی ہے۔

اس قسم کی روایات سے شیعہ قوم کی تفسیر و حدیث کی کتب بھری ہوئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ مذہب میں چونکہ امامت و ولایت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور قرآن مجید اس عقیدے کے ذکر سے خالی ہے۔ بنابریں انہوں نے یہ عقیدہ اختیار کیا کہ قرآن مجید میں تبدیلی کر دی گئی ہے اور امامت کی اہمیت بیان کرنے والی آیات حذف کر دی گئی ہیں، امامت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے شیعہ اپنے آٹھویں امام ابو الحسن رضا سے روائت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

"امامت اسلام کی بنیاد بھی ہے اور شاخ بھی۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج امام کے بغیر قبول نہیں ہوتے"[2]

چنانچہ اس یہودی الاصل عقیدے "وصایت و امامت کو باقی رکھنے کے لیے تحریف قرآن کا افسانہ وضع کیا گیا۔

---

[1] اصول کافی ۱/۲۱۷
[2] اصول کافی۔ باب النوادر ج ۱ ص ۲۰۰۔ ایران۔

تحریفِ قرآن اور تکفیرِ صحابہؓ

شیعہ قوم جن اسباب و وجوہ کی بنا پر قرآن مجید میں تحریف و تبدیلی کا عقیدہ رکھتی ہے ان میں سے ایک سبب تو عقیدۂ امامت و ولایت ہے جس کی توضیح ہم پیچھے کر چکے ہیں۔

دوسرا اسبب یہ ہے کہ مذہب شیعہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالعموم ——— ماسوائے تین اور ایک روائت کے مطابق چار کے ——— اور خلفائے ثلاثہ ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے کفار و مرتدین ہیں۔ یہ شیعہ قوم کا عقیدہ ہے مگر قرآن مجید کا مطالعہ کیا جائے تو بے شمار ایسی آیات نظر آئیں گی جن میں صحابہ کرامؓ کی فضیلت اور ان کا مقام و مرتبہ بیان کیا گیا ہے۔ ان آیات سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے ایمان میں شک وشبہ نہیں بلکہ ان کا ایمان اللہ تعالے کے نزدیک دوسرے لوگوں کے لیے قبولیت کا معیار ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "فان آمنوا بمثل ما آمنتم بہ فقد اھتدوا[1]" یعنی یہ لوگ اگر اس طرح ایمان لائیں جس طرح کہ (اے میرے نبی کے ساتھیو!) تم ایمان لائے ہو تو یہ لوگ ہدایت یافتہ تصور ہونگے۔

---

[1] سورۃ البقرہ آیت

قرآن کریم کی لاتعداد ایسی آیات ہیں جن میں مہاجرین و انصار کی تعریف کی گئی ہے۔ اور انہیں جنت کی بشارت دی گئی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" والسابقون الاولون من المهاجرین والأنصار والذین اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها أبدا ذلك الفوز العظیم" [1]

" ایمان قبول کرنے میں سبقت حاصل کرنے والے پہلے مسلمان مہاجر وانصار اور ان کی اچھے طریقے سے پیروی کرنے والوں پر اللہ راضی ہے اور وہ اس سے راضی ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے لیے ایسی جنت تیار کی ہے جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

" والذین آمنوا وهاجروا وجاهدوا فی سبیل الله والذین آووا ونصروا اولئك هم المؤمنون حقا لهم مغفرة ورزق کریم" [2]

" وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنھوں نے ان مہاجرین کو پناہ دی اور ان کی مدد کی یہ لوگ پکے مومن ہیں ان کیلیے بخشش اور پاکیزہ و مکرم رزق ہے"

اس آیت میں مہاجرین و انصار کے پکے مومن ہونے کی شہادت ہے، ان کے

---

[1] سورۃ توبہ آیت ۱۰۰ - [2] سورۃ الانفال آیت ۷۴ -

ایمان میں شک کرنا قرآن مجید میں شک کرنے کے مترادف ہے:

ایک اور روایت میں ہے:

"لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل أولئك اعظم درجة من الذین أنفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنیٰ واللہ بما تعملون خبیر" لہ

"(اے میرے نبی کے ساتھیو!) تم میں سے فتح مکہ سے قبل خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے مقام و مرتبہ میں ان لوگوں سے بڑھ کر ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور اللہ کے راستے میں جنگ کی (ہاں مگر) اللہ نے سب سے بہتری (یعنی جنت) کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے فتح مکہ سے قبل ایمان قبول کرنے والے 'اللہ کی خاطر خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے صحابہ کرام اور فتح مکہ کے بعد ایمان قبول کرنے والے' اللہ کی خاطر خرچ کرنے والے اور اس کے راستے میں جہاد کرنے والے صحابہ کرام کے متعلق ارشاد فرمایا ہے "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" اللہ نے سب سے اچھائی یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

نیز: "فالذین آمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ أولئك ھم المفلحون" کہ

"وہ لوگ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لائے اور ان کے دست و بازو بنے اور ان کی مدد کی اور اس نور ہدایت کی اتباع کی جو آپ کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیاب ہیں۔"

لہ سورۃ الحدید آیت ۱۰ ۔ کہ سورۃ الاعراف آیت ۱۵۷ ۔

اس آئت میں بھی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے انہیں کامیابی کی ضمانت دی ہے۔ صلح حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر موت کی بیعت کرنے والے صحابہ کرام کے متعلق ارشاد فرمایا۔

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم[۱]

"وہ لوگ جو آپ کی بیعت کر رہے تھے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی بیعت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر تھا۔"

اس آئت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی بیعت کو شرف قبولیت سے نوازا ہے اور ان کے اس عمل کی تحسین فرمائی ہے۔ اسی ضمن میں اللہ تعالےٰ نے صحابہ کرام کو اپنی رضامندی کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا ہے:

"لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم وانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحا قریبا"[۲]

"اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے۔ اللہ نے ان کے دلوں کی حالت کو جان لیا اور ان پر اطمینان و سکینت نازل فرمائی اور ان کے اس عمل کے بدلہ میں جلد ہی انہیں فتح نصیب فرما دی۔"

اس آئت میں اللہ تعالیٰ نے بیعت الرضوان میں شریک تمام صحابہ کرام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے انہیں اپنی رضامندی سے نوازا ہے۔

ایک اور آئت میں ارشاد ربانی ہے:

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھم

---

۱ ؎ سورۃ الفتح آئت ۱۰ ۲ ؎ سورۃ الفتح آئت ۱۸

فی وجوھھم من اثر السجود"۔ ؎۱

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھی ہیں وہ کفار کے لیے سخت اور آپس میں نرم ہیں۔ آپ انہیں رکوع و سجود کی حالت میں دیکھیں گے وہ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودگی کی جستجو میں رہتے ہیں سجدوں کے نشانات ان کے چہروں سے عیاں ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کے ہاں صحابہ کرام کی جو عزت و شان ہے اسے بیان کرنے کے لیے یہی ایک آئت ہی کافی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

"للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم و اموالھم یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا و ینصرون اللہ و رسولہ اولئک ھم الصادقون، والذین تبوؤ الدار و الایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ"۔ ؎۲

"وہ غریب مہاجرین جنہیں ان کے گھروں سے نکالا گیا اور انہیں اپنی جائداد سے محروم کر دیا گیا وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کی تلاش میں رہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں (یعنی ان کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں) یہی سچے لوگ ہیں اور وہ انصار جنہوں نے ان کو اپنے گھروں میں پناہ دی اور ان کے آنے سے پہلے ایمان قبول کر لیا وہ ایسے شخص کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو اپنے گھر بار کو خیر باد کہہ کر ان کی طرف ہجرت کرے۔ اللہ نے ان کو جتنا عطا کیا ہے وہ اس پر قناعت کرتے ہیں اور اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں خود اس کی شدید طلب

؎۱ سورۃ الفتح آیت ۲۹۔ ؎۲ سورۃ الحشر آیت ۸ اور ۹۔

طلب کیوں نہ ہو" ؎۱

یہ آیت بھی مہاجرین و انصار کے مناقب و فضائل اور اللہ کے ہاں ان کے رتبے کو بیان کرنے کے لیے کافی ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ولکنّ اللہ حبّب الیکم الایمان و زیّنہ فی قلوبکم وکرّہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولٰئک ھم الراشدون" ؎۱

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا: اللہ نے ایمان کو تمہارے لیے محبوب اور پسندیدہ چیز بنا دیا اور اس سے تمہارے دلوں کو مزین کیا اور کفر و فسق اور نافرمانی کو تمہارے لیے ناپسندیدہ چیز بنا دیا۔ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں صحابہ کرام کے مومن ہونے اور کفر و فسق سے پاک ہونے کی گواہی دیتے ہوئے انہیں ہدایت یافتہ قرار دیا ہے۔

ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیں جس کا مصداق خلفائے راشدین ہیں۔ اس آیت سے خلفائے راشدین کا مومن اور نیک ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم ولیبدلنّھم من بعد خوفھم امناً" ؎۲

"تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو مومن ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جس طرح کہ ان سے پہلے

؎۱ سورۃ الحجرات آیت ۷۔ ؎۲ سورۃ النور آیت ۵۵۔

لوگوں کو خلافت عطا کی اور اللہ ان کے دور میں ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے مضبوط فرمائے گا اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کر دے گا۔

اس آیت سے خلافت کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ اللہ نے اس آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ بننے والوں کے ایمان کی شہادت دی ہے ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اس آیت کا مصداق کون ہیں ؟ کس کے دور میں اسلام پوری دنیا میں مضبوط قوت بن کر ابھرا؟ کس کے دور میں اسلامی فتوحات سے کمزور مسلمانوں کو قوت و ہیبت اور شان و شوکت عطا ہوئی؟ اور کس کے دور میں مسلمانوں کا خوف امن میں تبدیل ہوا؟

اگر تاریخ اسلام سے خلافت راشدہ کے پہلے ۲۳ سالہ سنہری دور کو خارج کر دیا جائے تو کوئی دور بھی اس آیت کا مصداق قرار نہیں پا سکتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منصب خلافت پر فائز ہونے والی پہلی شخصیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”إلا تنصروه فقد نصره الله إذ أخرجه الذين كفروا ثاني اثنين إذ هما في الغار إذ يقول لصاحبه لا تحزن إن الله معنا فأنزل الله سكينته عليه وأيده بجنود لم تروها وجعل كلمة الذين كفروا السفلى وكلمة الله هي العليا“ ۱؎

”اے لوگو! اگر تم میرے نبی کی مدد سے دستبردار بھی ہو جاؤ تو اللہ ان کا مددگار رہے اللہ نے اپنے نبی کی اس وقت بھی مدد کی جب انہیں کافروں نے اپنے وطن سے نکلنے پر مجبور کر دیا، جب وہ اپنے دوسرے ساتھی (ابوبکرؓ) کے

۱؎ سورت توبہ آیت ۴۰

ہمراہ غار میں تھے اور وہ اسے کہہ رہے تھے کہ گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے اللہ نے ان پر اطمینان کا نزول فرمایا اور اپنے لشکروں سے ان کے ہاتھ مضبوط کیے وہ خدائی لشکر تمہیں نظر نہیں آتے اور اللہ نے کافروں کو عذاب میں مبتلا کر دیا ۔ یہی کافروں کی سزا ہے"۔

تو یہ تمام آیات شیعہ قوم اور شیعی فکر کے حاملین کے لیے ایٹم بم سے کم نہیں کہ یہ آیات ان کے مذہب اور ان کے باطل افکار کو کچلنے کے لیے کافی ہیں یہ ممکن نہیں کہ ان آیات پر بھی ایمان رکھا جائے اور پھر یہ بھی کہا جائے کہ ابوبکر، عمر، عثمان اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین معاذ اللہ کفار و مرتدین تھے ۔ ایسی پاکیزہ ہستیاں کہ خود رب العالمین جن کا ثنا خواں ہو اور جن کے پکے مومن ہونے کی گواہی دے رہا ہو ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ مومن نہیں تھے قرآن کریم کی تکذیب کے برابر ہے ۔ مگر شیعہ قوم بجائے اس کے کہ اپنے عقیدے اور یہودی فکر کو تبدیل کرتی یہ کہنے لگی کہ خود قرآن مجید میں تبدیلی کر دی گئی ہے اور چونکہ قرآن کی صحت قطعی اور ناقابل تشکیک نہیں ہے لہذا ان آیات کا مدلول بھی قطعی الثبوت نہیں ہو سکتا ۔ یعنی اگرچہ قرآن مجید سے واضح طور پر مہاجرین و انصار اور دیگر صحابہ کرام کے ایمان کا ثبوت فراہم ہوتا ہے مگر چونکہ قرآن مجید اپنی اصلی شکل میں محفوظ نہیں رہا اس لیے اس ثبوت کی کوئی حقیقت نہیں ۔

چنانچہ انہوں نے تکفیر صحابہ کے عقیدے کو اپنے مذہب کی بنیاد بنائے رکھا مشہور شیعہ مورخ کشی اپنی کتاب میں لکھتا ہے :

"كان الناس اهل ردة بعد النبي الا ثلاثة" [1]

---

[1] رجال کشی ص ۱۲ تحت عنوان سلمان الفارسی مطبوعہ کربلا ۔ عراق ۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگ مرتد ہو گئے تھے ماسوائے تین کے"۔

کشی نے یہ قول حضرت باقر کی طرف منسوب کیا ہے۔

شیعہ راوی حمران کہتا ہے کہ میں نے امام باقر علیہ السلام سے عرض کیا ہماری تعداد کتنی کم ہے اگر سارے مل کر ایک بکری کا گوشت کھانا چاہیں تو اسے بھی ختم نہ کر سکیں؟

آپ نے فرمایا: میں اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات تجھے نہ بتاؤں! میں نے عرض کیا: بتائیے

تو آپ نے فرمایا:

"المهاجرون والانصار ذهبوا .... الا ثلاثه" [1]

"یعنی تین کے سوا تمام مہاجرین و انصار گمراہ ہو گئے تھے"۔

اور ظاہر ہے اس عقیدے کا قرآن مجید سے کوئی تعلق نہ تھا شیعہ قوم نے اس کا جواب یوں گھڑا کہ وہ ساری آیات جن سے صحابہ کرام کے ایمان کی گواہی ملتی ہے۔ صحابہ کا اپنا اضافہ اور ان کی اپنی ایجاد ہیں جب کہ وہ تمام آیات خارج کر دی گئیں ہیں جن میں ان کے کفر و ارتداد کا ذکر تھا۔

کلینی ایک شیعہ راوی احمد بن ابی نصر سے روائت کرتا ہے۔ اس نے کہا: مجھے حضرت ابوالحسن رضا ـــــ شیعہ کے آٹھویں امام ـــــ نے ایک مصحف (قرآن) دیا اور حکم کیا کہ اسے کھول کر نہ دیکھوں۔ مگر میں نے اسے کھول کر دیکھا تو سورۃ "ولم یکن الذین کفروا" میں قریش کے ستر آدمیوں کے نام کفار کی فہرست میں لکھے ہوئے تھے"۔ [2]

---

[1] ایضاً ص ۱۳۔

[2] اصول کافی۔ کتاب فضل القرآن ج ۲ ص ۶۳۱ مطبوعہ ایران

ایک اور روایت جو گزشتہ صفحات میں بھی گزر چکی ہے اس کے مطابق حضرت علیؓ نے اصلی قرآن مہاجرین و انصار پر پیش کیا تھا مگر جب حضرت ابوبکرؓ نے اسے کھول کر دیکھا تو اس میں مہاجرین و انصار کی برائیوں کا ذکر تھا لہٰذا وہ قرآن حضرت علیؓ کو یہ کہہ کر واپس کر دیا گیا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں"۔[1]

شیعوں کا "شیخ الاسلام اور خاتمۃ المجتہدین" ملا باقر مجلسی اپنی کتاب میں لکھتا ہے :

"منافقوں نے علی علیہ السلام سے خلافت چھین کر قرآن کریم کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا"۔[2] ایک اور جگہ لکھتا ہے :

"عثمان نے قرآن کریم سے تین چیزیں نکال دیں : امیر المؤمنین علی کے فضائل و مناقب، دیگر اہل بیت کے فضائل اور خلفائے ثلاثہ کی مذمت مثلاً آیت :

"یالیتنی لم اتخذ ابا بکر خلیلا" ہائے افسوس! میں ابوبکر کو دوست نہ بناتا"۔[3]

شیعہ قوم نے تحریف قرآن کا عقیدہ اس لیے بھی وضع کیا کہ وہ خلفائے ثلاثہ ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے جمع و تدوین قرآن کے کارنامے کا انکار کر سکیں کیونکہ قرآن کریم کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خلفائے راشدین کے ذریعہ کروائی اور ظاہر ہے یہ ایک بہت بڑی سعادت اور ان کے علوِ شان کی دلیل تھی مگر شیعہ قوم اپنے دلوں میں موجود صحابہ کرام کی عداوت اور بغض و حقد کے ہاتھوں مجبور تھی کہ وہ ان کی کسی عظمت کا اعتراف نہ کرے چنانچہ انھوں نے تبدیلیٔ قرآن کا عقیدہ وضع کر لیا۔

---

[1] الاحتجاج للطبرسی ص ۸۶ اور ۸۸۔

[2] حیات القلوب۔ باب حجۃ الوداع ج ۲ ص ۹۴ مطبوعہ نولکشور۔ ہند

[3] تذکرۃ الائمۃ از ملا باقر مجلسی مخطوط۔

ایک شیعہ عالم ملا محمد عالم تقی کاشانی اپنی کتاب "ہدایۃ الطالبین" میں تحریر کرتا ہے:

"عثمان نے زید بن ثابت جو کہ عثمان کا دوست اور علی کا دشمن تھا کو حکم دیا کہ وہ قرآن کو جمع کرے اور اس میں سے اہل بیت کے فضائل اور دشمنان اہلِ بیت کی برائیوں کو خارج کر دے۔ اور موجودہ قرآن وہی عثمان والا قرآن ہے یعنی تبدیل شدہ ہے"۔ ۱؎

شیعہ مصنف ہیثم بحرانی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف طعن و تشنیع کرتے ہوئے "السابع من المطاعن" یعنی طعن نمبر ۷ کے عنوان سے لکھتا ہے:

"عثمان نے لوگوں کو زید بن ثابت کی قراءت پر جمع کیا اور قرآن کے دیگر نسخوں کو جلادیا اور بہت سی آیات کو نیست و نابود کروادیا"۔ ۲؎

شیعہ قوم کا تحریف قرآن کے افسانے سے یہ مقصد تھا کہ وہ صحابہ کرام کے خلاف اپنے بغض کا اظہار کرتے ہوئے انہیں مطعون کر سکیں کہ انہوں نے جب حضرت علیؓ سے خلافت و امامت غصب کی تو قرآن مجید سے ان آیات کو نکالنا ناگزیر ہو گیا جن سے خلافتِ علی کا ثبوت ملتا تھا۔

کلینی حضرت باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہتا ہے:

حضرت جبرئیل علیہ السلام اس آیت کو یوں لے کر نازل ہوئے تھے۔ "إن الذین کفروا وظلموا آل محمد حقهم لم یکن اللہ لیغفر لهم"

یعنی وہ لوگ جنہوں نے کفر کا ارتکاب کیا اور آل محمد سے ان کا حق ظلماً چھینا اللہ ان کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ ۳؎

۱؎ ہدایۃ الطالبین ص ۳۶۸ مطبوعہ ایران ۱۲۸۲ھ

۲؎ شرح نہج البلاغہ ج ۱۱ ص ۱ مطبوعہ ایران

۳؎ اصول کافی ج ۱ ص ۴۲۴

نیز: یہ آیت یوں نازل ہوئی تھی

"فبدّل الذین ظلموا آل محمد حقهم قولاً غیر الذی قیل لهم فانزلنا علی الذین ظلموا آل محمد حقهم رجزا من السماء بما کانوا یفسقون" یعنی آلِ محمد سے ازرو ئے ظلم حق چھیننے والوں نے اللہ کے فرمان کو تبدیل کر کے کسی اور قول کو اختیار کر لیا تو ہم نے آلِ محمد پر ظلم کرنے والوں پر ان کے فسق و فجور کی وجہ سے آسمان سے عذاب نازل کیا" [1]

شیعہ مفسر قمی لکھتا ہے:

"آیت ولو تری إذ الظالمون آل محمد حقهم فی غمرات الموت والملائکة باسطوا أیدیهم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الهون" یعنی جب آپ دیکھیں گے کہ آلِ محمد پر ظلم کر کے ان سے ان کا حق چھیننے والے موت کی سختیوں میں مبتلا ہوں گے اور فرشتے ان کی طرف اپنے ہاتھ بڑھا کر کہہ رہے ہوں گے اپنی جانوں کو ہمارے سپرد کر دو آج تمہیں ذلت و رسوائی کا عذاب چکھایا جائے گا" اس آیت سے مراد معاویہؓ بنی امیہ اور ان کے خلفاء ہیں" [2]

یہی قمی سورۃ الشعراء کے آخر میں لکھتا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے آلِ محمد علیہ السلام اور ان کے شیعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وذکروا اللہ کثیرا وانتصروا من بعد ما ظلموا"

یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا اور

---

[1] کتاب الحجۃ من الکافی ج ا ص ۴۲۴ مطبوعہ ایران و ص ۲۶۸ مطبوعہ ہند۔

[2] تفسیر القمی ج ا ۔ ص ۲۱۱ ۔

اوران پر ظلم کیے جانے کے بعد ان کی مدد کی گئی ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آل محمد اور شیعہ کے دشمنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وسیعلم الذین ظلموا آل محمد حقھم أیّ منقلب ینقلبون"

یعنی آل محمد پر ظلم کرنے والے اور ان سے ان کا حق چھیننے والے عنقریب جان لیں گے کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے ۔ [1]

گزشتہ تمام آیات میں "آل محمد حقھم" کے الفاظ شیعہ قوم کے اپنے ایجاد کردہ ہیں ۔ قرآن مجید میں ان کا کوئی وجود نہیں ۔

آخر میں ہم طبرسی کی ایک روایت ذکر کرتے ہیں جو اس نے اپنی کتاب "الاحتجاج" میں نقل کی ہے۔

چنانچہ وہ لکھتا ہے:

"ایک زندیق نے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام سے قرآن کے متعلق بہت سے سوالات کیے ۔ ان سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ظالموں کے نام صاف صاف کیوں نہ بتا دیے ۔ اشاروں اور کنایوں میں ان کا ذکر کیوں کیا ؟

اس کا جواب امیر المؤمنین علیہ السلام نے دیا کہ اللہ نے ان کے نام صاف صاف ذکر کیے تھے ۔ تحریف کرنے والوں نے ان کے نام نکال دیے ۔ ان منافقوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الذین یکتبون الکتاب بأیدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ

---

[1] تفسیر القمی ج ۲ ص ۱۲۵ ۔

لیشتروابہ ثمنًا قلیلا"

یہ لوگ اس طرح کے ہیں کہ اپنے ہاتھوں سے ایک تحریر لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اس خود ساختہ تحریر کی تھوڑی سی قیمت وصول کرلیں۔

اللہ نے ان کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا:

"وإنّ منهم لفريقا يلوون ألسنتهم بالكتاب"

ان میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو (اپنے خود ساختہ کلام کو) زبان موڑ کر یوں پڑھتا ہے کہ قرآن کا حصّہ ظاہر کرسکے۔

اسی طرح اس آیت میں بھی انہیں کا ذکر ہے" اذ یبیّتون ما لا یرضی من القول"

جب وہ رات کو ایسی ایسی سازشیں کر رہے تھے جو اللہ کو پسند نہیں۔ یہ لوگ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سازشیں کرنے لگے تاکہ وہ اپنے باطل افکار کو سہارا دے سکیں جس طرح کہ یہود ونصاریٰ نے اپنے پیغمبروں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سازش کرکے تورات اور انجیل کو تبدیل کر دیا تھا۔

اور اس آیت میں بھی اللہ نے منافقین کا ذکر کیا ہے:

" یریدون لیطفئوا نور اللہ بأفواھھم ویأبی اللہ إلا أن یتمّ نورہ"

یہ لوگ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں مگر اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے کا عزم کیے ہوئے ہے۔

یعنی ان لوگوں نے قرآن میں ایسی اشیاء شامل کر دیں جو اللہ کا فرمان نہ تھیں، تاکہ وہ لوگوں کو شبہ میں ڈال سکیں (یہ مطلب ہے اس کا کہ وہ اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے تھے) مگر اللہ نے ان کے دلوں کو اندھا کر دیا اور ان کی تمام تر سازشوں کے

باوجود قرآن میں ایسی آیات باقی رہ گئیں جو ان کی سازشوں پہ دلالت کرتی ہیں۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا:

"لم تلبسون الحق بالباطل" تم حق کو باطل سے خلط ملط کیوں کرتے ہو!

اسی طرح اللہ نے ان کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فأما الزبد فیذھب جفاءً وأما ماینفع الناس فیمکث فی الارض"

یعنی باطل جھاگ کی مانند ہوتا ہے جو کہ فنا ہو جاتا ہے اور جو نفع دینے والی چیز ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔ اس آیت میں "جھاگ" سے مراد ملحدوں کا وہ کلام ہے جو انھوں نے قرآن میں درج کیا ہے جو کہ اصلی قرآن کے ظاہر ہونے پر فنا ہو جائے گا۔ اور "نفع دینے والی چیز" سے مراد حقیقی قرآن ہے اور "زمین" سے مراد علم کی جائے قرار اور تقیہ کی وجہ سے ممکن نہیں کہ جو لوگ قرآن میں تبدیلی کرنے والے ہیں ان کے نام بتا دیے جائیں یا وہ آیتیں بتا دی جائیں جو انھوں نے اپنی طرف سے بڑھا دی ہیں کیونکہ اس سے غیر مسلموں کو فائدہ پہنچے گا۔

اسی زندیق نے قرآن کی آیت "فان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامیٰ فانکحوا ماطاب لکم من النساء" یعنی اگر تم کو یہ خوف ہو کہ تم یتیموں کے حق میں انصاف نہ کر سکو گے تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو۔

زندیق نے اس آیت پر یہ اعتراض کیا کہ یتیموں کی حق تلفی کا نکاح سے کیا ربط ہے؟ اس کا جواب امیر المؤمنین علیہ السلام نے یہ دیا:

یہ اسی قسم سے ہے جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں کہ منافقوں نے قرآن سے بہت سی آیات کو نکال دیا۔ اور "فی الیتامیٰ" اور "فانکحو" کے درمیان ثلث (ایک تہائی) قرآن تھا جو منافقوں نے حذف کر دیا۔

اور اگر میں ان تمام آیات کو بیان کروں جن میں تبدیلی واقع ہوئی ہے

یا جو نکال دی گئی ہیں تو سلسلۂ کلام بہت طویل ہو جائے گا اور ویسے بھی تقیہ کے پیشِ نظر ان کا بیان جائز نہیں۔

جہاں تک ان آیات کا تعلق ہے جن سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کی توہین کا پہلو نکلتا ہے یا جن آیات میں آپؐ کو زجر و توبیخ کی گئی ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر نبی کے لیے ایک دشمن مقرر کرتا ہے جو اسے ایذا دیتا رہتا ہے یعنی یہ آیات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کی وضع کردہ ہیں۔ عیاذاً باﷲ) اور چونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کا مقام و مرتبہ تمام انبیاء سے زیادہ ہے۔ اس لیے آپؐ کا دشمن بھی اپنے کفر و نفاق میں، سب سے بڑھ کر ہے جس نے آپ کی نبوت کے خلاف سازشیں کیں، آپؐ کی تکذیب کی، آپ کو تکالیف دیں اور اپنے ساتھیوں سے مل کر آپ کی شریعت کو تبدیل کیا اور آپؐ کے طریقوں کی مخالفت کی۔

اس دشمن نے اپنی سازشوں کو عروج تک پہنچانے کیلیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے مقرر کردہ وصی و نائب (علیؓ) سے لوگوں کو دور کیا، ان کے راستے کی رکاوٹ بنا اور لوگوں کو (علیؓ) کی عداوت پر انگیخت کیا۔

اسی طرح اس نے قرآن کو تبدیل کیا، فضیلت والوں کے فضائل کو اور کفر والوں کے کفر کو اس قرآن سے نکال دیا۔ اسی لیے اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے

"ان الذین یلحدون فی آیاتنا لا یخفون علینا"

یعنی وہ لوگ جو ہماری آیات میں الحاد کرتے ہیں وہ ہم سے اوجھل نہیں۔

جب ان لوگوں پر اصلی قرآن پیش کیا گیا۔ انہوں نے کہا: لا حاجۃ لنا فیہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ ہمارے پاس اپنا قرآن موجود ہے اسی لیے اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

فنبذوہ وراء ظہورہم واشتروا بہ ثمناً قلیلا فبئس ما

یشترون"

یعنی انہوں نے اس "اصلی قرآن" کو پسِ پشت ڈال دیا اور اس کے بدلہ میں چند فوائد حاصل کر لیے، بہت برا ہے جو انہوں نے اس کے بدلہ میں خریدا۔ پھر انہیں مسائل کا علم نہ ہونے کی وجہ سے قرآن کو جمع کرنے کی ضرورت پیش آئی تاکہ (وہ اپنے جمع کردہ قرآن سے) اپنے کفر کی بنیادوں کو مضبوط کرسکیں چنانچہ ان میں سے ایک نے چیخ و پکار کی کہ جس کے پاس قرآن کی کوئی آیت ہو وہ ہمارے پاس لے کر آئے۔ انہوں نے قرآن جمع کرنے کی ذمہ داری ایک ایسے شخص کو سونپی جو اہلِ بیت کا دشمن تھا۔ اس لیے ان کی مرضی کے مطابق قرآن کو جمع کیا مگر اس نے کچھ ایسی آیات رہنے دیں جو اس کے خیال کے مطابق ان کے حق میں تھیں مگر درحقیقت وہ ان کے خلاف جاتی تھیں۔

انہوں نے قرآن میں ایسی آیات کا اضافہ کردیا جن کا خلافِ فصاحت اور قابلِ نفرت ہونا واضح تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ذالك مبلغهم من العلم" یعنی بس یہ ہے ان کے علم کی حد۔

انہوں نے قرآن میں ایسی آیات درج کردیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کی توہین کی گئی ہے۔ یہ تمام آیات ملحدین کی وضع کردہ ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یقولون منکرا من القول وزورا"

یہ لوگ بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں [1]

اس طویل روایت سے ثابت ہوا کہ شیعہ قوم کے نزدیک صحابہ کرامؓ نے

---

[1] الاحتجاج للطبرسی صفحہ ۱۱۹ و ما بعد۔

اصلی قرآن میں اس قدر تبدیلیاں کیں کہ معاذاللہ خلاف فصاحت اور قابلِ نفرت قرآن بن گیا۔ اللہ تعالیٰ کی ہزار لعنتیں ہوں ایسا عقیدہ رکھنے والے پر ـــــ اور یہ کہ خلفائے راشدین نے قرآن مجید سے وہ تمام آیات حذف کر دیں جن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ثبوت ملتا تھا۔ اسی طرح ان آیات کو بھی نکال دیا جن میں صحابہ کی برائیوں کا ذکر تھا اور اپنی طرف سے ایسی آیات کا اضافہ کر دیا جن میں مہاجرین وانصار کے فضائل ومناقب بیان کیے گئے تھے۔ اور یہ ساری سازش معاذاللہ ابوبکرؓ وعمرؓ کی تیار کردہ تھی جو عثمانؓ کے عہد میں پروان چڑھی اور مکمل ہوئی تو گویا قرآن مجید بھی شیعہ مذہب کے مطابق تورات وانجیل کی طرح محرف اور تبدیل شدہ ہے اور ہدایت وراہنمائی کا معیار نہیں اس میں خلافتِ علی اور امامتِ آئمہ کا ذکر اس لیے موجود نہیں کہ ابوبکر وعمر نے ایسی آیات کو نکال دیا ہے اس میں صحابہ کرام کے فضائل اس لیے ہیں کہ ابوبکر وعمر نے ایسی آیات اپنی طرف سے وضع کر کے قرآن مجید میں شامل کر دی ہیں۔ اس میں اماموں کے نام اس لیے موجود نہیں کہ ایسی تمام آیات ابوبکر وعمر کی سازش کی نذر ہو گئی ہیں اس میں ابوبکر وعمر اور دیگر صحابہ کا نام کفار کی فہرست میں اس لیے درج نہیں کہ ایسی آیات ان کی قطع وبرید کا شکار ہو گئی ہیں۔

تو معاذاللہ قرآن مجید نہ صرف یہ کہ ناقص و نامکمل ہے بلکہ اس میں بہت سی آیات کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے جو اللہ کی طرف سے نازل نہیں ہوئیں۔ اور ان کی نشاندہی اس لیے نہیں کی گئی کہ یہ تقیہ کا تقاضا تھا۔

(یہ صحابہ کرام کا اس امت پر احسان ہے کہ انھوں نے قرآن مجید کو مدون کر کے قیامت تک کے لیے وعدۂ خداوندی کے مطابق محفوظ کر دیا۔ بقول شیعہ ناقص ہی سہی مگر جتنا بھی اس وقت موجود ہے وہ انہی کی محنت وکاوش کا ثمرہ ہے، شیعہ مذہب کے مطابق ان کے اماموں نے تو سارا قرآن مجید سرے سے ہی غائب

کر دیا اور اس طرح سے نہ صرف مسلمانان اہلسنت بلکہ خود شیعہ بھی کتاب اللہ سے محروم ہو گئے۔ اب اگر اصلی قرآن موجود نہ ہونے کی وجہ سے کوئی شخص گمراہ ہو جائے تو اس میں قصور وار کون ہوگا؟ (مترجم)

تحریفِ قرآن اور تعطیل شریعت

شیعہ قوم نے تحریفِ قرآن کا عقیدہ مذکورہ اسباب و اغراض کے علاوہ ایک اور مقصد کے لیے بھی اختیار کیا اور وہ مقصد تھا اباحیت و تعطیلِ شریعت یعنی تاکہ حدود اللہ کو پامال کیا جا سکے اور شعائر اللہ کا مذاق اڑایا جا سکے۔ کیونکہ اگر قرآن کی صحت کو مشکوک اور غیر یقینی قرار دے دیا جائے تو ظاہر ہے اس کی آیات و نصوص سے ثابت ہونے والے احکامات و مسائل بھی مشکوک اور غیر یقینی قرار پاتے ہیں اور یوں قرآن کریم کے بیان کردہ اوامر و نواہی کی کوئی حیثیت نہیں رہتی اس لیے کہ ہر آئت میں تحریف اور تبدیلی کا امکان ہو سکتا ہے اور اسی شک و شبہ کے پیش نظر شرعی حدود سے نکلنا اور فواحش کا ارتکاب کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

اسی بنا پر شیعہ قوم کی اکثریت کا یہ عقیدہ ہے کہ صرف شیعہ مذہب اختیار کر لینا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم کر لینا ہی نجات کے لیے کافی ہے، اس کے بعد اگر کوئی شیعہ فسق و فجور اور فواحش کا ارتکاب کرے تو وہ سزا سے مستثنیٰ ہوگا اس لیے کہ وہ حضرت علیؓ کی ولائت و امامت کا قائل ہے اور حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر آنسو بہاتا اور ان کا نام لے کر سینہ کوبی کرتا ہے اور ان سے محبت کا اظہار کرتا ہے اور شیعہ کے نزدیک دین صرف محبت ہی کا نام ہے، اس نظریے کی تائید کیلئے

شیعہ قوم نے لاتعداد روایات گھڑ رکھی ہیں ہم یہاں کلینی کی ایک روائت پیش کرتے ہیں تاکہ شیعہ قوم کے اس نظریے کی وضاحت ہو سکے۔

چنانچہ کلینی حضرت باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"دین محبت ہی کا نام ہے۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا:

یا رسول اللہ میں نمازیوں سے محبت رکھتا ہوں مگر خود نماز نہیں پڑھتا۔ اسی طرح میں روزہ داروں سے محبت رکھتا ہوں مگر خود روزہ نہیں رکھتا تو آپؐ نے فرمایا:

أنت مع من أحببت یعنی تیرا انجام ان کے ساتھ ہوگا جن سے تجھے محبت ہے"(۱)

یعنی اگرچہ وہ خود نہ نماز پڑھتا تھا نہ روزہ رکھتا تھا مگر چونکہ نمازیوں اور روزہ داروں سے محبت کرتا تھا بس اسی قدر اس کی نجات کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ دین صرف محبت کا نام ہے اب اگر کوئی شیعہ اسلامی شعائر پر عمل پیرا نہ بھی ہو مگر اہل بیت سے محبت کا اظہار کرتا ہو تو شیعہ مذہب میں اس کی نجات یقینی ہے۔

تو دین سے استہزاء کرنے اور حدود اللہ کو پامال کرنے کی غرض سے بھی تحریف قرآن کا عقیدہ گھڑا گیا.....

۱۔ کتاب الروضۃ من الکافی فی الفروع ج ۸

عدمِ تحریف کے دلائل اور شیعہ کے جوابات

قرآن مجید کی حقانیت وصداقت اور اس کے مکمل ومحفوظ ہونے میں شک وشبہ کرنا دینِ اسلام پر ایک بہت بڑا بہتان اور جھوٹ ہے۔ پوری امتِ مسلمہ کا بالاتفاق یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کے ایک حرف اور ایک نقطے میں بھی کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی۔ نقلی اور عقلی دلائل کے مطابق اسلام میں اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

قرآن مجید کی یہ آیت اس سلسلے میں قطعی دلیل ہے "لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ" یعنی قرآن مجید پہ باطل نہ سامنے سے اثر انداز ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔

اور اس سے بھی واضح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" بلاشبہ ہم نے ہی قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔

یہ دونوں آیات اس بات کا قطعی ثبوت ہیں کہ قرآن مجید ہر قسم کی کمی بیشی یا تحریف وتبدیل سے پاک ہے۔ مگر شیعہ قوم ان دونوں آیات کی تاویل کرتے ہوئے کہتی ہے:

وہ دلائل جو مخالفین کی طرف سے تحریف وتبدیلی کے خلاف پیش کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک آیت تو "لا یاتیہ الباطل ...." ہے اور دوسری آیت "انا نحن نزلنا الذکر ...." ہے تو ہم اس کے جواب میں اتنا ہی کہیں گے کہ یہ آیات

اُس قرآن کے متعلق ہیں جو اماموں کے پاس ہے نہ کہ موجودہ قرآن کے متعلق۔ نیز "الحافظون" کا معنی "حفاظت کرنے والے" کی بجائے "العاملون" یعنی عمل کرنے والے" بھی ہو سکتا ہے۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ موجودہ قرآن کمی بیشی سے محفوظ ہے تو یہ اس آیت کا مدلول و مصداق نہیں ہے" [1]

اور بعینہ انہی خیالات کا اظہار شیعہ ایرانی عالم علی اصغر بروجردی نے اپنی کتاب میں کیا ہے جو اس نے محمد شاہ القاجار کے عہد میں شیعہ قوم کے مطالبے پر شیعہ قوم کے عقائد کو بیان کرنے کے لیے لکھی تھی، کہتا ہے:

"یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ اصلی قرآن میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی لیکن وہ قرآن جو بعض منافقین کا تالیف کردہ ہے وہ تحریف و تبدیلی سے محفوظ نہیں۔ اور اصلی قرآن امام العصر (بارھویں خود ساختہ امام) کے پاس موجود ہے۔ اللہ انہیں جلدی نکالے" [2]

ایک اور ہندی شیعہ عالم کہتا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے جس قرآن کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے وہ لوح محفوظ والا قرآن ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ"، یہ قرآن مجید ہے جو لوح محفوظ میں ہے" [3]

---

[1] منبع الحیاۃ از نعمت اللہ الجزائری منقول از "الاسعاف از ابو الحسن علی نقی ص ۱۱۵ مطبعہ اثنا عشری ۱۳۱۲ھ ہند۔

[2] عقائد الشیعہ ص ۲۷ مطبوعہ ایران۔

[3] موعظۃ تحریف القرآن از حائری ترتیب سید محمد رضی قمی صفحہ ۴۸۔

شیعہ قوم کی کتابوں میں اس طرح کی بے شمار نصوص ہیں جن میں اس قسم کی گھٹیا تاویلات کی گئی ہیں۔ قرآن مجید سے ادنیٰ شغف رکھنے والا بھی ان جوابات کی سطحیت کا اندازہ کر سکتا ہے:

اولاً: اس لیے کہ اگر حفاظت وصیانت کا ذمہ اس قرآن مجید کا اٹھایا گیا ہے جو بقول شیعہ آخری امام کے پاس ہے تو ایسی حفاظت کا کیا فائدہ؟ اس لیے کہ امام صاحب تو قرآن مجید سمیت غار میں چھپے ہوئے ہیں اور پوری امت تبدیل شدہ قرآن مجید پر عمل کر کے ہدایت سے محروم اور ضلالت و گمراہی کا شکار ہو رہی ہے۔

پھر ایسا قرآن جس میں کمی بیشی کر دی گئی ہو وہ پوری کائنات کے لیے ہدایت ونصیحت کیسے ہو سکتا ہے جب کہ قرآن مجید کو بار بار "ھدی للعالمین" اور "ذکر للعالمین" کہا گیا ہے تو جس قرآن سے بے شمار آیات نکال دی گئی ہوں اور لاتعداد آیات کا اضافہ کر دیا گیا ہو وہ قرآن ـــ معاذ اللہ ـــ گمراہی کا باعث تو بن سکتا ہے ہدایت وراہنمائی کا نہیں۔

اسی طرح جس دستاویز کا ایک حرف بھی تبدیل کر دیا جائے تو وہ ثقہ اور قابلِ اعتبار نہیں رہتی تو جس قرآن میں اس قدر کمی بیشی کر دی گئی ہو کہ اس کی اصل شکل ہی مسخ ہو گئی ہو۔ اس پر کیونکر اعتبار کیا جا سکتا ہے اور وہ کس طرح اسلامی احکام ومسائل کی بنیاد بن سکتا ہے۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ اگر قرآن مجید کو محرف اور تبدیل شدہ مان لیا جائے تو پورا دین اسلام ہی اور باطل اور بے بنیاد ٹھہرتا ہے کیونکہ اسلام کی بنیاد قرآن مجید ہے اور اگر قرآن مجید ہی کو مشکوک قرار دے دیا جائے تو دینِ اسلام کی صحت پر کون یقین کرے گا؟

اور یوں پوری شریعت معطل ہو کر رہ جائے گی اور نماز نہ روزہ نہ حج زکوٰۃ اور دیگر

شعائرِ دینیہ بے وقعت ہو کر رہ جائیں گے اس لیے کہ ان تمام کی بنیاد قرآن مجید پر ہے جو کہ شریعتِ اسلامیہ کا دستور ہے اور جب دستور ہی پایۂ اعتبار سے گر جائے تو شرعی احکام کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

اگر اصلی اور حقیقی قرآن امام غائب کے پاس ہے تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی نجات کے لیے کیا سامان کر کے اس دنیا سے تشریف لے گئے؟ کیونکہ نجات کا دارومدار تو قرآن مجید کے احکامات کے اوپر عمل کرنے پر ہے اور جب اصلی قرآن دنیا میں موجود ہی نہیں تو عمل کس پہ کیا جائے اور اس طرح پوری مخلوق عنداللہ معذور قرار پائے گی۔ اور اگر مجرم ٹھہریں گے تو شیعہ کے بقول وہ امام جنہوں نے اصلی قرآن اپنے پاس چھپائے رکھا اور مسلمانانِ اہلِ سنت کو در کنار خود شیعوں کو بھی نہ دکھایا؟

ثانیًا: اسی طرح یہ کہنا کہ حفاظت قرآن کی آیات اس قرآن کے متعلق ہیں جو "لوح محفوظ" میں محفوظ ہے اس کا جواب بھی یہی ہے۔

نیز: اگر یہی بات ہے تو پھر یہ قرآن مجید کے ساتھ خاص تو نہیں، تورات انجیل وغیرہ بھی "لوح محفوظ" میں بغیر کسی تحریف و تبدیلی اور کمی بیشی کے محفوظ ہیں۔

ثالثًا: آیت "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" میں وضاحت موجود ہے کہ قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد اس کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا گیا ہے۔ نہ کہ نازل ہونے سے پہلے۔ اس لیے یہ کہنا کہ حفاظت قرآن کی آیت کا تعلق اس قرآن سے ہے جو لوح محفوظ میں موجود ہے عبث اور بے بنیاد بات ہے۔

مگر شیعہ قوم کا نہ صرف یہ کہ اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ اسلام کے خلاف بغض و کینہ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہے اس لیے ان واضح دلائل کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے باطل افکار کی ترویج کے لیے ایسی ایسی

بے سروپا تاویلات کرتے ہیں کہ عقل و تدبر سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

قرآن مجید کے مکمل اور تبدیلی سے محفوظ ہونے کے بے شمار عقلی و نقلی دلائل ہیں، عقلِ سلیم اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ قرآن مجید میں کمی بیشی کر دی گئی ہو اس لیے کہ اس گئے گزرے دور میں بھی لاکھوں حفاظِ قرآن موجود ہیں اور اگر کوئی شخص قرآن مجید میں ایک حرف کا بھی اضافہ کرنا چاہے تو بڑے بڑے قراء و حفاظ تو درکنار ہزاروں چھوٹے چھوٹے بچے بھی اس غلطی کی نشاندہی کر کے قرآن مجید کو اس غلطی سے محفوظ رکھ سکتے ہیں، یہ تو اس دور کی بات ہے تو جس دور میں قرآن مجید نازل ہوا ہو۔ اس وقت اس میں تبدیلی و تحریف کا احتمال کیونکر ہو سکتا ہے؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ اس میں بے شمار آیات کا اضافہ کر دیا گیا ہو اور بے شمار آیات کو نکال دیا گیا ہو اور کسی کو پتہ بھی نہ چلا ہو اور کوئی بحران بھی نہ اٹھا ہو؟

انکارِ تحریف کا سبب

گزشتہ بحث سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ شیعہ مذہب میں قرآن مجید ناقص، نامکمل اور تبدیل شدہ کتاب ہے۔ اور تمام شیعہ قرآن مجید میں تحریف و تغیّر کے قائل ہیں۔ البتہ شیعہ کے کچھ علماء نے رسوائی سے بچنے کی خاطر اس عقیدے سے انکار کیا ہے۔ ان میں سے ابن بابویہ قمی بھی ہے۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے چوتھی صدی ہجری میں اپنے اسلاف اور اماموں کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے قرآن مجید میں تحریف و تبدیلی کا انکار کیا۔ چوتھی صدی ہجری کے نصف تک پوری شیعہ قوم میں سے اس کے علاوہ کسی دوسرے شخص کی نشاندہی نہیں کی جا سکتی جس کے متعلق یہ کہا جا سکے کہ وہ تحریفِ قرآن کا قائل نہ تھا۔ بلکہ شیعہ کے تمام اسلاف ہزاروں ایسی احادیث روائت کرتے تھے۔ جن سے ثابت ہوتا تھا کہ قرآن مجید میں کمی بیشی کر دی گئی ہے اور سب کے سب اس عقیدے پر متفق تھے۔

میں پوری دنیا کے شیعوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ چوتھی صدی تک اپنی قوم کے کسی ایسے فرد کا نام بتادیں جو قرآن میں تبدیلی کا قائل نہ ہو مجھے کامل یقین ہے کہ کوئی شیعہ بھی میرے اس چیلنج کو قبول کرنے کی جرأت و جسارت نہیں کر سکے گا۔

شیعہ عقائد کی بنیاد قائم ہی اس وقت رہ سکتی ہے جب قرآن مجید کو محرف اور تبدیل شدہ کتاب مانا جائے ورنہ ان کے یہودی عقائد کی ساری عمارت ہی منہدم ہو کر رہ جائے گی کیونکہ ولایت و امامت، رجعت، بدا اور تکفیر صحابہ جیسے باطل عقائد کا قرآن مجید میں اشارۃً بھی ذکر نہیں اس لیے شیعہ قوم ان کے اثبات

کے لیے یہ کہنے پہ مجبور رہے کہ یہ تمام عقائد اصلی قرآن میں مذکور تھے مگر صحابہ نے قرآن کو اپنی مرضی کے مطابق جمع کر کے ان سارے عقائد کو نکال دیا۔

ابن بابویہ قمی نے جب دیکھا کہ تحریف قرآن کا عقیدہ شیعہ مذہب کی ترویج میں رکاوٹ کا باعث بن رہا ہے اور لوگ شیعہ قوم سے نفرت کا اظہار کرنے اور انہیں مطعون کرنے لگے ہیں تو اس نے تقیہ کا لبادہ اوڑھا اور ہزاروں شیعی احادیث کی مخالفت کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی کہ قرآن مجید ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ ہے۔ بھلا شیعہ کے "معصوم اماموں" کے واضح اقوال اور شیعہ تفسیر و حدیث اور تاریخ کی ہزاروں نصوص کے مقابلہ میں قمی جیسے غیر معصوم شخص کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے؟ مگر قمی نے مسلمانوں کے طعن و تشنیع سے بچنے کی خاطر اس عقیدے سے انکار کیا اور کہا:

"ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ قرآن جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد پر نازل کیا وہ وہی ہے جو دو جلدوں کے درمیان ہمارے پاس موجود ہے" [1]

اس کے بعد ایک اور شیعہ عالم سید مرتضےٰ ملقب بعلم الہدیٰ نے بھی ابن بابویہ قمی کی اتباع کی اور اس قول کو اختیار کیا۔ شیعہ مفسر ابو علی طبرسی اسکے متعلق نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"قرآن میں زیادتی کے نہ ہونے پر تو تمام کا اتفاق ہے البتہ بعض شیعہ اور عامہ کمی کے قائل ہیں۔ ہمارا صحیح مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی سید مرتضیٰ نے بھی اسی قول کی تائید کی ہے" [2]

---

[1] الاعتقادات لابن بابویہ القمی۔ باب الاعتقاد فی القرآن مطبوعہ ایران ۱۲۷۴ھ

[2] تفسیر مجمع البیان از طبرسی ج اص ۵ مطبوعہ ایران ۱۲۸۴ھ

تیسرا شخص جس نے اس عقیدے سے انکار کیا وہ ابو جعفر طوسی متوفی ۴۶۰ھ ہے
اپنی تفسیر "التبیان" میں لکھتا ہے:

"قرآن میں کمی بیشی کا عقیدہ رکھنا مناسب نہیں .... نبی صلی اللہ علیہ و آلہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے، اللہ کی کتاب اور اہلِ بیت ...... یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کا ہر زمانے میں موجود ہونا لازمی ہے اس لیے کہ آپ کسی ایسی چیز کے ساتھ تمسک کرنے کا حکم کیسے دے سکتے تھے جو موجود ہی نہ ہو" [۱]

چوتھا شخص ابو علی طبرسی متوفی ۵۴۸ھ ہے جس کا قول پیچھے گزر چکا ہے۔

چوتھی صدی ہجری کے نصف سے لے کر چھٹی ہجری تک یہ چار اشخاص ہیں جنہوں نے تحریف قرآن کے عقیدے سے انکار کیا۔ ان چار کے علاوہ کسی پانچویں کے متعلق یہ ثبوت نہیں ملتا کہ وہ قرآن میں تبدیلی کا عقیدہ نہ رکھتا ہو۔

چنانچہ مشہور شیعہ محدث نوری طبرسی لکھتا ہے:

"قرآن میں عدمِ تحریف کے قائل شیعہ کے صرف چار مشائخ ہیں: قمی، سید مرتضیٰ، طوسی، اور ابو علی طبرسی۔ متقدمین میں سے کوئی پانچواں شخص ان سے اتفاق نہیں کرتا۔ تمام شیعہ تحریفِ قرآن کے قائل تھے۔ اس عقیدے سے اختلاف صرف ان چار علماء نے ہی کیا" [۲]

ان چار نے بھی شیعہ مذہب کے اس بنیادی عقیدے سے انکار محض اس لیے کیا کہ لوگوں کے طعنوں اور اعتراضات سے بچا جا سکے، ان کا انکار تقیہ پر مبنی تھا ورنہ حقیقت میں یہ لوگ بھی تبدیلیٔ قرآن کا عقیدہ رکھتے تھے۔ تقیہ یعنی

---

[۱] التبیان ج ۱ ص ۳ مطبوعہ نجف۔
[۲] فصل الخطاب ص ۲۴ مطبوعہ ایران۔

کذب و نفاق چونکہ ان کے دین کی بنیادوں میں سے ایک اہم بنیاد ہے [1] اس لیے انہوں نے اس پر عمل کر کے اپنے دین کو طعن و تشنیع سے محفوظ کرنا چاہا۔

ان کا انکار تقیہ و نفاق پر مبنی تھا اس کے چند دلائل ہیں:

اولاً: یہ کہ عقیدۂ تحریف پر دلالت کرنے والی روایات شیعہ محدثین و مفسرین کے نزدیک متواتر ہیں یعنی وہ اتنی زیادہ ہیں کہ ان کی تکذیب ناممکن ہے چنانچہ نوری طبرسی شیعہ محدث نعمت اللہ الجزائری سے نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا:

"ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ قرآن میں تبدیلی و تغیر پر دلالت کرنے والی احادیث صحیح اور متواتر ہیں [2]

مزید لکھتا ہے:

"سید جزائری فرماتے ہیں: ان روایات و احادیث کی تعداد دو ہزار سے بھی زائد ہے، شیعہ کی ایک جماعت نے ان کے مستفیض ہونے کا دعوٰی کیا ہے جن میں شیخ مفید، محقق داماد، علامہ مجلسی وغیرہ بھی شامل ہیں بلکہ شیخ ابو جعفر طوسی نے بھی اپنی تفسیر "التبیان" میں ان احادیث کی کثرت کی تصریح کی ہے۔۔۔۔

جان لینا چاہیے کہ یہ تمام احادیث ہماری ان معتبر کتابوں میں درج ہیں جن پر ہمارے مذہب کی بنیاد ہے اور جن سے دوسرے شرعی مسائل کا اثبات کیا جاتا ہے" [3]

یعنی دو ہزار سے بھی زیادہ ایسی شیعہ روایات ہیں جن میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ قرآن ناقص اور نامکمل ہے اور اس کی آیات میں کمی بیشی کر دی گئی ہے۔

---

[1] اس کا بیان آگے مفصلاً آئے گا۔

[2] فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب ربّ الارباب از نوری طبرسی ص ۳۰ مطبوعہ ایران۔

[3] ایضاً ص ۲۲۷۔

اتنی روایات تو شائد مسئلہ خلافت و امامت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی نہ ہوں اور ان تمام روایات کے انکار سے خلافتِ علی کے مسئلہ کو ثابت کرنے والی روایات کا انکار بھی لازم آتا ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے مشہور شیعہ عالم ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:

"تحریف قرآن والی روایات کو تواتر کا درجہ حاصل ہے اور ان روایات کے انکار کا یہ معنی ہے کہ کوئی بھی شیعہ روائت قابلِ اعتماد نہیں ہے بلکہ تمام کی تمام پایۂ اعتبار سے گری ہوئی ہیں اور کسی کے بارہ میں بھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ صیحح روائت ہے بلکہ میرے خیال کے مطابق امامت کی روایات کی تعداد بھی تحریفِ قرآن والی روایات جتنی ہی ہے اور اگر عقیدۂ تحریف قرآن کا انکار کر دیا جائے تو حضرت علی علیہ السلام کی امامت و خلافت بھی مشکوک ٹھہرتی ہے، یعنی پھر احادیث سے آپ کی امامت ثابت نہیں کی جا سکتی"۔[1]

ثانیًا: شیعہ مذہب بارہ اماموں کے اقوال و آراء پر مبنی ہے، یعنی شیعہ علماء کے مطابق ان کا مذہب اماموں کے اقوال کا مجموعہ ہے اور کوئی بھی ایسا عقیدہ جو اماموں سے منقول و مروی نہ ہو شیعی عقیدہ نہیں کہلا سکتا۔ اب قرآن میں تبدیلی کا عقیدہ ان کے اماموں سے منقول ہے، شیعہ قوم کے مطابق ان کے معصوم اور واجب الاتباع اماموں کا قول ہے کہ اصلی قرآن اس وقت دنیا میں موجود نہیں اور جو قرآن موجود ہے وہ اصلی نہیں۔ اب جو لوگ شیعہ کہلانے کے باوجود اس عقیدے پر ایمان نہیں رکھتے۔ وہ یا تو اپنے "معصوم اور واجب الاتباع" اماموں کی صریحًا مخالفت کرتے ہیں یا پھر تقیہ اور کذب و نفاق سے کام لیتے ہیں۔

ثالثًا: یہ چاروں اشخاص جنہوں نے بظاہر اس عقیدے سے انکار کیا ہے ان میں سے کوئی بھی "معصوم اماموں" کے زمانے میں موجود نہ تھا۔ جب کہ

---

[1] فصل الخطاب از نوری طبرسی

تحریفِ قرآن کے قائلین اماموں کے زمانہ میں موجود تھے۔ انھوں نے اپنے اماموں سے براہِ راست روایات اخذ کیں، ان کی صحبت میں بیٹھے ان کی اقتدا میں نمازیں ادا کیں اور ان سے بالمشافہ گفتگو کی۔

رابعًا: وہ تمام کتب جن میں تحریفِ قرآن والی روایات درج ہیں شیعہ کی معتبر کتابیں ہیں جن پر ان کے مذہب کا دارومدار ہے، اور ان میں سے بعض تو شیعہ اماموں کی تصدیق شدہ ہیں مثلاً "الکافی" اور "تفسیر قمی" وغیرہ۔

خامسًا: یہ چاروں اشخاص باوجود اس کے کہ بظاہر قرآن مجید کو مکمل مانتے ہیں اپنی کتابوں میں جرح و تنقید کے بغیر ایسی احادیث روائت کرتے ہیں جن سے تحریف و تغیر کا اثبات ہوتا ہے۔

مثلاً ابن بابویہ قمی اپنی کتاب "الخصال" میں روائت بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا:

"قیامت کے دن قرآن اللہ تعالیٰ کے دربار میں شکائت کرے گا کہ یارب! کچھ لوگوں نے مجھے جلاڈالا اور پھاڑ دیا" [1]

اسی طرح ابوعلی طبرسی جو عقیدۂ تحریف کا منکر ہے وہ بھی اپنی تفسیر "مجمع البیان" میں کہتا ہے کہ سورۃ النساء کی آئت "فما استمتعتم به منهن" کے بعد "الیٰ اجل مسمّٰی" کو قرآن سے نکال دیا گیا چنانچہ لکھتا ہے:

"بعض صحابہ "فما استمتعتم به منهن" کے بعد "الیٰ اُجل مسمّٰی" بھی پڑھا کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے اس سے مراد متعہ ہے" [2]

---

[1] الخصال از ابن بابویہ قمی ص ۸۳ مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ھ

[2] مجمع البیان از طبرسی ج ۳ ص ۳۲ مطبوعہ طہران ۱۳۷۴ھ

اس طرح کی بہت سی روایات ہیں جنہیں انھوں نے اپنی اپنی کتب میں درج کیا ہے، اور اس سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان اشخاص نے تحریف قرآن کا انکار محض تقیہ و نفاق پہ عمل کرتے ہوئے کیا۔ کیونکہ تقیہ یعنی اپنے عقیدے کے خلاف اظہار کرنا اور جھوٹ بولنا شیعہ مذہب میں نہ صرف یہ کہ کارِ ثواب ہے بلکہ فرائض دین میں سے ہے۔[1]

چنانچہ ابن بابویہ قمی اپنے رسالے "الاعتقادات" میں لکھتا ہے:

"تقیہ کرنا فرض ہے۔ اسے چھوڑنا نماز چھوڑنے کے برابر ہے ... جس نے قائم علیہ السلام (غار میں چھپا ہوا آخری مزعومہ امام) کے ظاہر ہونے سے پہلے تقیہ پر عمل کرنا ترک کر دیا تو وہ اللہ کے دین سے خارج ہو گیا اور اس نے اللہ، رسول اور اماموں کی مخالفت کی، امام صادق علیہ السلام سے ارشاد باری تعالیٰ "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" کے متعلق پوچھا گیا کہ اس کا کیا مفہوم ہے تو آپ نے فرمایا "اعملکم بالتقیہ" یعنی تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ زیادہ معزز ہے جو تقیہ پر زیادہ عمل کرنے والا ہے"[2]

یعنی اللہ کے نزدیک عزت و مرتبے کا معیار تقویٰ نہیں بلکہ تقیہ ہے۔ جو جتنا زیادہ اپنے مذہب کو چھپائے اور کذب بیانی و منافقت سے کام لے وہ اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مقرب و محترم ہے۔

تقیہ کی اتنی زیادہ فضیلت ہونے کی وجہ سے ہی ان چاروں اشخاص نے عقیدۂ تحریف کا بظاہر انکار کیا۔

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اس کتاب کا باب "شیعہ اور کذب و نفاق"

[2] الاعتقادات از ابن بابویہ قمی۔ باب التقیہ مطبوعہ ایران ۱۲۷۴ھ۔

سادساً: اگر ان چاروں کی رائے کو تسلیم کر لیا جائے تو وہ تمام روایات باطل ٹھہرتی ہیں جن کے مطابق " اصلی قرآن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی نے جمع نہیں کیا۔ اور جب وہ قرآن جمع کر کے صحابہ کے پاس لائے تو انہوں نے کہا: ہمیں اس کی ضرورت نہیں تو آپ نے فرمایا " لاترونہ بعد ھذا الاان یقوم القائم من ولدی "

اب یہ قرآن اس وقت تک نظر نہیں آئے گا جب تک میری اولاد میں سے قائم (آخری امام) ظاہر نہیں ہوگا۔ اسی طرح کافی کی وہ روائت جس میں حضرت باقر کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

" اماموں کے سوا کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کے پاس سارا قرآن موجود ہے " [1]

اسی طرح عدم تحریف کی صورت میں خلفائے راشدین کے مقام و مرتبہ کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ کیونکہ حفاظت قرآن کا شرف انہیں حاصل ہوا اور یوں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نہ صرف یہ کہ اصحاب ایمان بلکہ اللہ تعالیٰ کے نہائت مقرب اور اس کے برگزیدہ بندے قرار پاتے ہیں جو کہ شیعہ قوم کو کسی صورت بھی گوارا نہیں۔ اور اگر خلفائے راشدین کی اس فضیلت کا اعتراف کر لیا جائے تو ان کی خلافت برحق ثابت ہوتی ہے اور یوں شیعہ مذہب کی ساری عمارت منہدم اور ان کا مذہب باطل ہو کر رہ جاتا ہے۔

اسی طرح شیعہ قوم کا یہ نظریہ بھی باطل قرار پاتا ہے کہ ہر وہ چیز جو بارہ اماموں کے واسطہ سے ہم تک نہیں پہنچی وہ ناقابل اعتماد ہے کیونکہ قرآن مجید ہم تک

---

[1] دونوں روایات پیچھے گزر چکی ہیں۔

خلفائے ثلاثہ کے واسطہ سے پہنچا ہے۔ اس کی جمع و تدوین کا آغاز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا اور تکمیل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی۔

انہی اسباب کی بنا پر متقدمین و متاخرین شیعہ علماء و عوام میں سے کسی نے بھی ان چاروں اشخاص کی تائید نہیں کی کیونکہ تائید کرنے کی صورت انہیں اپنے مذہب سے ہی ہاتھ دھونا پڑتا تھا۔ اسی لیے دوسرے شیعہ علماء نے ان چاروں کی اس رائے کی سختی سے تردید کی اور ان کے دلائل کو ٹھکرا دیا چنانچہ مشہور شیعہ مفسر محسن الکاشی اپنی تفسیر "الصافی" میں سید مرتضے کے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے:

"یہ کہنا کہ چونکہ بہت سے ایسے عوامل موجود تھے جن کی بدولت قرآن میں تبدیلی کی جرأت نہیں کی جا سکتی تھی لغو اور باطل ہے کیونکہ بہت سے عوامل ایسے بھی موجود تھے جن کی بدولت قرآن میں تحریف و تبدیلی ناگزیر تھی اس لیے کہ وہ منافقین جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی وصیت کو تبدیل کر دیا اور خلافت حضرت علی علیہ السلام سے غصب کر کے کسی اور کو دے دی ان سے یہ کیونکر بعید تھا کہ وہ قرآن کو اپنی دست برد سے محفوظ رہنے دیتے اس لیے کہ اصلی قرآن میں ایسی آیات موجود تھیں جو اُن کی خواہشات کی تکمیل کے راستے میں رکاوٹ بنتی تھیں"[1]

ایک اور ہندی شیعہ عالم سید مرتضیٰ کی رائے پر تنقید کرتے ہوئے کہتا ہے:

"حق کی اتباع کرنا چاہیئے۔ سید مرتضیٰ معصوم نہ تھے ان کی اطاعت فرض نہیں، قرآن میں عدم تحریف ان کی ذاتی رائے ہے ہم پر ان کی اتباع لازم نہیں اور نہ ہی ان کی اتباع میں بہتری ہے"[2]

اسی طرح شیعہ مفسر کاشی طوسی کا رد کرتے ہوئے یہ کہنا کہ اصلی قرآن کا ہر زمانے میں موجود ہونا لازمی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اصلی قرآن ہر زمانے میں

---

[1] تفسیر صافی ج ا ص ۱۴ ا مقدمہ۔ [2] ضربہ حیدریہ ج ۲ ص ۸۱ مطبوعہ ہند۔

اماموں کے پاس موجود رہا ہے (اور اب بھی آخری امام کے پاس موجود ہے) جس طرح کہ امام کا ہر زمانے میں موجود ہونا لازمی ہے اور امام علیہ السلام ہر زمانے میں موجود ہیں (اور اب بھی وہ غار میں موجود ہیں) چنانچہ امام کی موجودگی کی طرح اصلی قرآن بھی ہر زمانے میں موجود رہا ہے"۔[1]

طوسی نے اپنی عبارت میں یہ اعتراض کیا تھا کہ اصلی قرآن اگر ہر زمانے میں موجود نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ تمسک کرنے کا حکم نہ فرماتے کیونکہ جو چیز موجود ہی نہ ہو اس کی اتباع کرنے اور اسے لازم پکڑنے کا حکم بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے اس کا جواب شیعہ مفسر کاشی نے یہ دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقل اکبر (قرآن) کے ساتھ ساتھ ثقل اصغر (ائمہ) کی اتباع کا بھی حکم دیا ہے تو جس طرح امام بظاہر ہمارے درمیان موجود نہیں اسی طرح اصلی قرآن کے بھی ہمارے درمیان موجود نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یعنی جس طرح امام صاحب دنیا میں موجود ہیں اگرچہ وہ ایک ہزار سال سے غار میں چھپے ہوئے ہیں اسی طرح اصلی قرآن بھی دنیا میں موجود ہے اگرچہ وہ بھی امام صاحب کے پاس غار میں بند ہے۔

سابعًا: جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں کہ ان چاروں نے عقیدۂ تحریف کا بظاہر انکار صرف اس لیے کیا کہ وہ لوگوں کے اعتراضات کے سامنے لاجواب ہو گئے تھے، کہ جب ان پر یہ اعتراض کیا جاتا کہ اگر اصلی قرآن دنیا میں موجود ہی نہیں تو تم کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہو؟

اور یہ کہ اگر اصلی قرآن ہمارے پاس موجود نہیں تو اسلام کس بنیاد پر قائم ہے جب کہ اسلام کی تعلیمات کا تمام تر انحصار اللہ تعالیٰ کی الہامی کتاب قرآن مجید پر ہے؟

---

[1] تفسیر صافی ج ۱ ص ۱۴۔

اور یہ کہ "حدیث الثقلین" کا کیا مفہوم ہوگا۔؟

اور اس طرح کے دیگر اعتراضات وسوالات جن کے سامنے ان چار اشخاص کا کوئی بس نہ چلا تو انھوں نے کھسیانے ہو کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم تو قرآن کو مکمل مانتے ہیں جب کہ درحقیقت ان کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ اصلی قرآن غار میں چھپے ہوئے امام کے پاس ہی ہے۔ چنانچہ شیعہ محدث سید نعمت اللہ الجزائری لکھتا ہے:

"یہ درست ہے کہ سید مرتضےٰ، شیخ صدوق (قمی) اور شیخ طبرسی نے اس عقیدہ میں (شیعہ مذہب کے) مخالف نظریہ اپنایا ہے اور کہا ہے کہ قرآن میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ۔ ۔ ۔ لیکن انھوں نے یہ رائے محض اس لیے اختیار کی کہ شیعہ مذہب پر طعن اور اعتراضات کا دروازہ بند کیا جا سکے ورنہ درحقیقت وہ بھی تحریف کے قائل تھے اور اسی لیے انھوں نے اپنی تصنیفات میں بہت سی ایسی روایات نقل کی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قرآن وہ قرآن نہیں ہے جو جبرائیل علیہ السلام آسمان سے لے کر نازل ہوئے تھے"[1]

ہم پیچھے ابن بابویہ قمی اور طبرسی کی دو روایات ذکر کر چکے ہیں جن سے تحریف قرآن کا ثبوت ملتا ہے۔

جہاں تک طوسی اور اس کی تفسیر "التبیان" کا تعلق ہے تو نوری طبرسی اس سلسلہ میں کہتا ہے:

"شیخ طوسی کی تفسیر "التبیان" کا بغور مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ یہ کتاب مخالفین کے ساتھ انتہا درجے کی رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھی گئی ہے اس کا ذکر سید علی بن طاوس نے اپنی کتاب "سعد السعود" میں بھی کیا

---

[1] الانوار النعمانیہ للسید نعمت اللہ الجزائری مطبوعہ ایران۔

ہے"۔[1]

ثامناً: چاروں اشخاص نے اپنی رائے کی تائید میں کسی امام کا قول نہیں پیش کیا جس کی وجہ سے متاخرین نے انکی رائے کو مسترد کردیا چنانچہ شیعہ عالم ملا خلیل قزوینی متوفی ۱۰۸۹ھ جو "الکافی" کا شارح ہے اپنی کتاب "الصافی شرح الکافی" میں لکھتا ہے:

"حدیث، إن للقرآن سبعة عشر الف آیۃ کہ "قرآن کی سترہ ہزار آیات تھیں" اور دیگر احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن کی بہت ساری آیات قرآن سے خارج کردی گئی ہیں، اس مفہوم کی احادیث اتنی بڑی تعداد میں ہیں کہ ان کا انکار ممکن نہیں... اور یہ دعوی کرنا آسان نہیں کہ موجودہ قرآن ہی اصلی قرآن ہے، اور ابو بکر، عمر اور عثمان کی حرکتوں پر مطلع ہونے کے بعد یہ استدلال کہ صحابہ نے قرآن کی حفاظت وصیانت کا بڑا اہتمام کیا تھا انتہائی کمزور استدلال ہو کر رہ جاتا ہے۔

کاشی تفسیر صافی میں لکھتا ہے:

"اہل بیت سے روائت کی جانے والی ان تمام احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ وہ قرآن جو ہمارے درمیان موجود ہے مکمل نہیں اور یہ اس شکل میں نہیں ہے جس شکل میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر نازل ہوا تھا بلکہ اس کا کچھ حصہ آپ پر نازل ہونے والے قرآن کے خلاف ہے، کچھ حصے میں تبدیلی کردی گئی ہے اور بے شمار آیات و کلمات کو نکال دیا گیا ہے، مثلاً اصلی قرآن میں علیہ السلام کا نام کئی جگہ مذکور تھا اسی طرح آل محمد کا لفظ بھی کئی آیات میں تھا اور کئی آیات میں منافقین کے نام بھی تھے۔

---

[1] الصافی شرح الکافی۔ کتاب فضل القرآن ج ۸ ص ۷۵ مطبوعہ ہند (فارسی)
[2] الصافی شرح الکافی۔ کتاب فضل القرآن ج ۸ ص ۷۵

ان ساری چیزوں کو قرآن سے خارج کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح موجودہ قرآن کی ترتیب بھی اصلی قرآن کے مطابق نہیں۔ علی بن ابراہیم قمی کے بھی یہی نظریات ہیں"[1]

مزید لکھتا ہے:

"ہمارے مشائخ کا اعتقاد قرآن کے بارہ میں یہ ہے کہ قرآن میں تبدیلی کردی گئی ہے اور بہت سی آیات کو نکال دیا گیا ہے۔ ثقۃ الاسلام یعنی اسلام کے معتبر عالم محمد بن یعقوب کلینی کا بھی یہی عقیدہ ہے اس لیے کہ انھوں نے اپنی کتاب "کافی" میں تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی بے شمار احادیث روائت کی ہیں اور ان پر کسی قسم کی جرح بھی نہیں کی۔ جب کہ انھوں نے اپنی اس تصنیف کے مقدمہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ انھیں اس کتاب کی روایات کی صحت پر مکمل اعتماد ہے۔

"اسی طرح ان کے استاد علی بن ابراہیم قمی کا بھی یہی عقیدہ ہے اور ان کی تفسیر اس قسم کی روایات سے بھری ہوئی ہے۔ اسی طرح احمد بن ابی طالب طبرسی نے اپنی کتاب "الاحتجاج" میں یہی موقف اختیار کیا ہے"[2]

مشہور شیعہ عالم مقدس اردبیلی اپنی فارسی کی ضخیم کتاب "حدیقۃ الشیعہ" میں لکھتا ہے:

"عثمان نے عبداللہ بن مسعود کو اس لیے قتل کر دا دیا کہ انھوں نے عثمان اور زید بن ثابت کا تالیف کردہ قرآن پڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ عثمان نے مروان اور زیاد بن سمرہ کو حکم دیا تھا کہ وہ عبداللہ بن مسعود کے قرآن سے اپنی مرضی کی اشیاء نقل کر کے باقی قرآن کو دھو ڈالیں"[3]

---

[1] مقدمہ تفسیر صافی ص ۱۴۔ [2] مقدمہ تفسیر صافی ص ۱۴۔

[3] حدیقۃ الشیعہ از اردبیلی ص ۱۱۸ مطبوعہ ایران۔

شیعہ کا "خاتمۃ المجتہدین" ملا باقر مجلسی اپنی کتاب میں لکھتا ہے:
"اللہ نے قرآن میں سورۃ النورین نازل کی تھی (جسے بعد میں قرآن سے نکال دیا گیا) وہ سورۃ یہ ہے:
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یا أیھا الذین آمنوا آمنوا بالنورین انزلناھما علیکم یتلوان علیکم آیاتی ویحذرانکم عذاب یوم عظیم۔ نوران بعضھما من بعض وانا السمیع العلیم۔ الذین یوفون بعھد اللہ ورسولہ فی آیات لھم جنات النعیم والذین کفروا من بعد ما آمنوا بنقضھم میثاقھم وما عاھدھم الرسول علیہ یقذفون فی الجحیم۔ ظلموا أنفسھم وعصوا لوصی الرسول اولئک یسقون من حمیم الخ۔
اے ایمان والو دو نور (محمد و علی) ہم نے تم پر نازل کیے تم ان پہ ایمان لاؤ وہ دونوں تم پر میری آیات تلاوت کرتے ہیں اور تمہیں قیامت کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔ وہ دونوں نور ہیں بعض بعض میں سے اور میں سمیع و علیم ہوں۔ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول سے کیے گئے اس عہد کو نبھاتے ہیں جس کا ذکر بہت سی آیات میں کیا گیا ہے ان کے لیے نعمتوں والی جنتیں ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے ایمان قبول کرنے کے بعد اپنے عہد کو توڑ ڈالا اور رسول کے وصی و نائب کی نافرمانی کی انہیں جہنم کا گرم پانی پلایا جائے گا الخ۔
فاجروں نے اس صورت کے کئی الفاظ کو نکال دیا اور اپنی مرضی کے مطابق اس کی قراءت کی"[1]

---

[1] تذکرۃ الائمۃ از مجلسی نقل از "تحفۃ الشیعہ" از پروفیسر نور بخش توکلی ج ۱ ص ۳۱۸

یعنی شیعہ قوم کے نزدیک یہ سورت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھی مگر بعد میں اسے قرآن مجید سے نکال دیا گیا۔ کیونکہ اس میں حضرت علیؓ کی وصایت وامامت کا ذکر تھا۔

شیعہ عالم مرزا محمد باقر موسوی لکھتا ہے:

"عثمان نے عبداللہ بن مسعود پر اس لیے تشدد کیا کہ وہ ابن مسعود سے ان کا قرآن لے کر اس میں حسبِ منشا تبدیلی کرنا چاہتا تھا"[1]

کریم خان کرمانی جسے شیعہ "مرشد الانام" سے موسوم کرتے ہیں اپنی فارسی کی کتاب ارشاد العلوم میں لکھتا ہے:

"امام مہدی ظاہر ہونے کے بعد اصلی قرآن کی تلاوت کریں گے اور فرمائیں گے اے مسلمانو! یہ ہے اصلی قرآن جو اللہ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا تھا اور

بقیہ حاشیہ: مطبوعہ لاہور۔ ایرانی شیعہ صافی کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ یہ سورت جسے علامہ محب الدین الخطیب نے اپنے رسالہ میں "دبستان مذاہب" سے نقل کیا ہے یہ صرف دبستان مذاہب ہی میں مذکور نہیں ہے بلکہ مجلسی نے اس کا ذکر اپنی کتاب "تذکرۃ الائمہ" میں بھی کیا ہے۔ اب لطف اللہ صافی کیا جواب دے سکتا ہے؟ تذکرۃ الائمہ شیعہ کی کتاب ہے یا اہلِ سنّت کی؟ اور کیا مجلسی شیعہ قوم کا فرد ہے یا مسلمانانِ اہلسنّت کا؟ صافی کے لیے فرار کی کوئی صورت نہیں ہے۔ یہ سورت ہندوستان میں کئی بار شائع ہو چکی ہے اور پاک و ہند کے شیعہ علماء نے اس سورت کا اپنی کتب میں اعتراف بھی کیا ہے۔ مثلاً سید علی حائری وغیرہ۔

[1] بحر الجواہر از موسوی ص ۳۴۷ مطبوعہ ایران

جسے بعد میں تبدیل کر دیا گیا تھا''۔ [1]

ہندوستان کا شیعہ عالم سیّد دلدار علی جسے شیعہ قوم نے "آیۃ اللہ فی العالمین" کا لقب دیا ہے اپنی ایک کتاب میں لکھتا ہے:

"اس بات میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کہ شیعہ روایات کے مطابق قرآن کی آیات میں زیادتی بھی ہوئی ہے اور کمی بھی اور اس کی ترتیب کو بھی تبدیل کر دیا گیا ہے''۔ [2]

ایک اور شیعہ عالم تصریح کرتا ہے:

"موجودہ قرآن خلیفہ ثالث کا مرتب کردہ ہے اس لیے یہ شیعہ پر حجت نہیں ہو سکتا''۔ [3]

مشہور شیعہ محدث نوری طبرسی جس نے عقیدۂ تحریف کو ثابت کرنے کیلئے مستقل کتاب تحریر کی ہے۔

"فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب"

یعنی اللہ تعالٰی کی کتاب میں تبدیلی وتحریف کو ثابت کرنے کے لیے فیصلہ کن خطاب۔ اس کی مختلف عبارتیں ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں۔ ایک جگہ یہ شیعہ محدث لکھتا ہے:

"قرآن کی بہت سی سورتوں کو ہی غائب کر دیا گیا مثلاً سورۃ الحفد،

---

[1] ارشاد العوام ج ۳ ص ۱۲۱ مطبوعہ ایران۔

[2] استقصاء الافحام ج ۱ ص ۱۱ مطبوعہ ایران۔

[3] ضربت حیدریہ ج ۲ ص ۵۷ مطبع نشان مرتضوی۔ ہند۔

سورۃ الخلع اور سورۃ الولایۃ" ؎

پیچھے ہم شیعہ کے دوسرے اکابرین کی عبارتیں بھی ذکر کر چکے ہیں جن کا تکرار بے فائدہ ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ متقدمین و متاخرین شیعہ کا اتفاق ہے کہ موجودہ قرآن مجید

؎ فصل الخطاب ص ۳۳۔

علامہ محب الدین الخطیب ؒ نے اپنے رسالے "الخطوط العریضۃ" میں لکھا تھا کہ شیعہ کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید میں سے "سورۃ الولایۃ" کو نکال دیا گیا ہے۔ ایرانی شیعہ لطف اللہ صافی نے اس کی تردید کرتے ہوئے اپنی کتاب "مع الخطیب" میں بڑی ڈھٹائی کے ساتھ لکھا۔

"یہ کہنا کہ شیعہ سورۃ الولایۃ کے وجود کو مانتے ہیں صریح اور واضح جھوٹ ہے اس سورت کا ذکر فصل الخطاب کے کسی صفحہ پر نہیں"

ہم صافی کے جواب میں اتنا ہی کہیں گے کہ اتنی ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بولتے ہوئے کچھ تو شرم محسوس کرو۔ کیا تم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ خطیب مرحوم کے بعد تمہارا کچا چٹھا بیان کرنے والا کوئی نہیں رہا؟ اللہ کا شکر ہے ہم تمہارے مکروہ چہرے سے نقاب اٹھانے کے لیے ابھی تک زندہ ہیں۔

یہ تمہارا نوری طبرسی "سورۃ الولایۃ" کے وجود کا اعتراف کر رہا ہے اور صفحہ ۱۸۰ پر اس نے اس سورۃ کا متن بھی ذکر کیا ہے۔

صافی! اللہ سے ڈر جاؤ اور اپنی سیاہ کاریوں پر پردہ مت ڈالو ہم تمہاری اصلیت سے بخوبی آگاہ ہیں۔

اصلی قرآن نہیں بلکہ اس میں کمی بیشی کر دی گئی ہے اور بہت سی تبدیلیاں کر دی گئی ہیں۔ شیعہ کا یہ عقیدہ ان کی مستند کتب تفسیر و حدیث میں بالتصریح موجود ہے۔ شیعہ قوم نے اپنے اس باطل عقیدے کو "معصوم اماموں" سے روایت کردہ احادیث و نصوص سے اخذ کیا ہے، وہ تمام احادیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ یعنی انہیں قطعی الثبوت کا درجہ حاصل ہے اور ان احادیث کا انکار ممکن نہیں۔

چنانچہ مشہور شیعہ محدث نعمت اللہ الجزائری لکھتا ہے:

"یہ کہنا کہ موجودہ قرآن وہی قرآن ہے جو جبریل امین لے کر نازل ہوئے تھے اور یہ کہ موجودہ قرأت وحی الٰہی کے مطابق ہے، درست نہیں کیونکہ بے شمار متواتر احادیث اس عقیدے کی مخالفت کرتی ہیں بلکہ ان سے اس بات کی صراحت ہوتی ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ میں، مفہوم میں اور اعراب میں تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔ تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی ان احادیث کی صحت پر ہمارے علماء کا اتفاق ہے۔ سبھی نے ان روایات کی تصدیق و توثیق کی ہے۔" [1]

ان تمام واضح نصوص کے بعد کسی کے لیے یہ کہنا ممکن نہیں رہا کہ شیعہ قوم کا قرآن مجید کی صحت پر ایمان ہے اور یہ کہ ان کے نزدیک قرآن مجید میں کمی بیشی نہیں ہوئی۔

شیعہ قوم کے وہ افراد جو بدنامی و رسوائی سے بچنے کی خاطر کھسیانے ہو کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو قرآن کو مکمل مانتے ہیں دروغ گوئی سے کام لیتے ہیں یا خود ہی اپنے مذہب کی تردید کرتے اور اپنے "معصوم" اماموں کے اقوال کو مسترد کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر جان نہیں چھڑائی جا سکتی کہ چند ضعیف روایات ہیں جو تحریف قرآن

---

[1] ملاحظہ ہو الانوار النعمانیہ از نعمت اللہ الجزائری۔

پہ دلالت کرتی ہیں اس لیے کہ مسئلہ روایات کا نہیں اعتقاد کا ہے۔ تمام "معصوم" اماموں اور ان کے پیروکاروں کا یہ عقیدہ تھا کہ قرآن مجید ناقص، نامکمل اور تبدیل شدہ کتاب ہے۔ چنانچہ "چند ضعیف روایات" کے نقاب سے اس حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا یہ تو شیعہ مذہب کا متفقہ مسئلہ ہے۔ شیعہ کے تمام اسلاف اور اکابرین اس عقیدے پر عمل پیرا تھے، اس کا انکار شیعہ مذہب کا انکار ہے۔

ہاں وہ شخص جو اپنے اماموں کی عصمت کا قائل نہ ہو یا اپنے اکابرین و اسلاف کے ایمان میں شک رکھتا ہو اسے یہ حق دیا جاسکتا ہے کہ وہ تحریف قرآن کا انکار کرے بصورتِ دیگر اس عقیدے کا انکار کرنا اس بات کا اعتراف کرنا ہے کہ مذہب شیعہ باطل اور خود ساختہ مذہب ہے دین اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

قرآن مجید کے متعلق اہلسنّت کا موقف

تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنے والوں کے خلاف اہل سنت نے بہت سخت موقف اختیار کیا ہے۔ مسلمانانِ اہلسنت کے نزدیک قرآن مجید میں کمی بیشی اور تحریف وتبدیلی کا عقیدہ رکھنا واضح کفر ہے۔ جو شخص یہ عقیدہ اختیار کرے وہ ان کے نزدیک بالاتفاق کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، اسی طرح اہلسنت کے اکابرین نے اپنی کتب میں یہ بھی واضح کیا ہے کہ صرف شیعہ ہی اس خبیث عقیدے پر عمل پیرا ہیں، اہل سنت کی کسی معتبر کتاب میں کوئی ایسی صحیح روائت موجود نہیں جو قرآن مجید میں نقص وزیادتی پر دلالت کرتی ہو چنانچہ یہ کہنا کہ اہلسنت کی کتب میں بھی اس قسم کی روایات موجود ہیں محض کذب اور صریح بہتان ہے۔

امام ابن حزمؒ اپنی عظیم کتاب "الفصل فی الملل والنحل" میں فرماتے ہیں۔

"تمام شیعوں کے نزدیک قرآن مجید ایک تبدیل شدہ کتاب ہے، ان کے نزدیک اس میں کمی بیشی کر دی گئی ہے اور بہت سی آیات کو تبدیل کر دیا گیا ہے ــــ

پھر فرماتے ہیں ــــ: یہ عقیدہ واضح کفر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر مبنی ہے" [1]

معروف شافعی فقیہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"قرآن مجید جو دو جلدوں کے درمیان ہے ہم تک بالتواتر پہنچا ہے" [2]

---

1. الفصل فی الملل والنحل از امام ابن حزمؒ ج ۴ ص ۱۸۲ مطبوعہ بغداد۔
2. التوضیح فی الاصول ج ۱ ص ۲۶ مطبوعہ مصر۔

اس عبارت کے تحت اس کتاب کے شارح لکھتے ہیں:

"قرآن مجید کے علاوہ باقی تمام آسمانی کتب اپنی صحیح شکل میں محفوظ نہیں ہیں"[۱]

حنفی فقیہ لکھتے ہیں:

"قرآن مجید وہ کتاب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ نازل ہوئی اور آپ سے بالتواتر منقول کی گئی۔ اس کے صحیح و محفوظ ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں"[۲]

آمدی فرماتے ہیں:

"قرآن مجید ہم تک بالتواتر منقول ہوا ہے اور وہ وہی ہے جو دو جلدوں کے درمیان ہے"[۳]

امام سیوطی اپنی کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" میں لکھتے ہیں:

"قرآن مجید کی جمع و ترتیب نزولی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن کے مطابق ہے ... قاضی ابوبکر فرماتے ہیں:

"قرآن مجید میں نہ کمی ہوئی ہے، نہ زیادتی، مصحف عثمانی اس قرآن کے عین مطابق ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا، منسوخ التلاوت آیات کو چھوڑ کر سارا قرآن دو جلدوں کے درمیان بغیر کسی کمی بیشی کے موجود ہے"[۴]

علامہ سیوطی امام بغوی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ قرآن دو جلدوں کے درمیان جمع کیا بغیر کسی کمی بیشی کے"[۵]

---

[۱] التلویح ج ۱ ص ۲۷ ۔ [۲] المنار فی الاصول ص ۹ مطبوعہ ہند

[۳] الاحکام للآمدی ج ۱ ص ۲۲۸ مطبوعہ مصر۔

[۴] الاتقان للسیوطی ج ۱ ص ۶۳ مطبوعہ قاہرہ ۱۳۶۸ھ

[۵] ایضاً ۔

امام خازن اپنی تفسیر کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

"صحیح دلائل کے مطابق صحابہ کرام نے بغیر نقص وزیادتی کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ سارا قرآن دو تختیوں (جلدوں) کے درمیان جمع کیا.... صحابہ نے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اسی طرح بغیر کسی تقدیم وتاخیر کے لکھ لیا۔ اور ترتیب بھی وہی رہنے دی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے اخذ کی تھی۔ چنانچہ لوح محفوظ میں مکتوب قرآن مجید اور موجودہ قرآن مجید میں کوئی فرق نہیں ہے"[1]

قاضی عیاض فرماتے ہیں:

"جس شخص نے قرآن مجید کی بے حرمتی کی یا اس کی کسی آئت کی تکذیب کی یا انکار کیا یا قرآن مجید میں بیان کردہ کسی حکم کی نفی کی یا کسی ایسی چیز کا اثبات کیا جس کی قرآن مجید میں نفی کی گئی ہے یا قرآن کی کسی آئت میں شک کیا تو وہ تمام اہلِ علم کے نزدیک بالاتفاق کافر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ" قرآن پر باطل کسی طرف سے بھی اثرانداز نہیں ہوسکتا۔ نہ سامنے سے نہ پیچھے سے"[2]

امام بخاری نے بخاری شریف میں مستقل باب باندھا ہے "لم یترک النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم الا ما بین الدفتین" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا قرآن ہی اپنی امت کے لیے چھوڑا ہے۔ جتنا اس وقت دو جلدوں کے درمیان موجود ہے.... پھر اس باب کے تحت ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس سے پوچھا گیا: کیا موجودہ قرآن مجید کے علاوہ

---

[1] تفسیر خازن۔ مقدمہ ج ا ص ۷ مطبوعہ مطبعۃ الاستقامتہ۔ قاہرہ، ۱۹۵۵ء۔

بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی آئت چھوڑی ہے تو آپؓ نے فرمایا "ماترك الا مابين الدفتين" دو جلدوں کے درمیان موجودہ قرآن مجید کے علاوہ آپؐ نے کوئی آئت نہیں چھوڑی،" [1]

ہمارے مسلمانوں کے امام بخاریؒ کا عقیدہ بھی آپ نے ملاحظہ فرمایا اور پیچھے شیعہ قوم کے بخاری (کلینی) کا عقیدہ بھی آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

امام زرکشی فرماتے ہیں:

"قرآن مجید ہر قسم کی ترمیم سے محفوظ ہے اور رافضیوں کا قرآن مجید میں نقص و زیادتی کا دعوٰی بالکل باطل ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے "انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون" اور ارشاد باری تعالیٰ "ان علینا جمعه وقرانه" اس عقیدے کی واضح دلیل ہیں۔ پوری امت اسلامیہ کا اتفاق ہے کہ قرآن مجید ہر قسم کی غلطی سے محفوظ ہے اور موجودہ مصحف کی صحت قطعی ہے" [2]

اہل سنت کے مفسرین نے "وانا له لحافظون" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے مراد ہے کہ قرآن مجید ہر قسم کی ترمیم اور تبدیلی سے محفوظ ہے، امام خازن اپنی تفسیر میں اس آئت کے تحت فرماتے ہیں:

"اس آئت کا مطلب ہے کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیے جانے والے قرآن کو زیادتی، کمی اور تبدیلی و تحریف سے محفوظ رکھیں گے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے چنانچہ تمام جنّ و انس مل کر بھی اگر قرآن مجید میں ایک حرف کا اضافہ یا کمی کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ یہ قرآن مجید کے ساتھ خاص ہے بر عکس دیگر آسمانی کتب کے کیونکہ ان

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب فضائل القرآن

[2] البرہان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۱۲۷ طبعہ اولیٰ ۱۹۵۷ء

میں کمی بیشی اور ترمیم ہو چکی ہے لیکن چونکہ قرآن مجید کی حفاظت وصیانت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اٹھایا ہے اس لیے قیامت تک اس میں کسی قسم کی ترمیم کا امکان نہیں ہے" [1]

امام نسفی اس آئت کے تحت فرماتے ہیں:

"اللہ نے اس آئت میں بڑی تاکید کے ساتھ یہ فرمایا ہے کہ وہ قرآن مجید کو ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ رکھے گا، باقی آسمانی کتب کی حفاظت کی ذمہ داری چونکہ اللہ تعالیٰ نے نہیں لی تھی اس لیے وہ تبدیلی وتحریف سے محفوظ نہ رہ سکیں جب کہ قرآن مجید قیامت تک ہر قسم کی تبدیلی سے محفوظ رہے گا اس لیے کہ اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لی ہے" [2]

امام ابن کثیر فرماتے ہیں:

"جس طرح قرآن مجید کو نازل اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اسی طرح اس کی حفاظت کا ذمہ بھی خود اس نے لیا ہے" [3]

امام رازی فرماتے ہیں:

"اس آئت سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ہر قسم کی تبدیلی وترمیم سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے، اس آئت کی نظیر قرآن مجید کی یہ آئت بھی ہے۔ "لا یأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه" نیز "ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیه اختلافاً کثیراً"۔ یعنی اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے نہ ہوتا تو اس میں بہت زیادہ اختلاف وتناقض نظر آتا۔

---

[1] تفسیر خازن ج ۳ ص ۸۹۔

[2] تفسیر المدارک از نسفی ج ۳ ص ۸۹ ابرحاشیہ خازن۔

[3] تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۴۷ مطبوعہ قاہرہ۔

اگر یہ کہا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا تو صحابہ قرآن کو جمع کرنے میں مشغول کیوں ہوئے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کا قرآن مجید کو جمع کرنے کی جدوجہد کرنا حفاظت قرآن کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ تھا۔

آگے چل کر فرماتے ہیں:

یہ حفاظت خداوندی ہی کا نتیجہ ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کے ایک نقطے میں بھی تبدیلی کرنا چاہے تو اسی وقت اس کی کوشش کو ناکام بنا دیا جائے گا اور اگر کوئی بوڑھا شخص قرآن مجید کے کسی حرف کو غلط پڑھ دے تو چھوٹے چھوٹے بچے پکار اٹھیں گے اخطأت ایھا الشیخ بابا جی! آپ غلط پڑھ رہے ہیں، درست یوں ہے، اور یہی مطلب ہے "وانا له لحافظون" کا۔

حفاظت کا یہ انتظام واہتمام قرآن کے علاوہ کسی دوسری آسمانی کتاب کے لیے نہیں کیا گیا۔ یہی وجہ ہے قرآن مجید کے علاوہ کوئی آسمانی کتاب بھی تحریف و ترمیم سے محفوظ نہ رہ سکی۔ یہ قرآن کریم ہی کا معجزہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اور ملحدین کی تمام تر کوششوں کے باوجود اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جا سکی"۔[۱]

یہ ہے اہل سنت کا قرآن مجید کے متعلق عقیدہ اور بعض اکابرین اہلسنت کے اقوال۔

---

[۱] تفسیر مفاتیح الغیب از رازی ج ۵ ص ۳۸۰۔

اثباتِ تحریف کے لیے شیعہ کی کتب

شیعہ قوم نے اپنی تصنیفات میں تحریفِ قرآن پر دلالت کرنے والی روایات ہی کے ذکر پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس خبیث اور ناپاک عقیدے کو ثابت کرنے کیلئے ہر دور میں مستقل کتابیں تصنیف کیں۔

چنانچہ اس سلسلے میں شیعہ کے معتبر عالم احمد بن محمد بن خالد البرقی نے "کتاب التحریف" لکھی، اس کا ذکر طوسی نے اپنی کتاب "الفہرست" میں کیا ہے۔

اس کے والد محمد بن خالد البرقی نے "کتاب التنزیل والتغییر" تصنیف کی۔ اس کا ذکر نجاشی نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔

اسی طرح ان کے جید عالم علی بن فضال کہ جس نے شیعہ کے بقول حدیث میں کبھی بھی کسی قسم کی غلطی نہیں کی عقیدۂ تحریف کے اثبات کے لیے "کتاب التنزیل من القرآن والتحریف" تالیف کی۔

محمد بن حسن الصیرفی نے اس سلسلے میں "کتاب التحریف والتبدیل" لکھی۔

احمد بن محمد بن سیاری کی بھی اس سلسلے میں ایک کتاب ہے جس کا نام "کتاب القراءت" یہ شخص شیعہ کے معروف مفسر ابن الماھیار کا استاد ہے۔ اس کا ذکر "الفہرست" اور "رجال النجاشی" میں ہے۔

حسن بن سلیمان الحلّی کی کتاب "التنزیل والتحریف" بھی ہے۔

شیعہ مفسر محمد بن علی الماھیار المعروف بابن الحجام نے اس عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے "کتاب قراءۃ امیر المؤمنین د

قراءۃ اھل البیت"

ابو طاہر عبدالواحد القمی کی کتاب بھی ہے جس کا نام "قرأۃ امیرالمؤمنین" ہے اس کا ذکر ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب معالم العلماء میں کیا ہے۔

شیعہ عالم علی بن طاؤس نے اپنی کتاب "سعد السعود" میں اس سلسلے میں اور بھی کئی کتابوں کا ذکر کیا ہے ان میں "کتاب تفسیر القرآن و تأویلہ و تنزیلہ" اور "قراءۃ الرسول و اھل البیت" اور "کتاب الرد علی التبدیل" اور کتاب السیاری" وغیرہ شامل ہیں [1]

شیعہ متقدمین کی طرح متاخرین نے بھی اس موضوع میں بہت سی کتابیں تحریر کی ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ مشہور کتاب کا نام ہے "فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب"، جو مرزا محمد تقی نوری طبرسی متوفی ۱۳۲۰ھ کی تالیف ہے۔ اس کتاب میں مفصلاً شیعہ کے اس عقیدے کی وضاحت کی گئی ہے۔

بعد ازیں اس نے ایک اور کتاب لکھی "ردّ لبعض الشبھات عن فصل الخطاب" [2]

اسی طرح برصغیر پاک و ہند کے شیعوں نے بھی قرآن مجید میں تبدیلی و ترمیم کو ثابت کرنے کے لیے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ چنانچہ شیعہ عالم مرزا سلطان احمد دہلوی نے اس باطل عقیدے کے اثبات کے لیے کتاب "تصحیف کاتبین و نقص آیات کتاب مبین" تحریر کی۔

اسی طرح "ضربہ حیدریہ" بھی کا مصنف سید محمد مجتہد لکھنوی ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی دیگر کتب ہیں جو اس ناپاک عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے فارسی عربی اور اردو میں تصنیف کی گئی ہیں۔

---

[1] نقل از فصل الخطاب ص ۲۹

[2] ایرانی شیعہ عالم لطف اللہ صافی کی عیاری و مکاری اور علمی بددیانتی ملاحظہ فرمائیں۔

اگلے صفحہ پہ

ان کتابوں کے علاوہ لاتعداد ایسی کتب ہیں جن میں مستقل عنوان کے تحت اس عقیدے کو بیان کیا گیا ہے مثلاً علی بن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں، کلینی نے "اصول کافی" میں، محمد الکاظمی نے شرح الوافیہ میں، شیخ صفار نے "بصائر الدرجات" میں، سعد بن عبداللہ نے "ناسخ القرآن و منسوخہ" میں، اور بحرانی نے "البرھان" میں مستقل باب باندھے ہیں۔ ان ابواب کے عنوانات ہیں "باب انه لم یجمع القرآن کله الا الائمة" یعنی سارا قرآن اماموں کے علاوہ کسی نے جمع نہیں کیا، "باب فی الائمة أن عندهم جمیع القرآن الذی أنزل علی رسول الله" یعنی اللہ کی طرف سے رسول اللہ پر نازل کردہ سارا قرآن (صرف) اماموں کے پاس ہے اور "باب التحریف فی الآیات" یعنی قرآنی آیات میں تحریف کا ذکر اور دیگر اس قسم کے ابواب ہیں۔

لکھتا ہے: نوری طبرسی نے اپنی کتاب میں تحریف قرآن کو ثابت نہیں کیا بلکہ اس کی تردید کی ہے۔

نامعلوم لطف اللہ صافی اس مکر و دجل اور کذب بیانی سے کام لے کر کس کو دھوکہ دینا چاہتا ہے؟ شائد اس کا خیال ہو کہ "فصل الخطاب" اس کے علاوہ کسی اور کے پاس موجود نہیں یا پھر وہ یہ چاہتا ہے کہ وہ اس قدر مسلسل جھوٹ بولتا رہے کہ خود اسے بھی یقین ہو جائے کہ اس کا جھوٹ "سچ" ہے۔

ہم صافی صاحب کو باخبر کر دینا چاہتے ہیں کہ تمہارے جھوٹ اور مکر و فریب سے پردہ اٹھانے والے کچھ لوگ اللہ کے فضل سے ابھی تک موجود ہیں۔ تم حقائق کو تبدیل کر کے اہل بصیرت کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ نوری طبرسی کی یہ کتاب تمہارے مذہب کا ایک ایسا آئینہ ہے جس میں تمہارا چہرہ صاف دکھائی دیتا ہے کہ تم لوگ قرآن مجید پر ایمان نہیں رکھتے بلکہ کسی اور ہی دستاویز کا انتظار کر رہے ہو جو غار میں بند ہے اور چھپے ہوئے امام کے پاس ہے۔

شیعہ قوم کی تقریباً ہر تفسیر، حدیث، عقائد، فقہ اور اصول کی کتاب میں عقیدۂ تحریف اور قرآن مجید پر ناپاک حملوں کا ذکر موجود ہے۔

ہم ان شیعہ افراد سے پوچھنا چاہتے ہیں جو رسوائی و بدنامی سے بچنے کی خاطر عقیدۂ تحریف کا انکار کر دیتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم قرآن مجید کو مکمل کتاب مانتے ہیں۔ ہم ان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر ان کا یہی عقیدہ ہے تو وہ اپنے ان مفسرین و محدثین فقہاء و مؤرخین اور دیگر اکابرین شیعہ کے متعلق کیا کہتے ہیں جو قرآن مجید میں تبدیلی و ترمیم اور کمی بیشی کے قائل تھے۔ کیا وہ انھیں کافر تسلیم کرتے ہیں؟ اور کیا وہ فتویٰ دیتے ہیں کہ تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں؟ اسی سے پتہ چل جائے گا کہ وہ تقیہ پر عمل کرتے ہوئے تحریف کا انکار کرتے ہیں یا واقعی ان کا یہ عقیدہ ہے۔

اگر وہ کہیں کہ قرآن میں تبدیلی و تحریف کا اعتقاد رکھنے والے سب کے سب کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو انہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ پہلی چار صدیوں تک کے تمام شیعہ کلی طور پر کفار و مرتدین تھے اس لیے کہ سب کا بالاتفاق یہ عقیدہ تھا کہ قرآن مجید ناقص نامکمل اور تبدیل شدہ کتاب ہے اور ایسا کہنے سے کیا ان کے مذہب کی کوئی بنیاد باقی رہ جائے گی؟ اس لیے کہ اُن چار صدیوں میں تو ان کے امام اور ان کے بلا واسطہ شاگرد بھی آتے ہیں اگر وہ سب کے سب عقیدۂ تحریف کے سبب کافر تھے تو پھر واضح ہے کہ شیعہ مذہب کفار کا ایجاد کردہ ہے اور اگر وہ انھیں کافر کہنے سے ہچکچاتے ہیں تو یہ ہچکچاہٹ کیسی؟ کھل کر کہیں کہ جو قرآن کو مکمل نہیں مانتا وہ کافر و مرتد ہے جس طرح اہلسنت کہتے ہیں۔

اگر کہیں کہ وہ کافر نہیں تھے تو ایسا کہنے سے وہ خود دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔

اب دو ہی صورتیں ہیں۔

۱۔ یا تو وہ شیعہ مذہب ترک کر دیں۔

۲۔ یا عقیدۂ تحریف سے انکار نہ کریں۔

ورنہ یہ بات واضح ہے کہ وہ قرآن مجید میں تبدیلی کے عقیدے کے کھلم کھلا اظہار سے محض اس لیے فرار اختیار کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے طعنوں اور اعتراضات سے اپنے آپ کو بچا سکیں۔ ورنہ حقیقت میں ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ قرآن ایک ناقص، نامکمل اور ترمیم شدہ کتاب ہے[1]

---

[1] لطف اللہ صافی کا بھی یہ عقیدہ ہے اگرچہ وہ بظاہر انکار کرتا ہے ورنہ وہ نوری طبرسی جیسے شخص کی تعریف نہ کرتا اور نہ ہی ان متقدمین شیعہ مفسرین و محدثین کی مدح سرائی کرتا جنہوں نے تحریف قرآن کے اثبات کے لیے کتابیں لکھیں اور مستقل عنوان باندھے ہیں ایسے لوگ جو اسلام کے بنیادی ارکان میں سے کسی رکن (ایمان بالقرآن) کا منکر ہو وہ مدح سرائی کے نہیں توہین، تذلیل اور تحقیر کے لائق ہے۔

شیعہ اور کذب و نفاق

تقیہ اور جھوٹ دونوں ہم معنیٰ اور مترادف الفاظ ہیں، دونوں میں کسی قسم کا فرق یا بُعد نہیں ہے۔ جب سے شیعہ مذہب وجود میں آیا ہے۔ کذب بیانی اور دروغ گوئی اس کے ساتھ ساتھ چلی آرہی ہے۔ جھوٹ اس مذہب کی بنیاد ہے۔ شیعہ مذہب کا آغاز ہی جھوٹ سے ہوا ہے۔

چونکہ یہ مذہب جھوٹ اور کذب کی پیداوار ہے اس لیے اس مذہب میں جھوٹ کو انتہائی مقدس مقام حاصل ہے، شیعہ قوم اس کے لیے "تقیہ" کا لفظ استعمال کرتی ہے۔ جس کا مفہوم ہے کذب بیانی سے کام لینا اور زبان سے ایسی بات کا اظہار کرنا جو دل میں نہ ہو۔

شیعہ دین میں "تقیہ" کا لبادہ اوڑھ کر اپنے عقیدے کے خلاف اظہار کرنے اور دل کی بات چھپانے کو اس قدر اہمیت حاصل ہے کہ اسے شیعہ دین کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ شیعہ کا "امام بخاری" محمد بن یعقوب بن کلینی اپنے پانچویں "معصوم امام" حضرت باقر سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"تقیہ میرا اور میرے آباؤ اجداد کا دین ہے جو تقیہ نہیں کرتا وہ مومن نہیں"[1]

---

[1] اصول کافی۔ باب التقیۃ ج ۲ ص ۲۱۹ مطبوعہ ایران و ج ۱ ص ۴۸۴ مطبوعہ ہند۔

حضرت جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا :
"دین کا 9/10 حصہ تقیہ میں ہے اور جو تقیہ نہ کرے اس کا کوئی دین ایمان نہیں" [1]
نیز امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا :
"تقیہ اللہ کے دین میں سے ہے ۔ راوی کہتا ہے : میں نے کہا : ومن دین اللہ؟ اللہ کے دین میں سے ؟
تو آپ نے فرمایا : ای واللہ من دین اللہ ہاں اللہ کی قسم ! اللہ کے دین میں سے" ۔ [2]
یہ ہے شیعہ قوم کے دین کی بنیاد اور ان کے مذہب کا ایک اہم اصول ۔
تقیہ سے مراد شیعہ دین کے مطابق حق کو چھپانا اور باطل کا اظہار کرنا ہے ۔ کلینی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے :
"امام جعفر علیہ السلام نے شیعہ راوی سلیمان بن خالد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا :
"تمہارا دین ایک ایسا دین ہے کہ جو اسے چھپائے گا اللہ اسے عزت دے گا اور جو اس کا اظہار کرے گا اللہ اسے ذلیل کرے گا" [3]
جب کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :
یا أیھا الرسول بلّغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ" [4]

---

[1] ایضاً ج ۲ ص ۲۱۷ مطبوعہ ایران و ج ۱ ص ۴۸۲ مطبوعہ ہند ۔
[2] الکافی فی الاصول ج ۲ ص ۲۱۷ مطبوعہ ایران و ج ۱ ص ۴۸۲ مطبوعہ ہند ۔
[3] ایضاً ج ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ ایران و ج ۱ ص ۴۸۵ مطبوعہ ہند ۔
[4] سورۃ المائدہ آیت ۶۷ ۔

اے رسول! جو آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا اس کی اعلانیہ تبلیغ کیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپ نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا"۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"فاصدع بما تؤمر وأعرض عن المشركين"[1]

"اے نبی! جو آپ کو حکم دیا جاتا ہے آپ علی الاعلان اس کا اظہار کریں اور مشرکوں کی پرواہ نہ کریں"

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں صحابہ کو گواہ بنا کر فرمایا تھا:

اَلَاھل بلغت؟ اے میرے صحابہ! کیا میں نے رب کا دین تم تک پہنچا دیا ہے؟

صحابہ نے عرض کیا: ہاں پہنچا دیا ہے۔

تب آپ نے فرمایا: اللھم اشھد اے اللہ! گواہ ہو جا۔

پھر فرمایا: جو یہاں حاضر ہے وہ دوسروں کو جو اس اجتماع میں موجود نہیں میرا پیغام پہنچا دے"[2]

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] سورۃ الحجر آئت ۹۴۔

[2] بخاری ومسلم۔

"اللہ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جو ہم سے کوئی بات سن کر اسی طرح آگے پہنچاتا ہے جس طرح وہ سنتا ہے"[۱]

نیز "بلغوا عني ولو آية" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے اگر کسی نے ایک آیت بھی سنی ہے وہ اسے دوسروں تک پہنچائے"[۲]

اللہ تعالے نے دین کی تبلیغ کرنے والوں کی شان میں فرمایا ہے:

"الذين يبلغون رسالات الله ويخشونه ولا يخشون احدا الا الله"[۳]

وہ لوگ جو اللہ کے پیغام کی تبلیغ کرتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے۔

نیز: "ليجزي الله الصادقين بصدقهم ويعذب المنافقين"[۴]

"تاکہ اللہ سچ بولنے والوں کو سچ بولنے کی وجہ سے بہتر بدلہ عطا فرمائے اور منافقوں کو عذاب دے۔"

اس آیت میں سچ بولنے پر اجر و ثواب کی نوید اور منافقت پہ عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

ایک دوسری آیت میں مومنوں کی یہ نشانی بیان کی گئی ہے:

"ولا يخافون لومة لائم"[۵]

وہ لوگ (اظہار حق میں) کسی ملامت کرنے والے کی ملامت یعنی کسی کی تنقید کو خاطر میں نہیں لاتے۔

منافقوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

۱؎ رواہ الترمذی۔ ۲؎ رواہ البخاری۔ ۳؎ سورہ الاحزاب آیت ۳۹

۴؎ سورۃ الاحزاب آیت ۲۴ ۵؎ سورہ المائدہ آیت ۵۴

"واذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقين لكاذبون" ؎۱

"اے نبی! ان منافقوں کی یہ حالت ہے کہ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو (تقیہ کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کو بخوبی معلوم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے لوگ ہیں"

یعنی دل میں تو کفر و تکذیب چھپائے ہوئے ہیں مگر زبان سے آپ کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں بایں معنی یہ جھوٹے لوگ ہیں۔

منافقین کی اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"واذا لقوا الذین آمنوا قالوا آمنا واذا خلوا الی شیاطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزؤن" ؎۲

"جب منافقین مومنوں سے ملتے ہیں ان سے کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لا چکے ہیں اور جب وہ اپنے شیطانوں کی مجلس میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمھارے ساتھ ہیں (مسلمانوں سے تو) ہم مذاق کرتے رہتے ہیں۔"

ان منافقوں اور تقیہ بازوں کی سزا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"إنّ المنافقین فی الدرك الاسفل من النار ولن تجد لھم نصیرا" ؎۳

"بے شک منافقین جہنم کے نچلے طبقے میں ہوں گے۔ ان کا کوئی مددگار بھی آپ نہیں پائیں گے۔"

؎۱ سورۃ المنافقون آئت ۱ ؎۲ سورۃ البقرہ آئت ۱۴

؎۳ سورۃ النساء آئت ۱۴۵

احادیث میں بھی جھوٹ کی شدید مذمت کی گئی ہے اور سچ کا دامن تھامنے کی تلقین کی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سچ بولو۔ بے شک سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی سچ بولتا رہتا ہے اور سچ ہی کی جستجو میں رہتا ہے حتیٰ کہ عنداللہ اس کے نام کے ساتھ "صدیق" لکھ دیا جاتا ہے۔ اور جھوٹ سے بچو۔ بے شک جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کی تلاش میں رہتا ہے حتیٰ کہ عنداللہ اسے کذّاب لکھ دیا جاتا ہے"۔[1]

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے بات کرو وہ تمہیں سچا سمجھ رہا ہو مگر تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو"۔[2]

تقیہ دین و شریعت سے

ان تمام آیات و احادیث سے کتمانِ حق اور کذب و نفاق کی مذمت ظاہر ہوتی ہے، حق کو چھپانا، ظاہر اور باطن کا ایک نہ ہونا۔ جھوٹ بولنا اور منافقت سے کام لینا دینِ اسلام میں انتہائی مکروہ، مذموم فعل اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ ایسا کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجرم، مرتکبِ حرام اور لعنتِ خداوندی کا مستحق ہے۔

یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے جب کہ شیعہ اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات کے خلاف

۱؎ متفق علیہ ۲؎ رواہ ابوداؤد

صریح بغاوت کرتے ہوئے کذب و نفاق کو اپنے دین کا بنیادی اور اہم جزء قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک جھوٹ بولنا اور منافقت کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ نماز روزے کی طرح فرائض دین میں شامل ہے۔

چنانچہ شیعہ محدث جسے شیعہ قوم نے "صدوق" کا لقب دے رکھا ہے یعنی بہت زیادہ سچ بولنے والا۔ اپنی کتاب "الاعتقادات" میں لکھتا ہے:

"تقیہ کرنا فرض ہے، جس نے اسے ترک کیا گویا کہ اس نے نماز کو ترک کیا۔۔۔۔

مزید کہتا ہے:

تقیہ کرنا اس وقت تک فرض ہے جب تک آخری امام غار سے باہر نہیں نکل آتے۔ اس سے پہلے جو تقیہ ترک کر دے گا وہ اللہ کے دین سے اور شیعہ کے دین سے خارج ہو جائے گا، اور اللہ، رسول اور اماموں کی مخالفت کا مرتکب ہوگا۔ امام صادق علیہ السلام سے ارشاد خداوندی "ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم" کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اعملکم بالتقیہ یعنی اللہ کے نزدیک جو جتنا زیادہ تقیہ کرنے والا ہوگا اتنا ہی زیادہ معزز و مکرم ہوگا" [1]

یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب ہونے کا معیار جھوٹ بولنا ہے۔ جو جتنا زیادہ جھوٹ بولے گا اور اپنے عقیدے کو چھپائے گا وہ اتنا ہی زیادہ اللہ کے نزدیک مقرب ہوگا۔

تقیہ کی فضیلت میں شیعہ قوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کرتے ہوئے کہتی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

---

[1] الاعتقادات از ابن بابویہ قمی فصل التقیۃ مطبوعہ ایران ۱۲۷۴ھ

"وہ مومن جو تقیہ نہیں کرتا اس جسم کی مانند ہے جس کا سر کاٹ دیا گیا ہو" ۱؎
اپنے پہلے "معصوم" امام حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

"تقیہ کرنا سب سے افضل عمل ہے" ۲؎

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

"اگر تقیہ نہ ہوتا تو ہمارے دوست اور دشمن میں تمیز نہ ہو سکتی" ۳؎

گویا کہ جھوٹ شیعہ قوم کی پہچان اور معیار ہے۔

حضرت علی بن الحسین زین العابدینؒ سے روائت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:
"اللہ مومن کا ہر گناہ معاف کردے گا سوائے دو گناہوں کے: ایک تقیہ کو ترک کرنا اور دوسرا حقوق العباد کا خیال نہ رکھنا" ۴؎

اپنے پانچویں امام حضرت باقرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:
"تقیہ سے زیادہ میری آنکھ کی ٹھنڈک اور کونسی چیز ہو سکتی ہے۔ تقیہ مومن کی ڈھال ہے" ۵؎

نیز "مخالفین سے بظاہر دوستی رکھو اور اندر سے ان کی مخالفت کرتے رہو" ۶؎

۱؎ تفسیر العسکری ص ۱۶۲ مطبوعہ مطبعہ جعفری۔ ہند
۲؎ ایضاً ۳؎ ایضاً
۴؎ ایضاً ص ۱۶۴
۵؎ اصول کافی۔ باب التقیۃ ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ ایران
۶؎ اصول کافی ج ۲ ص ۲۲۰

اس سے بڑھ کر منافقت کا تصور اور کیا ہو سکتا ہے[1] ؟

---

[1] علامہ محب الدین خطیب مرحوم نے اپنی کتاب "الخطوط العریضۃ" میں لکھا ہے کہ "ہمارے اور شیعہ کے درمیان اتحاد و اتفاق میں تقیہ سب سے بڑی رکاوٹ ہے، یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو شیعہ قوم کو نفاق سے کام لے کر اپنے عقائد کے خلاف گفتگو کرنے کی اجازت دیتا ہے جس سے سادہ لوح مسلمان دھوکہ میں آکر شیعہ قوم کو اتحاد و اتفاق میں مخلص سمجھ لیتے ہیں جب کہ اس قوم کے عقائد اہل سنت سے اتحاد کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور نہ ہی کوئی شیعہ اس میں مخلص ہو سکتا ہے" (الخطوط العریضۃ ص ۸ طبع ششم)

اس پر لطف اللہ صافی اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے: "یہ کس قدر مضحکہ خیز بات ہے کہ شیعہ کے بارہ میں کہا جائے کہ اگر وہ اپنے عقائد کے خلاف کسی عقیدے کا اظہار کریں یا اہل سنت سے اتحاد کی خواہش کا اظہار کریں تو ان کی بات تسلیم نہ کی جائے کیونکہ ان کا ظاہر اور باطن ایک جیسا نہیں ہوتا"۔

ہم صافی سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ تمہارے اپنے امام ۔ تمہارے عقائد کے مطابق ۔ تمہیں اس بات کا حکم دے رہے ہیں کہ مخالفین سے بظاہر تو رواداری کا مظاہرہ کرو مگر دل سے انہیں اچھا نہ سمجھو تو جب صورت حال یہ ہو تو شیعہ قوم پہ کیونکر اعتبار کیا جا سکتا ہے ؟

شائد صافی یہ سمجھتا ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کو شیعہ قوم کی حقیقت کا علم نہیں ہے اس لیے اہل سنت عوام کو دھوکہ دے کر اپنے جال میں پھنسایا جا سکتا ہے۔

صافی یہ گمان نہ کرے کہ تمام لوگ مصری شیخ (شلتوت) کی طرح سادہ ہیں جو شیعہ قوم کے دھوکے اور نفاق کا شکار ہو گیا ہے۔

ضروری نہیں کہ کسی سرکاری منصب پر فائز ہونے والا شخص صاحب بصیرت بھی ہو۔

اپنے چھٹے امام جعفر ملقب بالصادق سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا:
"میرے نزدیک روئے زمین پر تقیہ سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں ہے، جو شخص

باقی ہمانی کا یہ کہنا کہ اہل سنت کے نزدیک بھی تقیہ کرنا جائز ہے صریح جھوٹ اور واضح بہتان ہے۔ اللہ تعالی نے اہل سنت کو اس لعنت سے محفوظ رکھا ہے۔ ان کے ہاں یہ تصور نہیں کہ وہ ظاہر و باطن کے اختلاف کو دین کا جزء سمجھیں، خود شیعہ نے بھی اس امر کا اعتراف کیا ہے چنانچہ ایک شیعہ راوی عبداللہ بن یعفور کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے کہا: وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ساتھ فلاں اور فلاں (یعنی ابوبکرؓ وعمرؓ) سے بھی محبت کرتے ہیں وہ دیانتدار بھی ہیں، سچے بھی ہیں اور وفادار بھی۔ مگر وہ لوگ جو صرف آپ سے محبت کرتے ہیں ان میں نہ دیانت ہے نہ وہ سچ بولتے ہیں اور نہ ہی وفادار ہیں۔

راوی کہتا ہے: جب میں نے یہ کہا تو امام علیہ السلام سخت غصے میں آگئے اور فرمانے لگے: لادین لمن دان اللہ بولایۃ امام لیس من اللہ۔ یعنی جو لوگ کسی ایسے امام کی امامت کے قائل ہوں جو اللہ کی طرف سے نہیں ہے ان کا دین ایمان نہیں" (اصول کافی ج ا ص ۲۳۷ مطبوعہ ہند)

فانظر ایھا الصافی ھذا ما قیل قدیما
الفضل ما شھدت بہ الاعداء

یہ پرانی کہاوت کہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے، اہل سنت کی عظمت کا اعتراف خود تمہاری کتابوں میں موجود ہے۔ تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ اہل سنت بھی تقیہ یعنی جھوٹ بولنے اور منافقت کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ، امام مالک بن انسؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن حزمؒ

تقیہ کرتا ہے اللہ اسے بلند مقام عطا کرتا ہے اور جو تقیہ نہیں کرتا اللہ اسے ذلیل کر دیتا ہے[1]"
اپنے ساتویں امام موسیٰ کاظم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے مرید کو ایک خط میں نصیحت کرتے ہوئے لکھا:
"اے علی بن سوید! اگر تمہیں ہماری طرف منسوب کوئی بات پہنچے تو اس کی تردید نہ کرو اگرچہ وہ خلاف حق ہی کیوں نہ ہو۔ تو نہیں جانتا کہ جس وقت ہم نے وہ بات کہی تھی ہم کس قسم کی صورت حال سے دوچار تھے اور اس سے ہماری کیا مراد تھی۔

اہل سنت ہی کے اکابرین ہیں جنہوں نے برملا حق کا اعلان کیا اور باطل کے سامنے ڈٹ گئے۔ جب کہ تمھارے امام (تمھارے بقول) غاروں میں چھپے رہے اور ڈر کے مارے انھوں نے اپنے چہروں پہ تقیے کا نقاب اوڑھے رکھا اور اعلان حق کرنے کی بجائے جھوٹ کا سہارا لے کر اپنی جان بچانے کی فکر میں رہے۔

کہاں یہ اور کہاں وہ؟

اولٰئك آبائی فجئنی بمثلهم۔

یہ ہمارے اسلاف ہیں تم بھی ان جیسے اپنے اسلاف دکھاؤ۔

جہاں تک اتفاق و اتحاد کا تعلق ہے تو وہ اس طرح سے نہیں ہو سکتا کہ ایک فریق تو سچ کو اپنا شعار بنائے اور دوسرا فریق جھوٹ کو اپنے دین کی بنیاد سمجھے، ایک فریق اخلاص کا مظاہرہ کرے اور دوسرا فریق نفاق سے کام لے۔ اتحاد چاہتے ہو تو اپنے عقائد سے کھلم کھلا برأت کا اظہار کرو اور اپنے مذہب سے تائب ہو جاؤ۔ تقیہ جیسے عقائد کا دفاع بھی کرتے ہو اور اتحاد و اتفاق کا دعویٰ بھی کرتے ہو؟

اس طرح اتحاد نہیں ہو سکتا۔

[1] اصول کافی ج ۲ ص ۲۱۷ مطبوعہ ایران۔

جو میں تمہیں لکھ رہا ہوں اس پر عمل کرو اور کسی کو مت بتاؤ" [1]

اپنے آٹھویں امام علی بن موسیٰ رضا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا:

"تقیہ کے بغیر ایمان کی کوئی حیثیت نہیں۔ کہا گیا: اے نواسۂ رسول! کب تک؟ فرمایا: جب تک ہمارے قائم (آخری امام) ظاہر نہیں ہوں گے۔ جس نے ہمارے قائم کے نکلنے سے پہلے تقیہ ترک کیا وہ ہم میں سے نہیں" [2]

ملاحظہ فرمائیں! جس دین میں جھوٹ کو یہ درجہ حاصل ہو اس دین کے پیروکاروں پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے اور ان سے کیونکر اتحاد ہو سکتا ہے؟

اسی بنا پر شیعہ عالم امداد امام نے لکھا ہے:

"شیعوں کا مذہب اور اہل سنت کا مذہب دو ایسی نہریں ہیں جن کا بہاؤ ایک دوسرے کے برعکس ہے یعنی اگر ایک کا بہاؤ شمال کی جانب ہے تو دوسری کا جنوب کی طرف اور وہ قیامت تک ایک دوسرے کی مخالف سمت میں ہی بہتی رہیں گی" [3]

علامہ خطیب رح نے بھی اسی بنا پر فرمایا ہے:

"شیعہ مذہب اور اصولِ اسلام میں یک جہتی و اتحاد ناممکن ہے" [4]

ویسے بھی جھوٹ اور سچائی ایک ساتھ نہیں چل سکتے بالخصوص وہ جھوٹ جسے بہت بڑی نیکی سمجھ کر بولا جاتا ہو۔

گزشتہ نصوص سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تقیہ محض جھوٹ، مکر و فریب اور ظاہر و باطن کے تضاد کا نام ہے مگر بعض شیعہ افراد یہ تاثر دیتے ہیں کہ اس سے

---

[1] رجال کشی ص ۴۵۶ تحت ترجمہ علی بن سوید مطبوعہ کربلاء۔ عراق۔

[2] کشف الغمہ از اردبیلی ص ۳۴۱۔

[3] مصباح الظلم اردو ص ۱۴۳ مطبوعہ ہند

[4] ملاحظہ ہو کتاب کا ٹائیٹل۔

اضطراری حالت میں تحفظِ جان و مال کی غرض سے اپنے عقیدے کو چھپانا مراد ہے جب کہ شیعہ اماموں کے اقوال اس موقف کی تردید کرتے ہیں چنانچہ کلینی "فروع کافی" میں روائت بیان کرتا ہے کہ:

"ایک منافق آدمی مر گیا تو امام زین العابدین علیہ السلام اس کے جنازے میں شامل ہونے کے لیے ساتھ چل پڑے۔ راستہ میں ان کی اپنے ایک غلام سے ملاقات ہو گئی۔ آپ نے اس سے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟

کہنے لگا: میں اس منافق کے جنازے سے دور بھاگ رہا ہوں

آپ نے فرمایا: میرے ساتھ چلو۔ جو کچھ میں پڑھوں تم بھی دہراتے جانا۔

چنانچہ جب امام نے تکبیر کہی تو آپ فرمانے لگے:

"اللهم العن فلانا الف لعنة .... اے اللہ اس شخص پر ہزار لعنتیں نازل فرما۔ اے اللہ! تو اس شخص کو جہنم رسید فرما اور اسے بدترین عذاب میں مبتلا فرما کیونکہ یہ تیرے دشمنوں کا دوست اور تیرے دوستوں کا دشمن تھا اور تیرے نبی کے اہل بیت سے بغض رکھتا تھا" [1]

اس قسم کا نفاق انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی منسوب کرنے میں کسی قسم کی حیا محسوس نہیں کی۔ اپنے پانچویں امام حضرت جعفر سے روائت کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا:

"جب عبداللہ بن ابی بن سلول مرا تو نبی صلی اللہ علیہ والہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو عمر نے رسول اللہ سے کہا: کیا اللہ نے آپ کو اس کی قبر پہ کھڑا ہونے سے منع نہیں کیا؟

---

[1] فروع کافی۔ کتاب الجنائز۔ باب الصلوٰۃ علی الناصب ج ۳ ص ۱۸۹ مطبوعہ ایران و ج ۱ ص ۹۹ مطبوعہ ہند۔

تو رسول اللہ خاموش رہے۔ عمر نے دوبارہ اپنی بات کو دہرایا تو آپؐ نے اسے فرمایا:

ہلاکت ہو تجھ پر۔ تجھے کیا علم میں نے جنازے میں کیا پڑھا ہے؟

"میں نے دعا مانگی ہے: اے اللہ! اس کا پیٹ آگ سے بھر دے اور اسے جہنم میں داخل کر"۔ ؎۱

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی (معاذ اللہ) لوگوں کو دھوکہ دیا۔ لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ وہ اس منافق کے لیے استغفار کر رہے ہیں مگر درحقیقت اس کے لیے جہنم کی دعا مانگتے رہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ تو اس منافق کے لیے بددعا کرتے رہے ہوں اور اپنے صحابہ کو استغفار کرنے کی اجازت دے دی ہو؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ضرورت تھی کہ ظاہر و باطن میں تضاد پیدا کریں؟ اگر آپؐ نے اس منافق کے لیے بددعا ہی کرنا تھی تو کونسا ایسا سبب تھا جس نے آپؐ کو اس کا جنازہ پڑھنے پر مجبور کیا؟ آپؐ کو کس چیز کا خوف تھا؟ دینِ اسلام تو اس وقت مضبوط ہو چکا تھا اور خود ابن ابی نے بھی اسلام کی شان و شوکت، جاہ و جلال اور قوت و ہیبت کے خوف سے ظاہراً اسلام قبول کیا تھا۔

تو یہ ایک بہتان ہے جسے شیعہ قوم نے اپنے نجس و ناپاک عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے تراشا ہے۔ سرور کائنات ﷺ کو اس قسم کے نفاق کی ضرورت نہیں تھی۔

ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تقیہ محض نفاق و کذب کا نام ہے، شیعہ راوی محمد بن مسلم کہتا ہے:

"میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا وہاں دیکھا کہ

؎۱ فروع کافی کتاب الجنائز ج ۳ ص ۱۸۸ مطبوعہ ایران ج ۱ ص ۹۹ مطبوعہ ہند۔

ابوحنیفہ را امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) بھی موجود ہیں۔ میں نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں میں نے رات ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنا خواب بیان کرو اتفاق سے آج ابوحنیفہ بھی بیٹھے ہوئے ہیں یہ بہتر طور پر اس کی تعبیر بتلا سکتے ہیں۔ راوی کہتا ہے میں نے اپنا خواب بیان کیا۔ ابوحنیفہ نے اس کی تعبیر بیان کی جس کی امام علیہ السلام نے بھی تائید کی اور فرمایا:

أصبت واللہ یا أبا حنیفۃ!

تھوڑی دیر بعد ابوحنیفہ وہاں سے چلے گئے تو میں نے امام جعفر صادق سے عرض کیا مجھے اس ناصبی کی تعبیر اچھی نہیں لگی۔ آپ نے فرمایا: ابوحنیفہ نے جو تعبیر بیان کی ہے وہ بالکل غلط ہے۔

میں نے عرض کیا: مگر آپ نے تو اس کی تائید کی تھی اور فرمایا تھا: اصبت واللہ یا أبا حنیفۃ!

آپ نے فرمایا: مگر میں نے دل سے اس کی تائید نہیں کی بلکہ میرا مطلب تھا: اصاب الخطاء" [1]

عربی زبان میں "اصاب" کا لغوی معنی ہے "پہنچنا" اور اہل لغت کے نزدیک اس سے مراد لیا جاتا ہے حقیقت کو پہنچنا۔ مگر شیعہ کے بقول ان کے پانچویں امام حضرت جعفر نے امام ابوحنیفہؒ کے سامنے تو ان کی تائید کی مگر ان کے جانے کے بعد فوراً مکر گئے اور لفظ کا مفہوم ہی تبدیل کر دیا۔

اب ظاہر ہے حضرت جعفر کو امام ابوحنیفہ سے کوئی خطرہ نہیں تھا اس لیے کہ امام ابوحنیفہ صاحب اقتدار نہیں تھے بلکہ آپ ارباب اقتدار کے نزدیک مبغوض

---

[1] کتاب الروضۃ من الکافی ج ۸ ص ۲۹۲ مطبوعہ ایران۔

اور ناپسندیدہ شخص تھے۔

پھر امام ابو حنیفہ نے خود تو تعبیر بتلانے کی پیشکش نہیں کی تھی اور نہ ہی یہ تقاضا کیا تھا کہ ان کی بیان کردہ تعبیر کو صحیح قرار دیا جائے اور اس پہ ان کی تعریف و توصیف کی جائے بلکہ خود حضرت جعفر نے انہیں تعبیر بتلانے کی دعوت دی اور ان کی تائید کی مگر ان کے جانے کے بعد فوراً ہی ان کی تردید کردی۔

یہ نفاق نہیں تو اور کیا ہے۔

شیعہ راوی موسیٰ بن اشیم بیان کرتا ہے:

"میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اس دوران ایک آدمی آیا اور آپ سے ایک آیت کا مفہوم پوچھا۔ امام صادق نے اسے آیت کا مفہوم بتادیا۔ وہ آدمی چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد ایک اور شخص آیا اس نے بھی آپ سے اسی آیت کا مفہوم پوچھا مگر آپ نے اسے پہلے جواب کے برعکس جواب دیا۔ راوی کہتا ہے: میں بڑا حیران ہوا کہ آپ کیوں ایسا کر رہے ہیں؟ میرے دل میں کئی شکوک و شبہات جنم لینے لگے۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ ایک اور آدمی آیا اور اس نے بھی اسی آیت کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے اسے جو جواب دیا وہ پہلے دونوں جوابات سے مختلف تھا۔ چنانچہ میرے دل سے شکوک و شبہات دور ہو گئے اور میں جان گیا کہ یہ سارا کچھ تقیہ کی وجہ سے ہو رہا ہے" [1]

نا معلوم یہ کیا تقیہ ہے جو ان کے اماموں کو اس طرح کے تضادات پر مجبور کرتا ہے؟

---

[1] الکافی فی الاصول ج ۱ ص ۲۶۲ مطبوعہ ہند۔

اور ان تضادات سے ان کے امام کن مصائب سے نجات چاہتے تھے؟

اس طرح کے تضادات وتناقضات کے بعد کیا کسی شخص کا اعتماد باقی رہ سکتا ہے؟ کسے کیا معلوم کہ دینی مسائل میں جھوٹ بولنے والے شخص کا کونسا قول تقیہ پر مبنی ہے اور کونسا صحیح ہے؟

یہ تو دین سے کھلم کھلا مذاق ہے جو کسی "معصوم اور واجب الاتباع امام" کو تو درکنار کسی عام آدمی کو بھی زیب نہیں دیتا۔

اور پھر یہ کس قسم کا تقیہ ہے جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دے جیسا کہ کلینی نے حضرت جعفر صادق سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

"میرے والد حضرت باقر" بنو امیہ کے دور میں فتویٰ دیتے تھے کہ باز اور چیل کا شکار کیا ہوا جانور حلال ہے، ان کا یہ فتویٰ تقیہ پر مبنی تھا مگر میں تقیہ نہیں کرتا اور فتویٰ دیتا ہوں کہ باز اور چیل کا شکار کیا ہوا جانور حرام ہے[1]"

یہ عجیب تقیہ ہے جس کے تحت جب جی چاہے کسی چیز پر حلال ہونے کا فتویٰ لگا دیا جائے اور جب جی چاہے حرام ہونے کا؟

کیا اماموں کی امامت وعصمت کا یہی تقاضا ہے؟

اس کے برعکس ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قل من حرم زينة الله التي اخرج لعباده والطيبات من الرزق"[2]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ کسی حلال شی کو حرام قرار دینے کا اختیار کسی کو نہیں ہے۔

---

[1] فروع کافی۔ باب صید البزاۃ والصقور وغیر ذالک ج ۶ ص ۲۰۸ مطبوعہ ایران و ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ ہند

[2] سورۃ الاعراف آیت ۳۲۔

ایک اور روائت میں یہود ونصاریٰ کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

"اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ" [1]

"یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے مذہبی راہنماؤں کو اللہ کو چھوڑ کر اپنے خدا بنا لیا تھا۔"

"اس آئت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"مذہبی راہنماؤں کو خدا بنا لینے کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال قرار دیتے وہ اسے حلال سمجھتے اور جب حرام قرار دیتے تو اسے اپنے اوپر حرام کر لیتے" [2]

ایک اور آئت میں اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی کہ نبی کو بھی یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام کرے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک" [3]

"اے نبی! آپ اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام کیوں کرتے ہیں؟"

تو جب ایسا کرنے کا اختیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں تو حضرت باقر کو کیسے حاصل ہو گیا؟

مشہور شیعہ مصنف کشی عبداللہ بن یعفور سے روائت کرتا ہے، اس نے کہا:

"میں نے ایک دن امام جعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر میں ایک انار کے دو حصے کر کے ایک کو حلال کہوں اور دوسرے کو حرام تو اللہ کی قسم جسے میں نے حلال کیا ہے وہ حلال ہو گا اور جسے حرام کیا ہے وہ حرام (تو حضرت جعفر نے ۔۔ بقول شیعہ ۔۔

---

[1] سورۃ التوبہ آئت ۳۱۔

[2] رواہ الترمذی واحمد والبیہقی فی سننہ۔

[3] سورۃ التحریم آئت ۱

اس کی توثیق وتائید کرتے ہوئے کہا رحمك الله یعنی اللہ تجھ پر رحم کرے، اللہ تجھ پر رحم کرے" [1]

یعنی تحلیل وتحریم کا اختیار نہ صرف یہ کہ اماموں ہی کو حاصل ہے بلکہ وہ یہ اختیار کسی اور کو بھی تفویض کر سکتے ہیں۔

اس عبداللہ بن یعفور کے متعلق حضرت جعفر صادق سے منقول ہے کہ:

"ہمارے حقوق کو ادا کرنے والا عبداللہ بن یعفور کے سوا کوئی نہیں"

تحلیل وتحریم یعنی کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دینا اماموں کا اختیار ہے۔ شیعہ کے نویں امام محمد بن علی بن موسیٰ اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

إن الائمة هم يحلون ما يشاؤن ويحرمون ما يشاؤن [2]

یعنی ائمہ کو اختیار ہے کہ وہ جس چیز کو چاہیں حلال کر دیں اور جس کو چاہیں حرام کر دیں۔

یہی حال یہودیوں اور عیسائیوں کا تھا جس کی قرآن مجید میں مذمت بیان کی گئی ہے۔

حضرت جعفر صادق کا یہ کہنا کہ "میرے والد بنو امیہ کے دور میں یہ فتویٰ دیتے تھے" اس چیز پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا یہ فتویٰ اموی حکمرانوں کو خوش کرنے کے لیے تھا جب کہ شیعہ کی اپنی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من ارضی سلطانا بسخط الله خرج من دين الله" [3]

یعنی جس نے اللہ کو ناراض کر کے کسی حکمران کو خوش کیا وہ دین اسلام سے خارج ہو گیا"

---

[1] رجال کشی ص ۲۱۵۔

[2] اصول کافی باب أن الائمة يحلون ما يشاءون ويحرمون ما يشاؤن۔

[3] کافی۔ باب من اطاع المخلوق فی معصیۃ الخالق ج ۲ ص ۳۷۳ مطبوعہ ایران۔

کیا شیعہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث نہیں ہے؟

اسی طرح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

"ایمان یہ ہے کہ تم سچ کو اگرچہ اس میں بظاہر تمہارا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ جھوٹ پر ترجیح دو اگرچہ اس میں تمہیں کوئی فائدہ ہی کیوں نہ نظر آرہا ہو"[1]

گزشتہ نصوص سے واضح ہو جاتا ہے کہ تقیہ محض جھوٹ ہی کا دوسرا نام ہے۔

مزید مثالیں

شیعہ راوی سلمہ بن محرز کہتا ہے:

میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک ارمانی شخص مرگیا ہے اور اس نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں اس کا ترکہ تقسیم کردوں۔ اس کی صرف ایک بیٹی ہے۔

آپ نے فرمایا: ارمانی کون؟

میں نے کہا: ایک پہاڑوں میں رہنے والا شخص۔

آپ نے فرمایا: بیٹی کو نصف دے دو۔

راوی کہتا ہے: میں نے یہ بات زرارہ کو بتلائی تو زرارہ نے کہا:

امام علیہ السلام نے تیرے سامنے تقیہ کیا ہے، سارا مال بیٹی کا ہے۔

راوی کہتا ہے: میں دوبارہ آپ کے پاس گیا اور کہا: اللہ آپ کی اصلاح فرمائے ہمارے ساتھیوں کا خیال ہے کہ آپ نے مجھ سے تقیہ کیا ہے؟

---

[1] نہج البلاغہ ج ۲ ص ۱۲۹ مطبوعہ بیروت۔

فرمایا: میں نے تقیہ نہیں کیا لیکن مجھے ڈر تھا کہ کہیں تیرا مواخذہ نہ ہو۔ کیا کسی اور کو بھی اس بات کا علم ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں۔

آپ نے فرمایا: باقی نصف بھی اس کو دے دو۔"[1]

اب یا تو حضرت جعفر کا پہلا قول درست تھا یا دوسرا۔ اگر پہلا درست تھا تو باقی نصف لڑکی کو دینے کا حکم کیوں دیا؟

اگر دوسرا درست تھا تو پہلے ہی سارا مال لڑکی کو دینے کا حکم کیوں نہ دیا؟

حق کے اظہار میں کونسی چیز حائل تھی؟

کیا دینی امور میں کسی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف محض تقیہ یعنی جھوٹ کی بنا پر کوئی فتوٰے دے؟

وراثت کے مسائل نصوص سے ثابت ہوتے ہیں ان کا ذاتی اجتہاد سے کوئی تعلق نہیں۔ نصوص کو تبدیل کر کے ان کے خلاف فتوٰے دینے والے شخص کا دین قطعًا قابلِ اعتماد نہیں۔

اس قسم کی ایک اور روائت ملاحظہ فرمائیں۔ شیعہ راوی عبداللہ بن محرز کہتا ہے:

"میں نے امام صادق علیہ السلام سے کہا: ایک آدمی مر گیا ہے۔ اس کی ایک ہی بیٹی ہے اور اس نے میرے حق میں وصیت کی ہے۔ آپ نے فرمایا: آدھا مال بیٹی کو دے دو اور بقیہ دوسرے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔

راوی کہتا ہے: میں واپس آیا تو میرے ساتھیوں نے کہا: رشتہ داروں کو کچھ نہیں ملے گا۔ سارا مال بیٹی کا ہے۔ چنانچہ میں دوبارہ آپ کے پاس گیا اور پوچھا: کیا آپ نے تقیہ کیا ہے؟

---

[1] فروع کافی۔ باب میراث الولد ج ۷ ص ۸۶، ۸۷ مطبوعہ ایران و ج ۳ ص ۴۸ مطبوعہ ہند۔

"آپ نے فرمایا: نہیں لیکن مجھے ڈر تھا کہ کہیں اس کے رشتے دار تجھے کوئی تکلیف نہ پہنچائیں۔ اگر تجھے کسی قسم کا خطرہ نہیں تو باقی آدھا مال بھی بیٹی کو دے دو"[۱]

ان دونوں روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیعہ قوم دفاع کی غرض سے نہیں بلکہ کسی بھی مصلحت کے پیش نظر جب چاہے جھوٹ بول سکتی ہے اور اسے تقیہ کا نام دے کر "مستحق اجر و ثواب" بھی ہو سکتی ہے۔

ان دونوں روایات میں سائلین اموی یا عباسی نہیں تھے بلکہ وہ خالص شیعہ اور ان کے "معصوم امام" کے مخلص ساتھیوں میں سے تھے۔

ایک اور روائت ملاحظہ فرمائیں:

"ایک دن حسین بن معاذ النحوی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا:
میں جامع مسجد میں درس دیتا ہوں۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی مخالف آدمی (یعنی اہل سنت میں سے) مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو میں اس کے مطابق جواب دے دیتا ہوں (یعنی جسے میں حق سمجھتا ہوں اس کے خلاف) تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟
"تو امام علیہ السلام نے جواب دیا: اصنع کذا فانی اصنع کذا، ہاں اس طرح کیا کرو۔ میں بھی ایسے ہی کرتا ہوں"[۲]

یعنی شیعہ کے بقول ان کے امام لوگوں کو منافق بننے کی ترغیب دیتے تھے۔ اظہار حق کی بجائے سائل کی مرضی کے مطابق جواب دینا کذب و نفاق نہیں تو اور کیا ہے۔
جب کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین"

۱؎ ایضاً

۲؎ رجال کشی ص ۲۱۸

"اللہ سے ڈرو اور اہل حق کا ساتھ دو۔"

نیز: یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیدا

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو۔

مگر شیعہ کے ہاں معاملہ برعکس ہے، وہ نہ صرف یہ کہ خود جھوٹ بولتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی جھوٹ بولنے کا حکم دیتے ہیں جیسا کہ گزشتہ روائت سے ظاہر ہوتا ہے۔

ایک شیعہ روائت ہے:

"امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے ایک معتقد کو خط لکھا کہ کسی ایسے قول کے متعلق جو تمہیں ہماری طرف سے پہنچے یہ نہ کہو: یہ باطل ہے اگرچہ تمہیں معلوم ہو کہ وہ خلافِ حق ہے کیونکہ تم نہیں جانتے کہ ہم نے وہ بات کیوں کہی تھی اور کس بنا پر کہی تھی" ؎

یعنی کوئی باطل اور خلافِ شریعت بات اگر کسی امام سے مروی ہو تو اس کی تردید جائز نہیں اگرچہ اس میں صریحاً کتاب وسنت کی مخالفت پائی جاتی ہو۔ جب کہ اسلام میں معیار کتاب وسنت ہے نہ کہ قولِ امام۔

شیعہ رواۃ

شیعہ دین ایک متضاد و متناقض دین ہے اس دین میں ایک ایک مسئلے کے

؎ رجال کشی ص ۲۶۸ مطبوعہ کربلاء۔ عراق۔

کئی کئی حکم ہیں۔ایک روائت میں ایک حکم بیان کیا جاتا ہے دوسری روائت میں اس حکم کی مخالفت کر دی جاتی ہے۔یہی حال شیعہ راویوں کا ہے۔ہر راوی کے بارے میں دو قول ہیں۔ایک میں اس کی تضعیف ہے دوسرے میں توثیق۔

اس کی بہترین مثال مشہور شیعہ راوی زرارہ بن اعین ہے جو شیعہ کے تین اماموں حضرت باقر، حضرت جعفر اور موسیٰ کاظم کے اصحاب میں سے ہے۔اس کے متعلق شیعہ قوم نے بڑا عجیب و غریب موقف اختیار کیا ہے۔کبھی تو اسے جنتی قرار دیا جاتا ہے اور کبھی جہنمی۔کتاب کے ایک صفحہ میں اسے مخلص دوسرے صفحہ میں بدترین دشمن۔

مثلاً کشی اس کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتا ہے:

"امام جعفر علیہ السلام نے فرمایا: اے زرارہ تیرا نام جنتیوں میں لکھا ہوا ہے"[1]

مزید "اللہ زرارہ پر رحم فرمائے۔اگر زرارہ نہ ہوتا تو امام باقر علیہ السلام کی احادیث کا نام ونشان تک مٹ جاتا"[2]

نیز "امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"میرے والد کی احادیث کو زندہ رکھنے والے زرارہ، ابوبصیر، محمد بن مسلم اور برید بن معاویہ العجلی ہیں۔یہ دین کے محافظ ہیں، میرے والد کی حلال وحرام کی امانتیں ان کے پاس ہیں"[3]

ایک طرف تو زرارہ کے یہ فضائل و مناقب ہیں اور دوسری طرف یہی زرارہ ہے جس کے متعلق امام جعفر کا ارشاد ہے کہ وہ مومن ہی نہیں تھا چنانچہ شیعہ راوی ابن ابی حمزہ کہتا ہے:

---

[1] رجال کشی ص ۱۲۲ مطبوعہ کربلاء۔عراق

[2] ایضاً ص ۱۲۳ ۔ [3] ایضاً ص ۱۲۴

"میں نے حضرت صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ آئت "الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم" میں ظلم سے کیا مراد ہے؟

"آپؑ نے فرمایا: جو کچھ ابوحنیفہ، ابوزرارہ اور اس قبیل کے دوسرے لوگوں نے کیا ہے" [1]

اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ مشہور شیعہ مؤرخ کشی اس کے متعلق بیان کرتا ہے:

"امام ابوعبداللہ (جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا: اللہ زرارہ پر لعنت نازل فرمائے۔ آپ نے تین مرتبہ اس کو دہرایا" [2]

شیعہ راوی لیث مرادی بیان کرتا ہے:

"میں نے امام صادق علیہ السلام کو یہ کہتے سنا کہ زرارہ گمراہ ہو کر مرے گا" [3]

حضرت جعفر صادق سے ہی روائت کرتے ہیں کہ انھوں نے کسی مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

"انّ ذا من مسائل آل اعین، لیس من دینی ولا دین آبائی"

"یہ مسئلہ آلِ أعین (یعنی زرارہ بن أعین) کا گھڑا ہوا ہے اس کا میرے اور میرے آباؤ اجداد کے دین سے کوئی تعلق نہیں" [4]

شیعہ روایات کے مطابق اسی ملعون، ظالم اور گمراہ زرارہ کے متعلق ان کے سالویں

---

[1] رجال کشی ص ۱۳۱۔

[2] ایضاً ص ۱۳۳ ترجمہ زرارۃ۔

[3] رجال کشی ص ۱۳۵۔

[4] ایضاً ص ۱۳۷۔

امام موسیٰ کاظم کا قول بھی ملاحظہ کیجئے۔ وہ کہتے ہیں:

"زرارہ اللہ کے لیے ہجرت کرنے والوں میں سے تھا" [1]

نیز "زرارہ نے میری امامت میں شک کیا تو اسے میں نے اللہ سے اپنے لیے طلب کرلیا" [2]

مگر حضرت باقر اسے ایک مشکوک اور بددیانت شخص سمجھتے تھے چنانچہ ایک دفعہ ان سے عمال (گورنروں) کے دیے ہوئے عطیوں کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا:

"کوئی مضائقہ نہیں .... پھر (زرارہ کے چلے جانے کے بعد) فرمایا:

میں نے تو زرارہ سے ڈرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ کہیں وہ ہشام بن عبد الملک اموی خلیفہ کو مخبری نہ کردے ورنہ درحقیقت میں ان عطیوں کو حرام سمجھتا ہوں" [3]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت باقر زرارہ کو خائن بددیانت اور اموی خلفاء کا جاسوس سمجھتے تھے۔

خائن اور بددیانت ہی نہیں بلکہ یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی بدترین کافر۔

"امام جعفر علیہ السلام نے کسی سے پوچھا: تمہاری زرارہ سے کب ملاقات ہوئی تھی؟ راوی کہتا ہے: میں نے کہا: کافی عرصہ ہوگیا ہے۔

آپ فرمانے لگے: اس کی پرواہ مت کرو، اگر وہ بیمار ہوجائے تو اس کی عیادت کے لیے نہ جاؤ اور اگر مرجائے تو اس کے جنازہ میں شرکت نہ کرو۔

راوی کہتا ہے: میں نے کہا: زرارہ کی؟ امام جعفر علیہ السلام کے قول پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے امام علیہ السلام نے فرمایا:

ہاں ! زرارہ کی۔ کیونکہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی بدترین ہے" [2]

---

[1] رجال کشی ص ۱۲۹ [2] رجال کشی ۱۴۲

یہ حالت ہے شیعہ مذہب کے ستون اور شیعہ قوم کے قطب کی جسے ان کے تین اماموں کی "صحابیت" کا "شرف" حاصل ہے اور جس کی بیان کردہ روایات واحادیث پر شیعہ دین کا دار و مدار ہے۔

شیعہ کے "معصوم" امام جن پر "وحی والہام کا نزول ہوتا ہے"، کبھی تو اسے خلیق، حدیث کو زندہ رکھنے والا، دین کا محافظ، وراثتِ ائمہ کا امین، مہاجر الی اللہ اور عطیہ خداوندی قرار دیتے ہیں اور کبھی اسے ملعون، خائن، بددیانت، جاسوس اور یہود و نصاریٰ سے بھی بدترین۔

اللہ نے سچ کہا ہے "

"ومن أظلم ممن افترى على الله كذبا أو قال أوحي الي ولم يوح اليه شئ" [1]

یعنی "اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کرے یا کہے: مجھے وحی آتی ہے حالانکہ اسے کسی چیز کی وحی نہ ہوئی ہو"[1]

نیز " لو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا" [2]

" اگر یہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں اختلاف و تضاد نظر آتا"

یعنی قرآن مجید اللہ کی طرف سے ہے اس لیے اس میں کسی قسم کا تضاد و تناقض نہیں اور اگر یہ (راویانِ باطلہ کی طرح) معاذ اللہ غیر اللہ کا وضع کردہ ہوتا تو یہ تضادات کا مجموعہ ہوتا۔

---

[1] سورۃ الانعام آیت ۹۴۔

[2] سورۃ النساء آیت ۸۲۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"یخادعون اللہ والذین امنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون" لے

"یہ منافق لوگ اللہ کو اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں (حقیقت میں) وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں مگر انہیں شعور نہیں"۔

زرارہ کی طرح باقی راویوں کی نسبت بھی شیعہ قوم کا یہی موقف ہے مثلاً محمد بن مسلم، ابوبصیر اور حمران بن اعین وغیرہ۔ کبھی انہیں جنت کی بشارت دیتے ہیں اور کبھی انہیں جہنمی قرار دیتے ہیں اس طرح ایک روائت میں انہیں مخلص قرار دیا جاتا ہے اور دوسری روائت میں دشمن ۲ے

لے سورۃ البقرہ آئت ۹

۲ے رجال کشی کا حاشیہ نگار کہتا ہے: زرارہ کے متعلق اماموں کے یہ متضاد اقوال درحقیقت تقیہ اور دفاع کا تقاضا تھے۔ (حاشیہ رجال کشی ص ۱۴۳) یہ عجیب تقیہ ہے کہ منہ پر تو کسی کی تعریف کی جائے اور پس پشت اسے کافر، ملعون اور بددیانت قرار دیا جائے زرارہ کوئی بنو امیہ یا بنو عباس کا حکمران تو نہیں تھا کہ اس کے سامنے منافقت کرنا تحفظِ جان کا تقاضا ہو؟ وہ تو شیعہ دین کا ستون اور شیعہ احادیث کا ایک بہت بڑا راوی ہے۔ اگر وہ مشکوک تھا اور اس کے سامنے تقیہ کرنے کی ضرورت تھی تو اس کی روایات کو کیوں قابلِ اعتماد قرار دیا جاتا ہے؟

تقیہ کا عقیدہ کیوں اختیار کیا گیا؟

شیعہ قوم کے نزدیک تقیہ کرنا یعنی منافقت سے کام لینا اور جھوٹ بولنا نہ صرف یہ کہ جائز اور رخصت ہے بلکہ دین کا بنیادی رکن اور باعث ثواب ہے۔ مگر کچھ شیعہ اکابرین بدنامی سے بچنے کے لیے اُسے رخصت قرار دیتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ جھوٹ بولنا اور دل کی بات کو چھپانا فرض نہیں بلکہ جائز ہے۔ چنانچہ شیعہ مفسر طبرسی کہتا ہے:

"تقیہ ایک جائز امر ہے جو دفاع کی خاطر اختیار کیا جاتا ہے" [۱]

لطف اللہ صافی کہتا ہے:

"شیعہ کے نزدیک تقیہ کرنا جائز ہے، انھوں نے تقیہ پر اس وقت عمل کیا جب ظالم بادشاہوں معاویہ، یزید، ولید اور منصور وغیرہ کی حکمرانی تھی" [۲]

ہندوستان کا ایک شیعہ عالم سید علی امام کہتا ہے:

اماميوں کے نزدیک تحفظ جان و مال کی خاطر تقیہ کرنا جائز امر ہے" [۳]

مذکورہ شیعہ اصحاب نے تقیہ کے عقیدے کے بیان میں بھی تقیہ کیا ہے کیونکہ شیعہ دین میں تقیہ کرنا جائز نہیں بلکہ فرض ہے چنانچہ طوسی کہتا ہے:

۱؎ تفسیر مجمع البیان از طبرسی۔ تفسیر ارشاد باری تعالیٰ "تتقوا منهم تقاة"

۲؎ مع الخطیب فی خطوطہ العریضۃ از صافی ص ۳۹۔

۳؎ مصباح الظلم ص ۷۱ مطبوعہ ہند۔

"جان بچانے کے لیے تقیہ کرنا فرض ہے" [1]

مشہور شیعہ محدث ابن بابویہ قمی کہتا ہے:

"تقیہ کرنا فرض ہے، اور اس کی فرضیت اس وقت تک قائم رہے گی جب تک آخری امام ظاہر نہ ہو جائے، جس نے ان کے ظاہر ہونے سے پہلے تقیہ ترک کیا وہ شیعہ دین سے خارج ہو گیا" [2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تقیہ مومن کا سب سے افضل عمل ہے" [3]

کلینی حضرت باقرؒ سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"تقیہ کسی بھی ضرورت و مصلحت کے تحت کیا جا سکتا ہے۔ ضرورت مند خود اس کا بہتر طور پہ احساس کر سکتا ہے کہ کب اسے تقیہ کرنا چاہیئے" [4]

ابن بابویہ قمی لکھتا ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فرماتے ہیں: جب میں معراج کی رات آسمان پر گیا تو میں نے عرش کے پاس چار مختلف روشنیاں دیکھیں۔ پوچھنے پر مجھے بتایا گیا کہ یہ عبدالمطلب، ابوطالب، عبداللہ بن عبدالمطلب اور جعفر بن ابی طالب کی ارواح ہیں جو نور کی شکل میں عرش کے سائے میں معلق ہیں۔

میں نے کہا انہیں یہ مقام و مرتبہ کیسے ملا؟

---

[1] التبیان از طوسی تفسیر آئت "لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء"

[2] الاعتقادات از صدوق شیعہ ابن بابویہ۔ فصل التقیۃ۔

[3] تفسیر عسکری ص ۱۶۳۔

[4] اصول کافی۔ باب التقیہ۔

کہا گیا: کیونکہ انھوں نے اپنے ایمان کو چھپائے رکھا اور کفر کو ظاہر کیا۔" [1]

ثابت ہوا کہ حق کو چھپانا اور باطل کا اظہار کرنا رخصت نہیں بلکہ بہت بڑی فضیلت ہے۔ چنانچہ یہ کہنا کہ شیعہ دین میں تقیہ فقط تحفظِ جان و مال کے لیے کیا جاتا ہے اور یہ فرض نہیں بلکہ رخصت ہے۔ بالکل غلط اور شیعہ افراد کی طرف سے شیعہ دین کے خلاف بغاوت اور "معصوم اماموں" کی صریح مخالفت ہے۔ ایسا کہنے والے کمال عیاری کے ساتھ "تقیہ" میں بھی تقیہ کرتے ہیں۔ شیعہ قوم نے جھوٹ بولنے اور منافقت کرنے کو جواز فراہم کرنے اور اسے مذہبی تحفظ دینے کے لیے تقیہ کا سہارا لیا۔

اسی طرح شیعہ قوم نے تقیہ کے نام پہ جھوٹ کو تقدس کا لبادہ اس لیے بھی اوڑھایا کہ وہ اپنے اماموں کے تضادات کو جواز فراہم کر سکیں اس لیے کہ جب شیعہ قوم پہ اعتراض کیا جاتا کہ تمہارے امام "معصوم عن الخطا" ہونے کے باوجود ایک بات پہ قائم کیوں نہ رہتے تھے تو شیعہ نے اس کا جواب یہ تراشا کہ وہ ایسا تقیہ کی وجہ سے کرتے تھے۔

چند مثالیں

چنانچہ تیسری صدی ہجری کا مشہور شیعہ مورخ نوبختی کہتا ہے:

"عمر بن رباح نے امام باقر علیہ السلام سے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے اسے اس کا جواب دے دیا۔ اگلے سال وہ پھر آیا اور وہی مسئلہ دوبارہ پوچھا۔ آپ نے

---

[1] جامع الاخبار نقل از تنقیح المسائل ص ۱۴۰۔

اس کا پہلے سے مختلف جواب دیا۔

عمر بن رباح نے کہا: آپ کا یہ جواب پہلے جواب سے مختلف ہے تو امام باقرؒ نے فرمایا: بعض اوقات ہمیں ایسا تقیہ کی وجہ سے کرنا پڑتا ہے۔ اس پر ابن رباح کو آپ کے امام ہونے پر شک گزرا اور دل میں خیال آیا کہ آپ امام نہیں ہیں۔

ابن رباح نے اس کا ذکر محمد بن قیس سے کیا اور کہا: امام باقر کو میرے سامنے تقیہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ابن قیس نے کہا: شائد تمہارے ساتھ کوئی ایسا شخص موجود ہو جس کے سامنے تقیہ کرنا ضروری تھا؟

ابن رباح نے کہا: نہیں بلکہ میں دونوں دفعہ اکیلا تھا اس لیے تقیہ کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

بلکہ اصل وجہ مخبوط الحواسی ہے۔ انھیں یہ یاد نہیں رہا کہ پچھلے سال کیا کہا تھا۔

چنانچہ عمر بن رباح نے امام باقر علیہ السلام کی امامت سے رجوع کر لیا۔ اس نے کہا کہ ایسا شخص جو باطل پر مبنی فتوٰے دے امامت کا مستحق نہیں اور نہ ہی ایسا شخص امامت کا مستحق ہے جو تقیہ کو بنیاد بنا کر بزدلی کا مظاہرہ کرے اور اپنے دروازے بند کر کے بیٹھ جائے۔ امام پر تو ظلم کے خلاف خروج کرنا اور اعلان بغاوت کرنا فرض ہے[1]"

اس روائت سے شیعہ کے بقول حضرت باقرؒ کا تضاد و تناقض ثابت ہوتا ہے۔ اسی قسم کے تضادات کو جواز فراہم کرنے کے لیے تقیہ جیسا مسئلہ تراشا گیا۔

اس قسم کی روائت کلینی نے بھی زرارہ بن اعین سے ذکر کی ہے، وہ کہتا ہے:

میں نے امام باقر علیہ السلام سے کوئی مسئلہ دریافت کیا آپ نے مجھے اس کا جواب دیا پھر ایک اور آدمی آیا اس نے بھی وہی مسئلہ دریافت کیا آپ نے اسے میرے

---

[1] فرق الشیعہ از نوبختی ص ۸۰ مطبوعہ حیدریہ۔ نجف۔ عراق ۱۳۷۹ھ

جواب سے مختلف جواب دیا۔ پھر ایک اور شخص آیا اس نے بھی وہی مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے اسے ہمارے دونوں کے جوابات سے مختلف جواب دیا۔ جب دونوں آدمی باہر چلے گئے تو میں نے آپ سے اس تضاد کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا:

"یازرارۃ! ان ھذا خیر لنا ولکم" اے زرارہ! یہ (تضاد بیانی) ہمارے اور تمہارے حق میں بہتر ہے" [1]

کشی لکھتا ہے:

"ایک دفعہ امام جعفر علیہ السلام نے محمد بن عمر سے پوچھا: زرارہ کا کیا حال ہے؟ محمد بن عمر نے کہا: زرارہ ہمیشہ عصر کی نماز غروب آفتاب کے وقت پڑھتا ہے۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اُسے میری طرف سے کہو کہ وہ عصر کی نماز اپنے وقت پہ پڑھا کرے۔ محمد بن عمر نے زرارہ کو امام علیہ السلام کا پیغام پہنچایا تو زرارہ نے کہا: میں جانتا ہوں کہ تم جھوٹ نہیں بول رہے مگر امام علیہ السلام نے مجھے کوئی اور حکم دیا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس پر عمل ترک کروں" [2]

اس روایت سے یہ تاثر ملتا ہے کہ زرارہ کو غروبِ آفتاب کے وقت نمازِ عصر پڑھنے کا حکم بھی حضرت جعفر نے دیا تھا اور اسے روکنے کا حکم بھی انہوں نے ہی دیا تھا۔ شائد اسی قسم کے تضاد کو دیکھ کر ہی شیعہ روایات کے مطابق زرارہ نے حضرت جعفر صادق کے متعلق کہا تھا: لیس لہ بصر بکلام الرجال" انہیں لوگوں کی گفتگو کے متعلق کوئی سمجھ نہیں،" [3]

---

[1] اصول کافی ص ۳۷ مطبوعہ ہند۔

[2] رجال کشی ص ۱۲۸۔

[3] ایضاً ص ۱۲۳۔

اسی طرح شیعہ کے ساتویں امام موسیٰ کاظم کے متعلق کشی شیعہ روای شعیب بن یعقوب سے روائت کرتا ہے۔ اس نے کہا:

"میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک آدمی کسی ایسی عورت سے شادی کرے جو پہلے سے شادی شدہ ہو اور اس کا خاوند ابھی زندہ ہو اور اسے طلاق بھی نہ دی گئی ہو؟ آپ نے فرمایا: عورت کو رجم کیا جائے گا اور خاوند کو اگر علم نہیں تو اسے کچھ نہیں کہا جائے گا۔

راوی کہتا ہے: میں نے اس کا ذکر ابو بصیر مرادی سے کیا تو انھوں نے کہا: مجھے امام جعفر صادق نے فرمایا تھا کہ اس صورت میں عورت کو سنگسار کیا جائے گا۔ اور مرد کو کوڑے لگائے جائیں گے۔ راوی کہتا ہے: ابو بصیر مرادی نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: میرا خیال ہے ہمارے ساتھی (موسیٰ کاظم) کا علم ابھی تک مکمل نہیں ہوا [1]

اور یہی وہ ابو بصیر ہے جس کے متعلق حضرت جعفر سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا:

"ابو بصیر اور .... کو جنت کی بشارت دے دو یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس حلال و حرام کی امانتیں ہیں، اگر یہ نہ ہوتے تو نبوت کے آثار کب کے مٹ چکے ہوتے" [2]

شیعہ قوم یہ تضاد و تناقض حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف بھی منسوب کرتی ہے چنانچہ نوبختی لکھتا ہے:

"جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو شیعہ کے ایک گروہ نے کہا: حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے موقف میں تضاد تھا کیونکہ حضرت حسنؓ کے پاس حضرت حسینؓ سے زیادہ قوت تھی اور آپ کے ساتھی بھی حسینؓ سے زیادہ تھے۔ مگر

---

[1] رجال کشی ص ۱۵۴۔ [2] ایضاً ص ۱۵۲

آپؓ نے اس کے باوجود معاویہ سے صلح کرلی اور اس کے خلاف خروج نہیں کیا جب کہ حسینؓ کے ساتھی بھی کم تھے اور آپ کے پاس ظاہری اسباب بھی حسنؓ سے کم تھے۔ لیکن آپ نے اس کے باوجود یزید سے جنگ کی اور خود بھی قتل ہو گئے اور اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کروادیا حالانکہ آپؓ کے پاس جنگ نہ کرنے کا حضرت حسنؓ سے زیادہ جواز موجود تھا۔ اگر حسنؓ کے موقف کو درست مان لیا جائے تو حسینؓ کے موقف کو غلط ماننا پڑے گا اور اگر حسینؓ کے موقف کو درست مان لیا جائے تو حسنؓ کے موقف کو باطل قرار دینا پڑے گا۔

چنانچہ شیعہ کے اس گروہ نے دونوں کی امامت سے رجوع کر لیا۔ اور عوام[1] کے ساتھ شامل ہو گئے۔[2]

ایک ہندی شیعہ عالم اپنی کتاب "اساس الاصول" میں نقل کرتا ہے:

"اماموں سے جو احادیث مروی ہیں ان میں بہت زیادہ اختلاف و تضاد پایا جاتا ہے، کوئی بھی ایسی حدیث نہیں جس کے متضاد دوسری حدیث نہ پائی جاتی ہو۔ اسی وجہ سے بعض ناقص العقیدہ لوگ شیعہ مذہب سے دستبردار ہو گئے"۔[3]

عقیدۂ تقیہ کو اختیار کرنے کا ایک اور سبب بھی تھا اور وہ یہ کہ شیعہ قوم کے امام اپنے پیروکاروں کو جھوٹی تسلیاں دیتے رہے۔ شیعہ روایات کے مطابق ہر امام

---

[1] شیعہ قوم اپنے آپ کو خواص اور اہلِ سنت کو عوام سے تعبیر کرتی ہے جیسا کہ یہودی اپنے آپ کو "أبناء الله وأحباؤه" اور دوسروں کو اللہ کے عام بندوں سے تعبیر کرتے ہیں شیعہ قوم دیگر امور کی طرح اس اصطلاح میں بھی یہودی قوم کے شانہ بشانہ ہے۔

[2] فرق الشیعہ از نوبختی ص ۴۶ مطبوعہ نجف۔

[3] اساس الاصول ص ۵۱ مطبوعہ ہند۔

یہی کہتا کہ عنقریب ہماری حکومت قائم ہونے والی ہے اور مخالفین کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ ان کے پیروکار اقتدار اور دنیوی طمع میں مبتلا ہو کر ان سے وابستہ رہیں۔ شیعہ کہتے ہیں کہ ان کے ائمہ ایسا تقیہ کی بنا پہ کرتے تھے ورنہ انہیں بخوبی معلوم تھا کہ شیعہ کے اقتدار کا زمانہ ابھی بہت دور ہے۔

کلینی ایک شیعہ راوی علی بن یقطین سے روائت کرتا ہے۔ اس نے کہا:

"مجھے امام علی رضا۔ شیعہ قوم کے آٹھویں امام۔ نے فرمایا: شیعہ کو دوسو سال سے جھوٹی تسلیاں دی جارہی ہیں۔

راوی کہتا ہے: اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر یہ کہہ دیا جاتا کہ "قائم علیہ السلام" یعنی شیعہ کی خوشحالی کا زمانہ دو تین صدیوں کے بعد شروع ہوگا تو لوگ مایوس ہو جاتے اور اسلام (راوی کے مطابق "شیعہ دین") کو چھوڑ دیتے۔ اسی باعث ائمہ یہی فرماتے رہے کہ شیعہ کی خوشحالی اور ان کے اقتدار کا دور عنقریب شروع ہونے والا ہے تاکہ لوگ مطمئن رہیں"۔[1]

اس عقیدے کو اختیار کرنے کا سبب قدیم شیعہ مؤرخ نوبختی کی اس عبارت سے بھی واضح ہوتا ہے۔ نوبختی لکھتا ہے:

"سلیمان بن جریر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ شیعہ کے اماموں نے دو عقیدے یعنی "بداء" اور "تقیہ" اس لیے وضع کیے ہیں کہ وہ اپنے تضادات پہ پردہ ڈال سکیں، اور جھوٹ کو جواز فراہم کرسکیں۔ عقیدہ بداء تو اس لیے اختیار کیا گیا کہ چونکہ شیعہ کے اماموں کا یہ دعویٰ تھا کہ انہیں غیب کا علم حاصل ہے، وہ ماضی، حال اور مستقبل کے حالات سے آگاہ ہیں چنانچہ وہ اپنے پیروکاروں کو مستقبل کے واقعات کی خبر دیتے۔ اگر اتفاق سے وہ واقعہ رونما ہو جاتا تو کہتے: ہم نے پہلے ہی اس واقعہ

---

[1] اصول کافی ص ۳۶۹۔ باب کراھیۃ التوقیت۔

کی خبر دے دی تھی۔ بصورتِ دیگر کہتے کہ اس میں ہمارا قصور نہیں اللہ کو "بداء" ہوا ہے۔

اور تقیہ کا عقیدہ اس لیے وضع کیا گیا کہ ائمہ سے مختلف مسائل دریافت کیے جاتے تو وہ حلال یا حرام کا فتویٰ دے دیتے مگر کچھ عرصہ بعد ایک ہی مسئلہ کے متعلق جب دوبارہ دریافت کیا جاتا تو بعض اوقات پہلا جواب یاد نہ ہونے کے باعث ان کا جواب پہلے سے مختلف ہو جاتا، اور یوں اماموں کی تضاد بیانی واضح ہوتی چلی گئی۔ اس تضاد بیانی اور اختلاف کا جواب تقیہ کی صورت میں تراشا گیا۔ اور ظاہر ہے اس سے حق و باطل کی تمیز ختم ہو گئی کیونکہ کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ پہلا قول صحیح ہے یا دوسرا۔ اسی وجہ سے امام باقر کے پیروکاروں کی ایک جماعت ان کے بعد امام جعفر کی امامت سے دستبردار ہو گئی[1]

اس عقیدے کو وضع کرنے کی ضرورت اس لیے بھی پیش آئی کہ شیعہ کے اماموں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح و فضیلت منقول ہے۔ ان سے بہت سے ایسے اقوال مروی ہیں جن میں خلفائے راشدین کی خلافت و امامت کا اعتراف، ان کے ہاتھوں پہ حضرت علی کی بیعت کا ذکر اور دیگر ایسے امور کا بیان ہے جو عظمتِ صحابہؓ پر دلالت کرتے ہیں۔ جب کہ خلفائے راشدینؓ کی خلافت اور عظمتِ صحابہؓ کے اعتراف سے شیعہ دین کی بنیاد ہی قائم نہیں رہتی۔ اس تضاد کو دیکھ کر شیعہ قوم کھسیانی ہو کر جواب دیتی ہے کہ ائمہ صحابہؓ کی تعریف دل سے نہیں بلکہ تقیہ کی بنا پر کرتے رہے ہیں ورنہ صحابہ کی نسبت ان کا عقیدہ بھی وہی تھا جو شیعہ دین کا تقاضا ہے۔

---

[1] فرق الشیعہ ص ۸۵ تا ۸۷

مدحِ صحابہ رض

چنانچہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں جیسی ہستیاں چشمِ فلک نے نہیں دیکھی ہوں گی۔ ان کے دن اللہ کے دشمنوں سے جہاد اور راتیں اللہ کے حضور قیام میں گزرتی تھیں۔ روزِ حشر کی ہولناکیوں کے خوف سے ان کے جسم لرزاں رہتے۔ ان کی مبارک پیشانیوں کا نشان کثرتِ سجود کی غمازی کرتا تھا، جب اللہ کی نعمت و نقمت کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے اور ان کے گریبان بھیگ جاتے، قہرِ خداوندی کے تصور سے ان کے جسموں پر کپکپی طاری ہو جاتی اور ثواب و رحمت کی امید سے وہ سرسبز و شاداب شجر کی مانند لہرا اٹھتے" [1]

اسی طرح آپ رض شیخین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارہ میں فرماتے ہیں :

"صحابہ کرام کے سرخیل اور سب سے افضل مسلمان ابوبکر صدیق رض اور پھر ان کے جانشین عمر فاروق تھے۔ ربِ کعبہ کی قسم! اسلام ان دونوں شخصیات کی عظمتوں کا معترف ہے انھوں نے اسلام کی خاطر بڑی سے بڑی مشکل کو خندہ پیشانی سے قبول کیا اللہ

---

[1] نہج البلاغہ ص ۱۴۲ خطبہ علی رض مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۱۳۸۷ھ

ان پر رحم فرمائے اور انھیں بہترین بدلہ عطا فرمائے“ [1]

کلینی شیعہ راوی ابوبصیر سے روایت کرتا ہے، اس نے کہا:

”میں ایک دن امام صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بڑی فصیح و بلیغ گفتگو کی اس نے دورانِ گفتگو امام علیہ السلام سے ابوبکر و عمر کے متعلق بھی پوچھا۔ آپ نے فرمایا: تولّیھما ان دونوں سے (بغض و عداوت کی بجائے) محبت کرو۔ وہ عورت کہنے لگی: میں قیامت کے دن اپنے رب سے کہہ دوں کہ آپ نے مجھے ان کا احترام کرنے کا حکم دیا تھا؟

آپ نے فرمایا: ہاں“ [2]

مشہور شیعہ علی بن عیسیٰ اربلی اپنی کتاب ”کشف الغمہ“ میں لکھتا ہے:

”امام باقر علیہ السلام سے تلوار کے دستے کو مزین و آراستہ کرنے کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: جائز ہے۔ ابوبکر صدیق نے بھی اپنی تلوار کے دستے کو چاندی سے آراستہ کیا تھا۔

سائل نے کہا: آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں؟

”فرمایا: ہاں وہ صدیق تھے، ہاں وہ صدیق تھے، جو آپ کو صدیق نہیں کہتا اللہ نہ دنیا میں اس کی کوئی بات سچی کرے اور نہ آخرت میں“ [3]

قرآن مجید کے مطابق نبی کے بعد صدیق کا رتبہ ہے،

چنانچہ ارشاد باری تعالےٰ ہے:

فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین

---

[1] شرح نہج البلاغہ از میثم البحرانی ج ۱ ص ۳۱ مطبوعہ ایران۔

[2] کتاب الروضۃ من الکافی للکلینی ص ۲۹ مطبوعہ ہند۔

[3] کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ از اربلی ج ۲ ص ۱۴۷۔

والشہداء والصالحین وحسن أولئك رفیقا" [1]

اس آیت میں انبیائے کرام کے بعد صدیقین کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد شہداء اور صالحین کا۔

خلفائے راشدین کی خلافت کا اعتراف

شیعہ کتب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور شیعہ کے دیگر اماموں کی طرف سے خلافتِ صدیق وفاروق اور ذوالنورین رضی اللہ عنہم کا اعتراف مذکور ہے۔

حضرت علیؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ (۲) کے متعلق فرماتے ہیں:

"انھوں نے کجی کو سیدھا کیا (یعنی جتنے فتنوں نے بھی سر اٹھایا ان کا استیصال کیا) اور بڑی کامیاب سیاست کی، سنت کو زندہ رکھا اور دین کے خلاف سازشوں کی سرکوبی کی، وہ دنیا سے پاک صاف ہو کر گئے، انھوں نے خیر کو حاصل کیا اور شر سے محفوظ رہے اور اللہ کی اطاعت اور تقویٰ کا حق ادا کیا" [3]

اسی طرح جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رومیوں کے ساتھ جہاد میں اپنی شرکت کے متعلق مشورہ کیا تو حضرت علیؓ نے جواب دیا:

"آپ خود تشریف نہ لے جائیں بلکہ کسی تجربہ کار شخص کی سپہ سالاری میں لشکر روانہ کر

---

[1] سورۃ النساء آیت ۶۹۔

[2] عربی عبارت میں للہ بلاء فلان کے الفاظ آتے ہیں شیعہ شارحین کا اختلاف ہے کہ فلان سے مراد ابوبکرؓ ہیں یا عمرؓ بہرحال اس بات پہ اتفاق ہے کہ دونوں میں سے ایک مراد ہے۔

[3] نہج البلاغہ ص ۳۵۰۔

کردیں، اگر اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرما دیا تو یہی آپ کی خواہش ہے اور اگر خدانخواستہ شکست ہوگئی تو آپ کا وجود مسلمانوں کے لیے حوصلے کا باعث ہوگا۔ آپکی عدم موجودگی میں کوئی ایسی شخصیت نظر نہیں آتی جو مسلمانوں کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتی ہو۔[1]

اس سے بھی زیادہ وضاحت نہج البلاغہ کی اس نص میں ہے، حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا:

"مسلمانوں کی فتح و شکست قلت و کثرت میں نہیں۔ بلکہ یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ دین اسلام کو غلبہ عطا فرمائے گا اور اللہ کا یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ آپ خود تشریف نہ لے جائیں کیونکہ آپ کی حیثیت ہار کے اس دھاگے کی سی ہے جس میں موتیوں کو پرو دیا جاتا ہے۔ اگر دھاگہ ٹوٹ جائے تو موتی بکھر جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی تعداد اگرچہ کم ہے مگر انھیں ایمان کی قوت ہی کافی ہے۔ آپ چکی کا قطب ہیں جس کے گرد چکی گھومتی ہے، آپ قائم رہیں گے تو چکی گھومتی رہے گی۔ اگر آپ بنفسِ نفیس میدانِ جنگ میں شرکت کے لیے چلے گئے تو دشمن یہ سوچ سکتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی بنیاد اور مرکز ہیں، انہیں ختم کر دیا جائے تو مسلمانوں کو آسانی سے شکست دی جاسکتی ہے اور وہ یہ سوچ کر آپ پر پوری شدت سے حملہ آور ہوں گے اس لیے میرا مشورہ ہے کہ آپ کا مدینہ میں رہنا میدان جنگ میں جانے سے بہتر ہے۔"[2]

اسی طرح آپؓ نے امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

"لوگوں نے میرے اور آپ کے درمیان اختلاف و نفرت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے آپ کے خلاف مختلف شکایات کیں، میں مگر میں

---

[1] نہج البلاغہ ص ۱۹۳ مطبوعہ بیروت۔

[2] نہج البلاغہ ص ۲۰۳، اور ۲۰۴ مطبوعہ بیروت۔

آپ سے کیا کہہ سکتا ہوں۔ جو ہم جانتے ہیں وہ آپ بھی جانتے ہیں، ہمارے پاس کوئی ایسی امتیازی چیز نہیں ہے جس سے آپ کو باخبر کرنے کی ضرورت ہو، جو کچھ ہم نے سُنا وہ آپ نے بھی سنا، جو ہم نے دیکھا وہ آپ نے بھی دیکھا جس طرح ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اسی طرح آپ بھی۔ ایک لحاظ سے آپ کو ابوبکر و عمرؓ سے بھی زیادہ فضیلت حاصل ہے اور وہ یہ کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ جب کہ ان دونوں کو یہ شرف حاصل نہیں ہو سکا"[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہؓ کی خلافت کا اقرار و اعتراف کرتے ہوئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خط کے جواب میں فرماتے ہیں:

"انه بايعني القوم الذين بايعوا ابا بكر و عمر و عثمان على ما بايعوهم عليه .... الخ۔ یعنی میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے جنہوں نے ابوبکر، عمر، کی بیعت کی تھی .... شوریٰ کا حق مہاجرین و انصار کو حاصل ہے، اگر وہ کسی شخص کو اپنا امام و سربراہ بنا لیں تو اسی میں اللہ کی رضا ہے اور اگر کوئی مہاجرین و انصار کے بنائے ہوئے اس امام کی امامت کو تسلیم نہیں کرتا اسے مجبور کیا جائے گا اور اگر وہ انکار کرے تو اس سے جنگ کی جائے گی کیونکہ وہ مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر علیحدگی کا راستہ اختیار کرنا اور انتشار پھیلانا چاہتا ہے"[2]

یہ نص اس قدر واضح ہے کہ اگر اس پہ ذرا سا بھی غور کر لیا جائے تو خلافت

---

[1] نہج البلاغہ ص ۲۳۴۔

[2] نہج البلاغہ ص ۳۶۶۔

کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے، اس نص میں حضرت علی نے وضاحت کی ہے کہ خلافت و امامت کا انعقاد نص و تعیین (NOMINATION) کے ذریعہ نہیں بلکہ انتخاب سے ہوتا ہے اور یہ اختیار مہاجرین و انصار کو حاصل ہے، وہ جسے مسلمانوں کا خلیفہ منتخب کرلیں اس کی بیعت ضروری ہے۔ جب کہ شیعہ دین میں کسی کو خلیفہ و امام بنانے کا اختیار بندوں کے پاس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے چنانچہ شیعہ کے نزدیک خلافت و امامت حضرت علیؓ کا حق اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نص کے ذریعہ آپ کو مسلمانوں کا خلیفہ بنایا تھا مگر حضرت علیؓ کا یہ ارشاد شیعہ موقف کی واضح تردید کر رہا ہے۔

شیعہ مفسر علی بن ابراہیم قمی لکھتا ہے:

"ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ (آپؐ کی زوجہ مطہرہ) سے کہا: میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہوں گے اور ان کے بعد تیرے والد (یعنی عمرؓ) حفصہ نے کہا: آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ فرمایا: اللہ اخبرنی۔ مجھے اللہ نے بتلایا ہے۔" [1]

اسی طرح نہج البلاغہ کی ایک اور واضح عبارت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ خلافت و امامت کو منصوص نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب آپ کو خلیفہ بننے کی پیشکش کی گئی تو آپؓ نے فرمایا:

"دعونی والتمسوا غیری .... الخ۔ مجھے خلیفہ و امام بنانے اور میری بیعت کرنے کی بجائے کسی اور کو تلاش کرو... جس کو تم خلیفہ بناؤ گے میں اس کی اطاعت تم سے بھی زیادہ کروں گا۔ وانا لکم وزیرا خیر لکم منی امیرا۔ یعنی تمہارے لیے خلیفہ بننے کی نسبت میرا وزیر بننا بہتر ہے۔" [2]

---

[1] تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۷۶ سورۃ التحریم مطبوعہ مطبعۃ نجف ۱۳۸۷ھ۔

[2] نہج البلاغہ ص ۱۳۶۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی خلافت منصوص من اللہ نہیں جیسا کہ شیعہ قوم کا عقیدہ ہے ورنہ آپ رد نہ کرتے کیونکہ شیعہ دین میں خلافت نبوت کی طرح ہے تو جس طرح نبوت رد نہیں ہو سکتی خلافت و امامت بھی رد نہیں ہو سکتی۔

اس نص سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ اس وقت تک خلیفہ نہیں تھے کیونکہ آپ کا ارشاد ہے:

"جس کو تم خلیفہ بناؤ گے میں اس کی اطاعت کروں گا" اگر خلافت آپ کا شرعی حق ہوتی تو آپ یہ نہ فرماتے "جس کو تم خلیفہ بناؤ گے" بلکہ فرماتے: اللہ نے مجھے مسلمانوں کا خلیفہ و امام بنایا ہے تم پر میری اطاعت فرض ہے۔

نیز: "خلیفہ بننے کی نسبت میرا وزیر بننا بہتر ہے" یہ الفاظ بھی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپؓ شہادتِ عثمان کے وقت تک خلیفہ نہ تھے اور اپنی خلافت کو اہل حل و عقد کی بیعت پر موقوف سمجھتے تھے۔

ثابت ہوا کہ انعقادِ خلافت کا انحصار اہل حل و عقد پر ہے اور یہ کہ نہ حضرت علیؓ خلیفہ بلافصل ہیں اور نہ خلافت منصوص من اللہ ہے۔

حضرت امِ کلثومؓ کا حضرت عمر فاروقؓ سے نکاح

اسی بنا پر حضرت علیؓ نے خلفائے ثلاثہؓ کی خلافت کو تسلیم کیا۔ ان کی بیعت کی اور ان کے وفادار بن کر رہے، حضرت علیؓ کی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی حضرت عمر فاروقؓ سے شادی حضرت علی کے خلفائے ثلاثہ سے تعلقات، ان کی خلافت کو برحق تسلیم کرنے اور ان سے کمال محبّت و پیار کی واضح دلیل ہے، اگر معاذاللہ حضرت عمرؓ کی خلافت برحق نہیں تھی تو حضرت علیؓ کسی صورت میں بھی اپنی دختر کا

نکاح حضرت عمرؓ سے نہ کرتے۔

شیعہ محدثین و مفسرین نے اپنی کتب میں اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ حضرت ام کلثوم کا حضرت عمر سے نکاح ہوا چنانچہ کلینی شیعہ راوی معاویہ بن عمار سے روایت کرتا ہے، اس نے کہا:

"میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ عدت کہاں گزارے۔ اپنے گھر میں یا جہاں اس کا جی چاہے؟ آپ نے فرمایا: جہاں اس کا جی چاہے۔ علی علیہ السلام عمر کی وفات کے فوراً بعد حضرت ام کلثوم کو اپنے گھر لے آئے تھے۔" [1]

یہی روایت ابوجعفر طوسی نے اپنی کتاب تہذیب الاحکام میں بیان کی ہے۔

طوسی ہی نے حضرت باقر سے روایت کی ہے۔ انھوں نے کہا:

"حضرت ام کلثوم اور ان کے بیٹے زید بن عمر بن خطاب کا انتقال ایک ساتھ ہوا۔ یہ بھی نہ پتہ چل سکا کہ ان دونوں میں سے کس کی روح پہلے قبض ہوئی۔ ان دونوں کی نماز جنازہ بھی اکٹھی ادا کی گئی۔" [2]

اس روایت میں محل متشاد پہلی سطر ہے۔

کلینی کی کتاب "الکافی" میں ایک باب کا عنوان ہے "باب فی تزویج ام کلثوم" یعنی ام کلثوم کے نکاح کے بارہ میں باب، اس باب کے تحت اس نے متعدد روایات ذکر کی ہیں۔ ہر قسم کے حیا کا لبادہ اتار کر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین کا ارتکاب کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"امام صادق علیہ السلام سے ام کلثوم کے نکاح کے متعلق دریافت کیا گیا تو

---

[1] فروغ کافی۔ باب المتوفی عنہا زوجہا المدخول بہا این تعتد ج ۲ ص ۳۱۱ مطبوعہ ہند۔

[2] تہذیب الاحکام از طوسی۔ کتاب المیراث ج ۲ ص ۳۸۰ مطبوعہ ایران۔

آپ نے فرمایا:

"ان ذلک فرج غصبناہ" یہ شرمگاہ ہم سے زبردستی چھین لی گئی تھی" ۱؎

اس روایت کو وضع کرکے اس شخص نے کیسی یہودی اور ناپاک ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے اس پہ اس بدقماش شخص پر جس قدر لعنت بھیجی جائے کم ہے۔ اسے شرم نہ آئی حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسی شجاع، بہادر، نڈر، فاتح خیبر، حیدر کرار اور غیور شخصیت کے متعلق یہ ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کہ عمر نے ان سے جبراً ان کی بیٹی کو چھین لیا تھا۔

کیا کوئی باغیرت بہادر شخص اس قسم کی ذلت کبھی قبول کرسکتا ہے؟

حاشا وکلا!

بلاشبہ یہ تمام باتیں اس یہودی الفکر قوم کی من گھڑت ہیں جو حیدر و فاروق کے تعلقات کی اصلیت پر پردہ ڈالنے اور اپنے یہودی عقائد کو رواج دینے کے لیے وضع کی گئی ہیں (مترجم)

نکاحِ امّ کلثوم کی حقیقت کا اعتراف ابن شہر آشوب مازندرانی نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

"حضرت فاطمہ علیہا السلام سے حسن، حسین، محسن، زینت الکبریٰ اور امّ کلثوم پیدا ہوئیں۔ امّ کلثوم سے عمر نے شادی کی" ۲؎

شیعہ کا شہید ثانی) زین الدین عاملی لکھتا ہے:

"نبی صلی اللہ علیہ و آلہ نے اپنی بیٹی کی شادی عثمان سے کی، اسی طرح علی نے اپنی

۱؎ فروع کافی ج ۲ ص ۱۴۱ مطبوعہ ہند۔

۲؎ مناقب آل ابی طالب ج ۳ ص ۱۶۲ مطبوعہ بمبئی، ہند۔

بیٹی ام کلثوم کی شادی عمر سے کی اور یہ دونوں ہاشمی نہیں ہیں"۔ [1]

ان تمام نصوص سے حضرت ام کلثوم کی حضرت عمر سے شادی کا ثبوت ملتا ہے یہ ایک روشن حقیقت ہے جس سے فرار کا کوئی جواز نہیں۔

حضرت علیؓ کی طرف سے شیعہ کی مذمت

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کا سارا خاندان جن میں شیعہ کے "معصوم" ائمہ بھی شامل ہیں "شیعان علی" کے نام سے ظاہر ہونے والے گروہ سے شدید نفرت کرتا رہا اگرچہ وہ لوگ اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کی غرض سے اپنے آپ کو اہل بیت علی کی طرف منسوب کرتے اور ان کی محبت و اتباع کا دعویٰ کرتے تھے مگر حضرت علیؓ اور دیگر ائمہ سر عام ان سے برأت اور نفرت کا اظہار کرتے رہے۔

چنانچہ حضرت علیؓ اپنے شیعہ کی مذمت بیان کرتے ہوئے ان سے یوں مخاطب ہوتے ہیں :

"تم حق کو ترک کر چکے ہو، اپنے امام کے نافرمان ہو، تم خائن و بد دیانت اور فسادی ہو۔ اگر تم میں سے کسی شخص کے پاس ایک پیالہ بھی امانتاً رکھ دیا جائے مجھے خطرہ ہے اور کچھ نہیں تو تم اس کا دستہ ہی اتار لو۔ اے اللہ! میں ان سے بیزار ہو چکا ہوں یہ مجھ سے اکتا چکے ہیں۔ اے اللہ! مجھے ان سے بہتر ساتھی نصیب فرما اور ان پر مجھ سے بدتر امام مسلط فرما۔ اے اللہ! انہیں نیست و نابود فرما جس طرح کہ

---

[1] مسالک الافہام۔ کتاب النکاح ج ۱ مطبوعہ ایران ۱۲۸۲ھ۔

نمک پانی کے اندر حل ہو کر نیست و نابود ہو جاتا ہے" [1]

اور ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا

"اے نامردو کہ تم آثار مردانگی کھو چکے ہو، کم عقلو کہ تمہاری عقل بچوں اور عورتوں سے بھی کم ہے! کاش تم مجھے نظر نہ آتے، میری تم سے پہچان نہ ہوتی کیونکہ اس سے مجھے سوائے اذیت و پریشانی کے کچھ حاصل نہیں ہوا، اللہ تمہیں غارت کرے تم نے میرے دل کو زخمی کیا، میرے دل میں اپنے خلاف نفرت کے جذبات بوئے، تم نے میری اس قدر نافرمانی کی کہ میری تمام تدابیر رائیگاں ہو گئیں حتیٰ کہ قریش کو یہ کہنے کا موقعہ ملا کہ ابو طالب کا بیٹا بہادر اور شجاع تو ہے مگر اسے جنگ کرنے کا سلیقہ نہیں۔" [2]

نیز: "اے لوگو! تمہارے جسم تو متحد ہیں مگر منزل ایک نہیں، تم گفتار کے تو غازی ہو مگر کردار کے بزدل۔ آپس میں بیٹھ کر بڑکیں مارتے ہو مگر میدان جنگ میں پیٹھ دکھاتے ہو، تمہیں کوئی ندا دے تم بہرے بن جاتے ہو، جو تمہارے لیے اذیت برداشت کرے تم اسے آرام دینے کی بجائے اس کی اذیت میں اضافہ کرتے ہو، تمہاری نیتیں خراب تمہارے بہانے بسیار، تم اپنا فرض ادا کرنے کی بجائے مجھ سے مہلت طلب کرتے رہتے ہو۔ تم منزل کا حصول چاہتے ہو تو تمہیں جدوجہد کرنا ہوگی تم میرے علاوہ کس امام کے انتظار میں ہو؟ میرے بعد تم کس کی سربراہی میں لڑنا چاہتے ہو؟ جو تم پہ اعتماد کرے خدا کی قسم وہ دھوکے میں ہے، جو تمہارے اوپر اعتماد کر کے تیر چلائے وہ اپنی ہلاکت کو دعوت دینے والا ہے۔ خدا کی قسم! مجھے تمہاری باتوں پر اعتماد نہیں،" [3]

---

[1] نہج البلاغہ ص ۷۲ مطبوعہ بیروت [2] ایضاً ص ۷۰

[3] ایضاً ص ۷۲ اور ۷۳

مزید ارشاد فرماتے ہیں:

"رعایا اپنے حکمرانوں سے ڈرا کرتی ہے مگر میری حالت یہ ہے کہ مجھے حکمران ہو کر اپنے رعایا سے ڈرنا پڑتا ہے۔ میں نے تمہیں جہاد کے لیے پکارا تم نہ آئے، میں نے تمہیں نصیحت کی تم نے رد کر دی، تمہارے جسم حاضر ہوتے ہیں مگر دماغ غائب، تم بظاہر آزاد ہو کر مگر حقیقت میں غلام۔ میں تمہیں وعظ کرتا ہوں تم اس سے دور بھاگتے ہو، میں تمہیں متحد رکھتا ہوں تم منتشر ہو جاتے ہو۔ میں تمہیں جہاد کی ترغیب دیتا ہوں تم غائب ہو جاتے ہو، میں تمہیں روشنی کی طرف لے جاتا ہوں تم مجھے واپس تاریکی کی طرف لے آتے ہو، تم کمان کی پشت کی مانند ٹیڑھے ہو تمہیں سیدھا کرنے والا تھک جاتا ہے مگر تم سیدھا ہونے کا نام نہیں لیتے۔

اے بے عقل جسم والو! اے بے روح بدن والو، اپنے امراء کو آزمائش میں ڈالنے والو، تمہارا ساتھی (یعنی خود علیؓ) اللہ کی اطاعت کرتا ہے مگر تم اس کی نافرمانی کرتے ہو . . . . میری خواہش ہے کہ میں معاویہ سے دینار کے بدلہ میں درہم کا سودا کر لوں وہ مجھے اپنا ایک ساتھی دے دے اور مجھ سے دس لے لے۔

اے کوفہ والو! تم سن تو سکتے ہو مگر سنتے نہیں۔ بول تو سکتے ہو مگر بولتے نہیں، دیکھ تو سکتے ہو مگر دیکھتے نہیں، میدان جنگ میں پشت دکھانے والے ہو آزمائش کے وقت دھوکہ دینے والے ہو، تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں تمہاری مثال ان اونٹوں کی سی ہے جن کا چرانے والا کوئی نہ ہو (یعنی شتر بے مہار ہو)[1]

نیز فرماتے ہیں:

خدا کی قسم! اگر مجھے شہادت کی آرزو نہ ہوتی تو میں گھوڑے پر سوار ہو کر تم سے

---

[1] نہج البلاغہ ص ۱۴۱۔

دور چلا جاتا جس طرح کہ جنوب و شمال ایک دوسرے سے دور ہیں تم لوگ طعنہ زنی کرنے والے، عیب جو مکار دعیار ہو تمہاری کثرت تعداد میرے لیے قطعاً مفید نہیں۔ اس لیے کہ تمہارے دل پراگندہ ومنتشر ہیں"[1]

نیز: "اے میرے حکم کی اطاعت نہ کرنے والے اور دعوت کو قبول نہ کرنے والے گروہ۔ اگر تمہیں جنگ سے مہلت دی جاتی ہے تو تم لہو ولعب میں مصروف ہو جاتے ہو، اگر تمہیں ساتھ لے کر دشمن سے جنگ کی جاتی ہے تو تم بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہو، تمہیں کسی صبر آزما مرحلے سے گزرنا پڑے تو تم الٹے پاؤں پھر جاتے ہو جہاد تم پہ فرض ہو چکا ہے تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو موت کا یا ذلت ورسوائی کا؟ اگر میری موت کا دن آجائے اور بے شک وہ ضرور آئے گا تو میں تمہاری شکل دیکھنا بھی گوارہ نہیں کروں گا۔ کیا کوئی ایسا دین نہیں جو تمہیں اکٹھا کر دے؟ تمہاری غیرت کو بیدار کر دے! کیا یہ مقام نصیحت نہیں کہ معاویہ اپنے ستمگر ساتھیوں کو بلاتے ہیں تو وہ بغیر کسی انعام و اکرام کے لالچ کے لبیک کہتے ہوئے چلے آتے ہیں اور تمہاری یہ حالت ہے کہ میں تمہیں پکارتا ہوں تو تم متواتر پیچھے ہٹتے چلے جاتے ہو اور میری مخالفت کرتے ہو، میرے کسی حکم پر تم کبھی خوش نہیں ہوئے، میرے توجہ دلانے پر تمہیں کبھی اکٹھا ہونے کا احساس نہیں ہوا، اب مجھے سب سے زیادہ اشتیاق یہ ہے کہ مجھے موت آجائے، میں نے تمہیں کتاب اللہ کا درس دیا اس کے دلائل بیان کیے، تمہیں اس چیز کی پہچان کروائی جس کے تم منکر تھے اور وہ چیز (یعنی علوم دینیہ) تمہیں پلائی جسے تم ناگوار سمجھتے تھے"[1]

---

[1] نہج البلاغہ ص ۲۵۸۔

دیگر ائمہ کی طرف سے شیعہ کی مذمّت

نہج البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بے شمار ایسے خطبات کا ذکر ہے جن میں آپ رضؓ نے اپنے شیعہ کی مذمت کی ہے اور حقیقت ہے کہ شیعہ قوم کوئی ایسا کارنامہ پیش نہیں کرسکتی جو اس بات کا ثبوت ہو کہ انھوں نے اسلام کو تو درکنار اپنے اماموں کو ہی فائدہ پہنچایا ہو۔ ہر دور میں ان کے امام اپنے شیعہ سے شاکی رہے، چنانچہ شیعہ کے ساتویں امام ۔ موسیٰ کاظم کہتے ہیں :

"اگر میں اپنے شیعہ کو آزماؤں تو ثابت ہوجائے کہ زبانی جمع خرچ کے سوا ان کے پاس کچھ نہیں، اور اگر میں ان کا امتحان لوں تو ثابت ہوجائے کہ وہ سب مرتد ہیں"۔[1]

یہ نہایت دلچسپ نص ہے جس سے شیعہ قوم کی ساری حقیقت طشت ازبام ہوجاتی ہے۔

ملا باقر مجلسی حضرت موسیٰ کاظم سے روایت کرتا ہے، انہوں نے کہا :

"میرے احکامات کی اطاعت کرنے والا عبداللہ بن یعفور کے سوا کوئی نہیں"۔[2]

یہی روایت حضرت جعفر صادق سے بھی مروی ہے۔ کشی لکھتا ہے :

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: میری بات پہ عمل کرنے والا صرف ایک

---

[1] کتاب الروضۃ من الکافی از کلینی ج ۸ ص ۱۰۷ مطبوعہ ہند۔

[2] مجالس المؤمنین۔ المجلس الخامس ص ۱۴۴ مطبوعہ ایران

ہے اور وہ عبداللہ بن یعفور ہے"۔[1]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ شیعہ قوم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"حضرت معاویہ ان لوگوں سے بہت بہتر ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہمارے شیعہ ہیں۔ شیعہ کہلانے والے ان لوگوں نے مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا، مجھ سے میرا مال چھین لیا۔ اللہ کی قسم! حضرت معاویہ سے صلح کر کے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جان بچانا اس بات سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے اور میرے اہل وعیال کو قتل کر دیں۔ اگر میں حضرت معاویہ کے خلاف صف آراء ہو جاتا تو یہ (شیعہ) غدار بن کر مجھے اپنے ہاتھوں سے حضرت معاویہ کے سپرد کر دیتے۔ چنانچہ میں نے سمجھا کہ باعزت طور پر معاویہ سے صلح کر لینا قید کی حالت میں مرنے سے بہتر ہے"۔[2]

اسی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے :

"میں نے کوفہ والوں کو آزمایا ہے وہ سب کے سب بے وفا، بدعہد اور منافق لوگ ہیں۔ زبان سے کہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ ہیں جب کہ ان کی تلواریں ہمارے خلاف سونتی ہوئی ہیں"۔[3]

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جب کوفے کے شیعوں نے دھوکہ دیا اور کوفے میں بلا کر انہیں دشمنوں کے سپرد کر دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا :

"تبا لکم ایتها الجماعة ..... الخ

یعنی "اے کوفے کی جماعت! ہلاکت اور تباہی و بربادی تمہارا مقدر بنے تم نے ہمیں بڑی عقیدت کے ساتھ بیعت کے لیے بلایا، ہم چلے آئے۔ یہاں آ کے ہم نے

---

[1] رجال کشی صفحہ ۲۱۵ مطبوعہ عراق۔

[2] کتاب الاحتجاج از طبرسی صفحہ ۱۴۸۔

[3] ایضاً ۱۴۹۔

دیکھا کہ تم نے ہمارے خلاف تلواریں سونت رکھی ہیں اور تم ہمارے دشمنوں کے ساتھ مل چکے ہو۔ حالانکہ نہ ہمارے دشمنوں نے تم سے کوئی نیکی کی کہ تم ان کا ساتھ دو اور نہ ہم نے تمہارے ساتھ کوئی برائی کی کہ تم ہمارے خلاف ہو جاؤ ہماری تلواریں نیاموں میں تھیں تم نے انہیں بے نیام کروایا، فضا پر امن تھی تم نے اسے جنگ و جدال کا ماحول پیدا کر کے آلودہ کیا، ہمارا قطعًا جنگ کرنے کا ارادہ نہیں تھا تم نے ہمیں اس پہ مجبور کیا، تم نے جلد بازی کی اور خود کو ہمارے پیروؤں نے ظاہر کر کے ہماری بیعت کی پھر تم نے حماقت اور بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس بیعت کو توڑ دیا اور ہمارے خلاف محاذ آراء ہو گئے، اللہ کرے تم ہلاک و برباد ہو جاؤ[1]"

اس طرح کے بہت سے ایسے اقوال شیعہ کتابوں میں مل جاتے ہیں جن میں ان کے "معصوم اماموں" نے اپنے پیروکاروں کی مذمت کی ہے اور انہیں خیانت، بددیانتی اور بزدلی جیسی صفات سے مطعون کیا ہے۔ شیعہ قوم نے ان طعنوں سے فرار حاصل کرنے کے لیے یہ عقیدہ وضع کیا کہ یہ تمام اقوال مبنی بر تقیہ تھے۔ اماموں کی رائے شیعوں کے خلاف نہیں تھی مگر تقیہ کی بنا پر انہیں مجبورًا ایسا کہنا پڑا جس طرح کہ ان سے ابوبکر و عمر اور دیگر صحابہ کی مدح سرائی میں اقوال منقول ہیں ان کا سبب بھی تقیہ ہی ہے۔

شیعہ کے دلائل اور تردید

شیعہ قوم اپنے عقیدے تقیہ یعنی کذب و نفاق کے جواز و استحباب کے لیے جن

---

[1] کتاب الاحتجاج از طبرسی صفحہ ۱۴۵

دلائل کا سہارا لیتی ہے وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ آیت "فنظر نظرۃ فی النجوم فقال انی سقیم"۔
"ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کی طرف دیکھا اور کہا: میری طبیعت ٹھیک نہیں"۔

۲۔ آیت "وجاء اخوۃ یوسف فدخلوا علیہ فعرفھم وھم لہ منکرون"
"یوسف (علیہ السلام) کے بھائی ان کے پاس آئے، یوسف نے انھیں پہچان لیا جب کہ ان کے بھائی انھیں نہ پہچان سکے"۔

۳۔ آیت "الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان"
مگر جسے مجبور کر دیا جائے اور اس کا دل ایمان پہ مطمئن ہو" (وہ اپنی جان بچانے کی خاطر کفر کا کلمہ کہ سکتا ہے)

۴۔ حضرت ابوبکر کا دوران ہجرت کسی کافر کے پوچھنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہنا "ھادٍ یھدینی الی السبیل" یہ میرے ہادی ہیں جو مجھے راستہ بتلاتے ہیں۔

شیعوں نے ان آیات اور قول ابوبکرؓ سے یہ دلیل اخذ کی ہے کہ تقیہ کرنا جائز ہے، اور یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت ابوبکر نے تقیہ پر عمل کیا تھا حالانکہ ان نصوص میں شیعوں کے تقیہ کا شائبہ تک بھی نہیں۔

جہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کا تعلق ہے تو اس سے توریہ کا ثبوت ملتا ہے تقیہ کا نہیں "انی سقیم" سے مراد ہے "سقیم من عملکم" یعنی تمہارے شرکیہ اعمال کی وجہ سے میری طبیعت ناساز ہو گئی ہے۔

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائیوں کو پہچان لینا اور انہیں اس سے آگاہ نہ کرنا یہ نہ تقیہ ہے نہ توریہ۔

جہاں تک قرآن مجید کی آیت " الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان" کا تعلق ہے تو اس کا قطعاً یہ مفہوم نہیں کہ لوگوں کو کفر کی تعلیم دی جائے اور حلال کو حرام قرار دیا جائے۔ اس کا مفہوم صرف یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی جان بچانے کی خاطر کفر کا کلمہ کہہ دے اور اس کا اعتقاد و ایمان اس (کفر کے کلمے پر) نہ ہو تو یہ جائز ہے۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو یہ کہا تھا کہ " ھادیہدینی الی السبیل" تو اس میں بھی توریہ ہے نہ کہ تقیہ۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کے ہادی ورہنما اور سیدھی راہ دکھانے والے نہیں تھے؟

شیعوں کے عقیدۂ تقیہ یعنی بغیر کسی مقصد کے جھوٹ بولنے اور اپنے عقیدے کے خلاف اظہار کرنے کے خلاف تو بہت سی آیات واحادیث وارد ہوتی ہیں جن میں حق کے اظہار، سچ بولنے اور جھوٹ سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس[1]"

" اے رسول! جو کچھ آپ کی طرف رب تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے آپ اسے لوگوں تک پہنچائیں، اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو گویا آپ نے لوگوں تک اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا (آپ بلا خوف وجھجک حق کا اظہار کریں) آپ کو لوگوں کی تکلیفوں سے بچانا اللہ کی ذمہ داری ہے"

" الذین یبلغون رسالات اللہ ویخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ[2]"

---

[1] سورۃ المائدۃ آیت ۶۷۔

[2] سورۃ الاحزاب آیت ۳۹۔

"وہ جو اللہ کے پیغامات لوگوں تک پہنچاتے ہیں اور صرف اُسی سے ڈرتے ہیں، وہ اللہ کے علاوہ کسی سے بھی نہیں ڈرتے"

"فاصدع بما تؤمرو اعرض عن المشرکین"[1]

"اے نبیؐ! آپ کھل کر اللہ کے احکامات کی تبلیغ کریں اور مشرکوں کی پرواہ نہ کریں"

"وکاین من نبیّ قاتل معه ربّیّون کثیر فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ وما استکانوا واللہ یحب الصّابرین"[2]

"بہت سے انبیاء ایسے گزرے ہیں جن کے ساتھ مل کر اللہ والوں نے دشمنوں سے جہاد کیا اور اللہ کے راستے میں جو انھیں تکلیفیں پہنچیں وہ ان کی وجہ سے کمزور نہیں پڑے۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"

"یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین"[3]

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھی بنو"

"یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیداً"[4]

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صاف ستھری بات کہو"

---

۱ سورۃ الحجر آیت ۹۴۔

۲ سورۃ آل عمران آیت ۱۴۶۔

۳ سورۃ توبہ آیت ۱۱۹

۴ سورۃ الاحزاب آیت ۷۰

حدیثِ نبوی ہے "علیکم بالصدق"[1]

"سچ بولو"

نیز: کبرت خیانۃ ان تحدث اخاک حدیثا فھولک بہ مصدق وانت بہ کاذب"[2]

"یہ بہت بڑی بددیانتی ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات کہو، وہ تمہیں سچا سمجھ رہا ہو مگر تم اس کے ساتھ جھوٹ بول رہے ہو"

حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

"ایمان یہ ہے کہ تم سچ کو جھوٹ پر ترجیح دو خواہ بظاہر تمہیں سچ میں اپنا نقصان اور جھوٹ میں اپنا فائدہ ہی کیوں نہ نظر آرہا ہو"[3]

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

"تقیہ خوف کی وجہ سے کیا جاتا ہے اور خوف کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ جان ضائع ہونے کا خوف۔

۲۔ جسمانی ایذاء کا خوف۔

جہاں تک جان ضائع ہونے کا خوف ہے تو شیعہ کے بقول ان کے امام اپنے اختیار سے مرتے ہیں (یہ بحث پیچھے گزر چکی ہے) اس لیے خوف کی یہ قسم اماموں کے تقیے کا باعث نہیں بن سکتی،

نیز: شیعہ کے بقول اماموں کو غیب کا علم حاصل ہوتا ہے اس عقیدے کے

---

[1] متفق علیہ۔

[2] ابو داؤد۔

[3] نہج البلاغہ۔

مطابق ان کے امام اپنی موت کے وقت کا علم رکھتے ہیں۔ چنانچہ یہ کہنا کہ اماموں کے تقیے کا سبب خوف علی النفس تھا عقلی و منطقی اعتبار سے بھی درست نہیں۔

جہاں تک خوف کی دوسری قسم ہے اسے بھی اماموں کے تقیے کا سبب قرار دینا ان کی توہین ہے اس لیے کہ اگر یہ کہا جائے کہ اماموں نے جسمانی ایذاء و مشقت کے مقابلے میں کذب و منافقت کو اختیار کر لیا تھا تو یہ ان کی فضیلت نہیں بلکہ نقص نشان ہے۔ اللہ کے راستے میں صعوبتوں کو برداشت کرنا اور ایذاء و تکالیف پہ صبر و تحمل سے کام لینا علماء و ائمہ کا فریضہ ہے۔ بہت سی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ علماء نے اظہار حق کی خاطر بڑی بڑی جابر حکومتوں سے ٹکر لی اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔ تو جنہیں ساری دنیا کے ہادی و راہنما اور ان کی اطاعت کو فرض قرار دیا جائے ان کے متعلق یہ کہنا کہ وہ استقامت کا مظاہرہ کر سکے اور ایذاء و تکلیف کے خوف سے جھوٹ بولتے عوام کو دھوکہ دیتے اور حلال کو حرام قرار دیتے رہے حبِّ اہلِ بیت نہیں بغضِ اہلِ بیت ہے۔

پھر یہ کہ اگر تقیہ کرنا فرض و واجب ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت میں چھ ماہ کا توقف کیوں کرتے؟[1]

امام خازن "الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی جان کے خوف سے اضطراری حالت میں کلمۂ کفر کہنے پہ مجبور ہو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ تصریحاً کفر کا کلمہ اپنی زبان

---

[1] مختصر تحفہ اثنی عشریہ از شاہ عبد العزیز دہلوی اختصار محمود شکری آلوسی تحقیق سید محب الدین خطیب۔

سے ادا نہ کرے بلکہ تعریض و توریہ سے کام لے۔ البتہ اگر وہ اس سے بھی اجتناب کرے اور تکلیف پر صبر کرے تو یہ زیادہ افضل ہے، حضرت بلالؓ، حضرت یاسرؓ اور حضرت سمیہؓ نے صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا اور زبان سے نہ تصریحاً اظہار کفر کیا اور نہ تعریضاً[1]،،

شیعہ اماموں کو ـــ بقول شیعہ ـــ خوف علی النفس تو درکنار جسمانی ایذاء کا بھی خوف نہیں تھا کیونکہ وہ اس قدر قوتوں اور طاقتوں کے مالک تھے کہ انھیں ان کا کوئی دشمن گزند نہیں پہنچا سکتا تھا۔ طبرسی ذکر کرتا ہے ایک دفعہ "عمر بن خطاب نے حضرت سلمان فارسی پر تشدد کرنا چاہا تو امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے غصہ میں آکر عمر کو گریبان سے پکڑا اور زمین پہ گرا لیا[2]"

شیعہ عالم راوندی کہتا ہے:

"ایک مرتبہ علی علیہ السلام نے عمر سے کہا: مجھے پتہ چلا ہے کہ تم میرے شیعہ کا نازیبا الفاظ سے ذکر کرتے ہو؟ میں آج تمہیں اس امر پر متنبہ کرنا چاہتا ہوں۔ اتنا کہہ کر علیؑ نے اپنی کمان زمین پر پھینکی جس نے بہت بڑے اژدہے کی شکل اختیار کر لی۔ عمر گھبرا گئے اور آہ وزاری کرنے لگے کہ اے ابو الحسن! آئندہ میں کوئی ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ علی علیہ السلام نے اژدہے کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔

اس نے دوبارہ کمان کی شکل اختیار کر لی اور عمر خوف زدہ ہو کر اپنے گھر چلے گئے[3]،،

اسی طرح حضرت علیؓ کی طرف منسوب ہے کہ آپؓ نے فرمایا:

"اگر تمام اہل زمین میرے مخالف ہو جائیں اور میرے مدمقابل آجائیں تب بھی میں خوف زدہ ہونے والا نہیں ہوں[4]،،

---

[1] تفسیر خازن ۳/۱۳۶۔ [2] الاحتجاج از طبرسی صفحہ ۵۴ مطبوعہ ایران۔

[3] کتاب الخرائج والجرائح از راوندی صفحہ ۲۰ مطبوعہ بمبئی ۱۳۰۱ھ۔

[4] نہج البلاغہ خطبہ علی رضی اللہ عنہ۔

یہ اختیارات و قدرات صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی مخصوص نہیں بلکہ سارے امام شیعہ کے مطابق انہی اختیارات اور اس طرح کی شجاعت کے مالک تھے۔

شیعہ کے آٹھویں امام ابوالحسن علی رضا کہتے ہیں:

"امام کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ بہادر اور شجاع ہو . . . وہ مستجاب الدعوات ہو کر اگر وہ کسی پتھر کی طرف اشارہ کر کے دعا مانگے تو اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں۔ اسی طرح امام کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلحہ اور آپ کی تلوار ذوالفقار کا ہونا بھی ضروری ہے"[1]

کلینی لکھتا ہے:

"امام موسیٰ علیہ السلام کے عصا اور سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کا بھی مالک ہوتا ہے اسی طرح امام کے پاس اسم اعظم کا بھی علم ہوتا ہے جس کی موجودگی میں تیر و تلوار کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا"[2]

ایسے حالات میں امام کو تقیہ کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ وہ لوگوں کے خوف سے اپنے باطن کے خلاف عقیدے کا اظہار کرے اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے غلط بات کہے؟

شیعوں کے نزدیک اس وقت تک تقیہ کرنا اور جھوٹ بولنا جائز بلکہ واجب و فرض ہے جب تک بارھواں امام غار سے ظاہر نہیں ہو جاتا،

اردبیلی لکھتا ہے:

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں جس شخص نے قائم علیہ السلام کے خروج سے

---

[1] کتاب الخصال از ابن بابویہ قمی صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ ایران۔

[2] اصول کافی از کلینی مطبوعہ ایران۔

قبل تقیہ ترک کیا وہ ہم میں سے نہیں[1]،،

کلینی لکھتا ہے :

"قائم کے ظہور سے قبل خروج کرنے والا اس پرندے کی مانند ہے جو پَر نکلنے سے پہلے ہی اڑنے کی کوشش کرے اور بچے اسے پکڑلیں یا پریشان کریں[2]،،

ابن بابویہ قمی لکھتا ہے :

"التقیہ واجبة لا یجوز رفعھا الی ان یخرج القائم۔ فمن ترکھا قبل خروجہ فقد خرج عن دین اللہ ودین الامامیة[3]،،

"تقیہ کرنا (مخالفین سے جھوٹ بولنا اور منافقت کرنا) اس وقت تک واجب ہے جب تک قائم کا خروج نہیں ہوجاتا۔ قائم علیہ السلام کے خروج سے قبل، اسے ترک کرنے والا اللہ کے دین اور امامیوں کے دین سے خارج ہے"

---

[1] کشف الغمہ از اردبیلی صفحہ ۳۴۱ ـــــ یہاں ہم لطف اللہ صافی سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس کے اس قول کی کیا حقیقت ہے شیعہ اس دور میں تقیہ کے جواز کے قائل تھے جب اموی وعباسی خلفاء ان پر ظلم وتشدد کیا کرتے تھے آج کا دور اس دور سے مختلف ہے چنانچہ اب شیعہ تقیہ کے قائل نہیں ہیں (مع الخطیب فی خطوطہ العریضہ)

تمہارے امام تو کہ رہے ہیں کہ جس نے قائم کے خروج سے قبل تقیہ پہ عمل ترک کردیا وہ ہم میں سے نہیں اور تم کہہ رہے تھے: یہ اس زمانے کی بات ہے جب اموی وعباسی خلافت کا دور تھا اب کیا کہا جائے، تم سچے ہو یا تمہارے امام؟ یا دوسرے الفاظ میں: تم جھوٹے ہو یا تم؟ ہم نے تمہاری احادیث کے حوالے سے بات کی ہے جن سے تم نے عملاً تجاہل سے کام لیا تھا تاکہ تمہارا راز منکشف نہ ہوسکے [2] کتاب الروضہ از کلینی [3] الاعتقادات از ابن بابویہ قمی۔ فصل التقیہ۔

یہ ہے امامی شیعوں کا دین جو جھوٹ، مکروفریب اور کذب ونفاق کی تعلیم دیتا ہے۔

ومن یضلل اللہ فمالہ من ھادٍ۔[۳]

وصدق اللہ العظیم

---

[۳] الزمر/ ۳۶۔

کیا شیعہ ختمِ نبوّت کے منکر ہیں ؟

عطاء الرحمٰن ثاقب

شیعہ اور عقیدۂ ختمِ نبوّت

عقیدۂ ختم نبوت پہ ایمان کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں کہلا سکتا، اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جا چکا ہے اور ان کی سرگرمیوں پر بھی ایک حد تک پابندی عائد کر دی گئی ہے۔

قادیانی ختم نبوت کے منکر ہیں ان کے نزدیک سلسلہ نبوت منقطع نہیں ہوا بلکہ وہ جاری وساری ہے اگرچہ وہ ظلی وبروزی کی تقسیم کرتے ہیں تاہم اس تقسیم کا کتاب وسنت میں کوئی وجود نہیں۔

قادیانیوں سے بھی پہلے جس مکتبۂ فکر نے " امامت " کے نام پہ ختم نبوت کا انکار کیا وہ شیعہ مکتبۂ فکر ہے۔ ان کے نزدیک " امامت " کا وہی مفہوم ہے جو مسلمانوں کے نزدیک " نبوت " کا ہے۔ میں نے اس انتہائی نازک اور حساس موضوع پر قلم کو جنبش نہیں دی تا وقتیکہ میں نے علامہ ظہیر شہید کی تصنیفات کے علاوہ خود شیعہ مراجع ومصادر کا بغور مطالعہ نہیں کر لیا۔ مختلف شیعی کتب کے مطالعہ کے بعد جب میرے پاس دلائل و براہین کی اتنی بڑی تعداد جمع ہو گئی جن پہ ایک ایسی عمارت ایستادہ کی جا سکے کہ جس میں بیٹھے ہوئے حریف کو دلائل کے سامنے سرِ تسلیم خم کیے بغیر کوئی چارۂ کار اور راہِ فرار نہ ہو تب میں نے اللہ کے فضل سے اس موضوع پہ اپنی قلم کو حرکت دینے کی جسارت،

کی مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ العزیز یہ مقالہ قارئین کی بھرپور التفاتِ توجہ حاصل کریگا۔

ثاقب

اُس فکر کہ جس پہ شیعہ مذہب کی عمارت اور اُس فکر کے درمیان کہ جس پہ شریعتِ اسلامیہ کی عمارت ایستادہ ہے ایک واضح فرق یہ ہے کہ اسلام کے برعکس شیعہ مذہب میں ختمِ نبوت کا کوئی تصور نہیں۔

شائد قارئین کرام اتنی عبارت پڑھ کر میرے اوپر انتہا پسندی اور تطرف کا حکم لگادیں مگر جب وہ اُن کثیر التعداد دلائل کا مطالعہ کریں گے جو اس مقالہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ تو یقیناً انھیں اپنی رائے تبدیل کرنے کے سوا کوئی مفر نہیں ہوگا انہیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ میں نے اس سلسلہ میں اللہ تعالےٰ کے اس فرمان پہ عمل کیا ہے" ولا یجرمنکم شنآن قومٍ علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ"

ترجمہ: تمہیں کسی قوم کی مخالفت عدل و انصاف سے روگردانی پر مجبور نہ کرے اختلاف کے باوجود عدل و انصاف کرنا تمہاری ذمہ داری ہے اور تقویٰ کا بھی یہی تقاضا ہے۔

ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ اہلِ سنت کے ساتھ ساتھ خود شیعہ مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے اکثر حضرات کو بھی شیعہ مذہب کے عقائد اور اس کی تاریخ کا علم نہیں ہے۔ وہ اپنی سادہ لوحی کی بناپر یہ سمجھتے ہیں کہ شائد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ذکر پہ آنسو بہا لینے، ماتم کر لینے اور تعزیہ نکال لینے کا نام ہی شیعہ مذہب ہے ہمیں یقین ہے کہ اگر خود شیعہ حضرات کو بھی شیعی عقائد کا علم ہو جائے تو یقیناً وہ اس مذہب سے توبہ کرنے میں ہی اپنی عاقبت کی بہتری خیال کریں۔

امام العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ کا شیعہ قوم پر یہ احسان عظیم ہے کہ آپؒ نے اپنی تصنیفات اور محاضرات کے ذریعے شیعہ مذہب کی اصلیت اور تاریخی حیثیت واضح کی تاکہ شیعہ قوم کا وہ طبقہ جو صرف اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے شیعہ عقائد کو اختیار کیے ہوئے ہے حقیقت سے آگاہ ہو کر اُس مذہب سے توبہ کر کے اپنی عاقبت سنوارنے کی طرف توجہ دے سکے کہ جس مذہب کا اس دین سے کوئی تعلق نہیں جو اللہ تعالےٰ نے جبریل امین کے واسطے سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہ نازل فرمایا تھا۔

عقیدہ ختم نبوت سے انکار بھی اُن عقائد میں سے ہے جن کا اہلِ سنّت کے ساتھ ساتھ خود شیعہ اکثریت کو بھی علم نہیں۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ جس سے آگاہی کے بعد شیعہ قوم کے صاحبِ بصیرت طبقے سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ وہ اس مذہب سے اپنا تعلق ختم کر لے۔

شیعہ قوم اپنے بارہ اماموں کو اُن صفات سے متصف کرتی ہے جو کہ نبوت کا خاصہ ہیں۔

۱۔ اُن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہونا۔

۲۔ اُن کا معصوم عن الخطا ہونا۔

۳۔ اُن کی اطاعت کا فرض ہونا۔

۴۔ ان پر وحی اور فرشتوں کا نزول ہونا۔

یہ چاروں صفات اگر کسی بھی انسان میں مان لی جائیں تو اس میں اور انبیائے کرام میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا جب کوئی شخص کسی کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ:

۱۔ وہ اللہ کی طرف سے لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث ہے۔

۲۔ وہ معصوم عن الخطا ہے۔

۳۔ اس کی اطاعت فرض ہے۔

۴۔ اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔

تو گویا کہ وہ اسے اللہ کا نبی خیال کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے مبعوث کیا ہے۔

شیعہ مذہب میں بارہ اماموں کو یہ چاروں حیثیتیں حاصل ہیں چنانچہ اس مذہب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہ تھے۔ اور نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ بلکہ "امامت" کے لبادے میں نبوت جاری وساری رہی اور بارہ امام، بارہ امام نہیں بلکہ بارہ نبی تھے۔

اب ہم ان چاروں صفات یعنی بعثت، عصمت، وجوب اطاعت اور نزول وحی کو خود شیعہ کتب کی روشنی میں ثابت کرتے ہیں کہ شیعہ مذہب کے مطابق بارہ امام ان چاروں صفات سے متصف ہیں۔

بعثت

مشہور شیعہ عالم جسے شیعہ قوم نے "خاتمۃ المحدثین" کا لقب دے رکھا ہے یعنی "ملا باقر مجلسی" اپنی مشہور کتاب "حق الیقین" میں لکھتا ہے:

"بارہ امام اللہ کی طرف سے منصوص یعنی مبعوث ہیں۔"[1]

شیعہ قوم کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بارہ اماموں کو بذریعہ نص یا کہہ لیجئے آرڈیننس کے ذریعے نامزد کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نص نازل ہوئی تھی جس میں اماموں کو نامزد کیا گیا تھا۔ اس نص کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے امام تھے اور محمد بن الحسن العسکری آخری امام، چنانچہ شیعوں کے "شیخ صدوق" ابن بابویہ قمی، محمد بن یعقوب کلینی اور مشہور شیعہ عالم طوسی نے اپنی کتب میں روایت بیان کی ہے کہ:

---

[1] حق الیقین ۴۷

"اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ پر وفات سے قبل ایک کتاب نازل فرمائی اور کہا:

یا محمد! ھذہ وصیتك الی النجبة من اھلك کہ اے محمدؐ! یہ تیرے خاندان کے معززین کے لیے وصیت ہے۔

آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: میرے خاندان کے معززین کون لوگ ہیں؟

جبرئیل نے کہا: علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد میں سے فلاں فلاں۔

اس کتاب پر سنہری رنگ کی مہریں لگی ہوئی تھیں، آپ نے وہ کتاب امیر المؤمنین علیہ السلام کے سپرد کردی چنانچہ علی علیہ السلام نے ایک مہر کو کھولا اور اس وصیت کے مطابق دورِ امامت میں عمل کیا۔ پھر حضرت حسن علیہ السلام نے دوسری مہر کو کھولا اور وصیت کے مطابق عمل کیا حتیٰ کہ وہ کتاب آخری امام تک پہنچ گئی"[1]

شیعوں کا "امام بخاری" محمد بن یعقوب کلینی حضرت جعفر کی طرف منسوب کرتے ہوئے اصولِ کافی میں لکھتا ہے:

"ان الامامة عهد من الله عزوجل معهود لرجال مسمين، ليس للامام ان يزويها عن الذی يكون من بعده"

"امامت اللہ عزوجل کی طرف سے ایک منصب ہے جس پر چند برگزیدہ اور متعین ہستیاں فائز ہیں! کوئی امام اپنے اختیار سے اپنے بعد والے امام کو اس منصب سے محروم کر کے کسی اور کو اس پہ فائز نہیں کرسکتا"[2]

---

[1] عیون اخبار الرضا از ابن بابویہ قمی ج ۱ ص ۳۰ ھ اصول کافی ۱/۲۸۰، کمال الدین وتمام النعمۃ از قمی ۲/۶۶۹، امالی الصدوق ۳۲۸، امالی الطوسی ۲/۵۲، کتاب الغیبہ از طوسی ۹۰۔

[2] اصول کافی از کلینی باب أن الامامۃ عھد من اللہ۔

یعنی بارہ اماموں میں سے ہر ایک کا تقرر و تعین اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، امامت ایک منصب الٰہی ہے وہی جسے چاہتا ہے امام مقرر کرتا ہے۔

شیعہ اکابرین کا کہنا ہے

"یجب علی اللہ نصب الامام کنصب النبی"[1]

"اللہ تعالیٰ کا فرض ہے کہ وہ امام کو بھی اسی طرح مقرر کرے جس طرح کہ وہ نبی کو مقرر کرتا ہے۔"

یعنی امامت کا منصب بھی نبوت کی طرح اللہ کی طرف سے عطا کردہ ہے۔

اس عقیدے کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ شیعوں کے نزدیک اللہ کی طرف سے مقرر کردہ پہلے امام تھے اور ان کی امامت پہ ایمان لانا اسی طرح فرض تھا جس طرح کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی نبوت و رسالت پہ ایمان لانا اس کی وضاحت کرتے ہوئے مشہور شیعہ عالم مفید لکھتا ہے:

"امامیوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ نے اپنے بعد امیر المؤمنین علی علیہ السلام کو خلیفہ نامزد کیا تھا چنانچہ ان کی خلافت و امامت کا منکر، دین کے ایک اہم فرض اور بنیادی رکن کا منکر تصور ہوگا۔"[2]

شیعہ عقیدے کے مطابق امت مسلمہ کے وہ تمام مکاتب فکر جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ کا خلیفہ مانتے ہیں وہ نہ صرف دین اسلام کے ایک بنیادی رکن بلکہ سرے سے نبوت ہی کے منکر ٹھہرتے ہیں، کیونکہ "علی علیہ السلام کی امامت کا انکار تمام انبیائے کرام کی نبوت کا انکار کرنے کے مترادف ہے"[3]

---

[1] ملاحظہ ہو منہاج الکرامہ از حلی صفحہ ۷۲، اعیان الشیعہ ۱/ ۶، الشیعۃ فی التاریخ از محمد حسین الزین صفحہ ۴۴، اصول المعارف از محمد موسوی صفحہ ۸۲۔

[2] اوائل المقالات از مفید صفحہ ۴۸

[3] ملاحظہ ہو اعتقادات الصدوق نقل از مقدمۃ الہدایہ صفحہ ۱۹

محمد بن یعقوب کلینی حضرت باقر کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"اللہ نے علی علیہ السلام کو اپنی مخلوق کے لیے نشانِ ہدایت بنا کر مبعوث کیا ہے۔ جس نے ان کی معرفت حاصل کرلی وہ مومن قرار پائے گا، جو ان سے بے خبر رہے گا وہ گمراہ کہلائے گا، اور جس نے ان کے ساتھ کسی اور کو بھی (خلافت وامامت میں) شریک کیا اسے مشرک کہا جائے گا۔"[1]

شیعہ محدث ابنِ بابویہ قمی کہتا ہے:

"لیس لاحد ان یختار الخلیفة الا اللہ عزوجل"[2]

"خلیفہ کو منتخب کرنے کا اختیار اللہ عزوجل کے علاوہ کسی کو نہیں"

مقصود یہ ہے کہ وہ تمام خلفاء جنہیں مسلمان عوام نے منتخب کیا تھا خواہ وہ خلفائے راشدین ہی کیوں نہ ہوں غیر شرعی خلفاء تھے، خلافت وامامت صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھی کیونکہ اللہ تعالی طرف سے ایک صریح نص کے ذریعے ان کے سر پر تاجِ امامت رکھا گیا تھا۔

طبرسی لکھتا ہے:

"بارہ اماموں میں سے ہر امام اللہ کی طرف سے منصوص یعنی مقرر کردہ تھا"[3]

شیعہ فرقے کے اس عقیدے کو بڑے واضح اور دو ٹوک الفاظ میں بیان کرتے ہوئے "اصل الشیعة واصولها" کا مصنف لکھتا ہے:

"الامامة منصب الٰھی کالنبوة"[4]

---

[1] اصول کافی ۱ / ۴۳۷

[2] کمال الدین از ابنِ بابویہ قمی صفحہ ۹۔

[3] اعلام الوری صفحہ ۲۰۶، عقیدة الشیعة فی الامامة از شر لیعی صفحہ ۸۳۔

[4] اصل الشیعة واصولها از کاشف الغطاء صفحہ ۱۰۳

یعنی امامت بھی نبوت کی طرح وہبی اور خدائی منصب ہے"۔

ان تمام نصوص وعبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ علماء اپنے اماموں کو انبیاء و رسل کی مانند اللہ کی طرف سے مبعوث سمجھتے ہیں جب کہ امت مسلمہ کے نزدیک بعثت فقط انبیائے کرام اور رسل اللہ کی خاصیت ہے تو گویا غیر انبیاء کی نسبت مبعوث ہونے کا عقیدہ رکھنا انکار ختم نبوت کی طرف پہلا قدم تھا جو ابن سبا نے اٹھایا اور باقی سبائیوں نے اس کی پیروی کی جو آگے چل کر شیعہ مذہب کی بنیاد بنا۔

عصمت

امتِ مسلمہ کے نزدیک عصمت صرف انبیاء و رسل کا خاصہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے خاتم الانبیاء ہونے کا یہ معنی ہی ہے کیا آپ بھی خاتم المعصومین ہیں، انبیاء کے علاوہ کوئی دوسری شخصیت معصوم عن الخطا نہیں مگر شیعہ علماء کہتے ہیں کہ ائمہ بھی اس صفت میں انبیائے کرام کے ہم پلہ و شریک ہیں جس طرح اللہ تعالےٰ نے انبیائے کرام کی حفاظت وصیانت اور انھیں غلطیوں سے پاک کرنے کا ذمہ لیا ہے۔ بعینہٖ بارہ امام بھی ہر قسم کی غلطی اور لغزش سے پاک ہیں۔

چنانچہ شیعہ محدث طوسی لکھتا ہے:

"العصمة عند الامامیه شرط اساسی لجمیع الانبیاء والائمة علیهم السلام سواء فی الذنوب الکبیرة والصغیرة قبل النبوة و الامامة وبعدهما علی سبیل العمد والنسیان، وهکذا العصمة عن کل الرذائل والقبائح"[1]

"امامیوں کے نزدیک انبیاء اور اماموں کا معصوم ہونا نبوت وامامت کی بنیادی

---

[1] تلخیص الشافی از طوسی ۱/ ۶۲

شرط ہے۔ انبیاء و ائمہ کبیرہ و صغیرہ ہر قسم کے گناہوں سے معصوم ہیں، ان سے نبوت و امامت سے پہلے غلطی کے صدور کا امکان ہے نہ نبوت و امامت کے بعد، وہ عمداً گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں نہ نسیاناً، اسی طرح وہ ہر قسم کی غیر اخلاقی اور انسانی مروت کے خلاف حرکات سے بھی معصوم ہوتے ہیں۔

نیز امام چونکہ واجب الاطاعت ہوتا ہے اس لیے اس کا معصوم ہونا ضروری ہے" [1]

ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:

"اجماع الامامیۃ منعقد علی ان الامام مثل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ معصوم من اول عمرہ الی آخر عمرہ من جمیع الذنوب الصغائر والکبائر" [2]

ترجمہ: امامیوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کی طرح صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے از پیدائش تا وفات معصوم عن الخطا ہوتا ہے"

ابن بابویہ نے اپنی کتاب کمال الدین وتمام النعمہ میں "وجوب عصمۃ الامام" کا ایک عنوان قائم کیا ہے جس کے تحت اس نے مختلف روایات کا سہارا لے کر بے بنیاد قسم کے دلائل ذکر کیے ہیں۔ ایک جگہ لکھتا ہے:

"اگر ہم کسی امام کی امامت کو تو مان لیں مگر اس کے معصوم ہونے پر ایمان نہ لائیں تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ ہم نے اس کی امامت کو ہی نہیں مانا" [3]

---

[1] تلخیص الشافی صفحہ ۱۹۱۔

[2] حق الیقین از مجلسی صفحہ ۴۰، عقیدۃ الشیعہ فی الامامۃ صفحہ ۲۲۴۔

[3] کمال الدین از ابن بابویہ ۱ / ۸۵۔

یعنی عصمت کے بغیر امامت کا تصور ادھورا اور نامکمل ہے۔ جس طرح یہ کہنا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی تو ہیں مگر معصوم نہیں انکار نبوت کو مستلزم ہے اسی طرح بارہ اماموں میں سے کسی کی عصمت پر ایمان نہ لانا اس کی امامت کے انکار کو مستلزم ہے۔

طبرسی اپنی کتاب اعلام الوریٰ میں لکھتا ہے:

"الامام لابد ان یکون معصوماً"[1]

"امام کے لیے معصوم ہونا ضروری ہے"۔

نیز "انبیاءؑ اور اماموں کے بارے میں ہمارا اعتقاد ہے کہ وہ ہر قسم کی برائی سے محفوظ ہیں، نہ کسی صغیرہ گناہ کا صدور ان سے ممکن ہے نہ کبیرہ گناہ کا، ان کی عصمت کا انکار کرنے والا ان کی عظمت کا منکر اور ان کی فضیلت سے ناآشنا ہے"[2]

رسول اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہوئے ایک شیعہ عالم لکھتا ہے:

"انا و علی والحسن والحسین والتسعة من ولد الحسین مطھرون معصومون"[3]

"یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں، علی، حسن، حسین اور حسین کی اولاد میں سے نو امام معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں"۔

نیز "امام کے لیے معصوم ہونا اس لیے ضروری ہے کہ امام کی بعثت کا مقصد مظلوموں کی دادرسی اور زمین میں عدل و انصاف کا قیام ہوتا ہے اور اگر امام سے

---

[1] اعلام الوریٰ از طبرسی صفحہ ۲۰۶۔

[2] بحار الانوار از مجلسی ۱۱/۲/۷۔ [3] عیون اخبار الرضا از ابن بابویہ قمی ۱/۶۴، عقیدۃ الشیعۃ فی الامامۃ از محمد باقر شریعتی صفحہ ۲۲۸۔

بھی غلطی صادر ہونے کا امکان ہو تو اس کی اصلاح کے لیے کسی دوسرے امام کی ضرورت پڑے گی اور یوں تسلسل لازم آئے گا جو کہ محال ہے [1]

ابن بابویہ قمی اپنی کتاب معانی الاخبار میں لکھتا ہے :

"ابن ابی عمر سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں : میں نے ہشام بن حکم سے پوچھا : کیا امام معصوم ہوتا ہے ؟

انھوں نے کہا : ہاں ۔

راوی کہتا ہے : میں نے پوچھا : اوصافِ عصمت کیا ہیں ؟

کہا : تمام گناہوں کو ہم چار قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں :

حرص، حسد، غضب اور شہوت ۔

امام حریص اس لیے نہیں ہوتا کہ ساری دنیا اس کے قبضے میں ہوتی ہے ۔ وہ خود دنیا کا مالک ہوتا ہے ۔

حاسد اس لیے نہیں ہوتا کہ اس کا رتبہ سب سے بلند ہوتا ہے اور انسان حسد اس سے کرتا ہے جو اس سے بالا ہو ۔

اُسے غصّہ اس لیے نہیں آتا کہ اس کی ساری جد و جہد کا محور اللہ کی رضا کا حصول ہوتا ہے ۔

دنیوی خواہشات و لذات کا متبع اس لیے نہیں ہوتا کہ اسے آخرت اسی طرح محبوب ہوتی ہے جس طرح ہمیں دُنیا ۔

گناہ کی یہ چار قسمیں ہیں اور ان چاروں سے امام محفوظ ہوتا ہے" [2]

---

[1] عقیدۃ الشیعۃ فی الامامۃ از شریعتی صفحہ ۲۲۸ ۔

[2] معانی الاخبار از قمی صفحہ ۱۳۱/ ۱۳۲، امالی الصدوق صفحہ ۵۰۵ ۔

شیعہ کا چوتھی صدی کا عالم "الحرانی" اپنی کتاب "تحف العقول عن آل الرسول" میں لکھتا ہے:

"الامام مطھر من الذنوب، مبرّء من العیوب"[1]

"امام گناہوں سے پاک اور عیوب سے صاف ہوتا ہے"

شیعہ کہتے ہیں:

"وجوب عصمة النبیّ صلی اللہ علیہ وآلہ مع عدم وجوب عصمة الامام علیہ السلام مما لا یجتمعان... کما وجب عصمة النبیّ صلی اللہ علیہ وآلہ وجب عصمة الامام"[2]

"نبی اور امام دونوں معصوم ہیں، ایک کی عصمت اور دوسرے کی عدم عصمت کا اجتماع ناممکن ہے... نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے تو امام کا معصوم ہونا بھی ضروری ٹھہرے گا"

یعنی یہ کہنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم عن الخطا ہیں اور بارہ اماموں میں سے کسی امام کے متعلق یہ کہنا کہ وہ غیر معصوم ہے شیعہ دین کے مطابق درست نہیں۔

عصمت ائمہ کے بارے میں آخری نص نقل کر کے ہم اس موضوع کو سمیٹتے ہیں۔

مشہور شیعہ عالم محسن امین اپنی کتاب "اعیان الشیعة" میں کہتا ہے:

یجب فی الامام ان یکون معصوماً کما یجب فی النبیّ"[3]

یعنی "امام کے متعلق معصوم ہونے کا عقیدہ رکھنا بھی اسی طرح واجب ہے جس

---

[1] تحف الرسول صفحہ ۳۲۸۔

[2] عقیدة الشیعة فی الامامة صفحہ ۲۳۶۔

[3] اعیان الشیعة از محسن امین ۱/۱۰۱۔

طرح نبی کے متعلق معصوم ہونے کا عقیدہ رکھنا واجب ہے"

ان تمام نصوص واقتباسات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شیعہ دین میں جس طرح امام انبیائے کرام کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ اور اس کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے اسی طرح وہ معصوم عن الخطا بھی ہوتا ہے۔

انکار ختم نبوت کی طرف شیعہ علماء کی طرف سے اٹھایا جانے والا یہ دوسرا قدم تھا۔

وجوب اطاعت

تیسرے نمبر پر شیعہ فقہاء محدثین نے انکار ختم نبوت کے لیے جو عقیدہ وضع کیا وہ یہ تھا کہ اماموں کی اطاعت لوگوں پر فرض ہے یعنی جس طرح انبیائے کرام کے ارشادات وفرامین سے روگردانی کرنا کفر ہے اسی طرح اگر کوئی شخص بارہ اماموں میں سے کسی امام کی نافرمانی کرتا ہے یا اس کی اطاعت واتباع کو فرض نہیں سمجھتا تو وہ بھی کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ اس لیے کہ وہ بھی انبیائے کرام کے ہم پلہ اور حاملین اوصاف نبوت ہیں۔ ابن بابویہ قمی اور ابن شیعہ حرانی متوفی ۳۸۱ھ شیعہ کے آٹھویں امام علی بن موسیٰ رضا سے روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"امامت انبیاء کا رتبہ ہے امام اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے۔ امام اسلام کی بنیاد بھی ہے اور اس کی شاخ بھی۔

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر فرائض وواجبات دین امام کے بغیر قبول نہیں ہوتے۔

امام کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ اشیاء کو حلال یا حرام قرار دے۔

امام اللہ کا خلیفہ اور اس کی طرف سے اس کے بندوں پر حجت ہوتا ہے۔

پوری کائنات میں امام سب سے زیادہ افضل ہوتا ہے کوئی اس کا ہم مرتبہ

نہیں ہوتا۔

یہ فضائل (نبوت کی طرح) وہبی اور غیر کسبی ہیں ۔ امام نبوت کا خزانہ ہوتا ہے اس کے حسب ونسب پر تنقید نہیں کی جا سکتی ۔

آخر میں بقول شیعہ امام علی رضا کہتے ہیں :

"مستحق للرئاسة مفترض الطاعة"

یعنی "اقتدار کا حق صرف امام کو ہوتا ہے اس کی اطاعت لوگوں پر فرض ہوتی ہے" [۱]

امام کے واجب الاطاعت ہونے کے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے شیعہ محدث طوسی لکھتا ہے :

"حضرت ہارون علیہ السلام کی اطاعت بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ان کی امت پر فرض تھی اس لیے کہ وہ شریک نبوت تھے ، اور ظاہر ہے کہ اگر ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے بعد زندہ رہتے تب بھی ان کی اطاعت امت پر فرض رہتی اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے حضرت علی علیہ السلام کو وہ تمام مراتب عطا کیے تھے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے دیے گئے تھے چنانچہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے بعد آپ کی امت پر علی علیہ السلام کی اطاعت (رسول اللہ کی طرح) فرض رہی" [۲]

قارئین اسی ایک نص سے ہی اندازہ کر سکتے ہیں کہ شیعہ دین میں امامت اور امام کا مفہوم کیا ہے اور یہ کہ حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ نہیں بلکہ وہ

---

[۱] امالی الصدوق صفحہ ۵۴۰، کمال الدین ۲/۶۷۷، تحف العقول للحرانی صفحہ ۳۲۶۔

[۲] تلخیص الشافی از طوسی ۲/۲۱۰۔

آپ کی نبوت میں شریک اور آپ کے ہم رتبہ و ہم پلّہ تھے۔

مزید وضاحت کرتے ہوئے طوسی لکھتا ہے:

"علیّ من الرسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہٖ کنفسہ، طاعتہ کطاعتہ ومعصیتہ کمعصیتہ"[1]

"علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہٖ کے ہم مثل ہیں، ان کی اطاعت رسول اللہ کی اطاعت ہے اور ان کی معصیت رسول اللہ کی معصیت ہے"

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ برابر تھا، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث، معصوم اور واجب الاطاعت تھے اسی طرح علی رضی اللہ عنہ بھی مبعوث، معصوم اور واجب الاطاعت تھے، رسالت اور امامت میں لفظی فرق تو ضرور ہے مگر حقیقت میں دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ عیاذاً باللہ۔

چھٹی صدی ہجری کا مشہور شیعہ محدث ابوجعفر طبری اپنی کتاب "بشارۃ المصطفٰے لشیعۃ المرتضٰے" میں بیان کرتا ہے:

"ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہٖ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت علی کا یہ کہنا درست ہے کہ اللہ نے انھیں اپنی مخلوق کے لیے امیر مقرر کیا ہے؟

اس شخص کا یہ سوال سن کر آپ غصہ میں آ گئے اور فرمایا:

علی مومنوں کے امیر ہیں، اللہ نے ان کی امارت کا فیصلہ فرشتوں کو گواہ بنا کر اپنے عرش پہ کیا ہے۔ علی اللہ کے خلیفہ اور مسلمانوں کے امام ہیں۔

علی کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔

---

[1] تلخیص الشافی از طوسی صفحہ ۸۱

ان کی معصیت اللہ کی معصیت ہے۔
ان کی پہچان میری پہچان ہے۔
ان کی امامت کا منکر میری نبوت کا منکر ہے۔
اور ان کی امارت کا منکر میری رسالت کا منکر ہے۔
یں علی، فاطمہ، حسن، حسین اور باقی نو امام اللہ کے بندوں پر حجت ہیں۔
ہمارا دشمن اللہ کا دشمن ہے اور ہمارا دوست اللہ کا دوست ہے" [1]

اس روایت سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ بارہ اماموں کی اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح امت پر فرض ہے۔

شیعہ، علی رضا ــ آٹھویں امام ــ سے نقل کرتے ہیں:

"آپ نے فرمایا: الناس عبید لنا فی الطاعة" [2]
یعنی "لوگ اطاعت کے اعتبار سے ہمارے غلام ہیں"

مجلسی لکھتا ہے:

"طاعة الائمة واجبة علی الناس فی اقوالهم وافعالهم" [3]
"لوگوں پر اماموں کے اقوال وافعال کی اطاعت فرض ہے"

بحار الانوار میں لکھتا ہے:

ان طاعة الائمة کطاعة الرسول ومعصیتهم کمعصیة الرسول" [4]
اماموں کی اطاعت رسول کی اطاعت ہے اور ان کی نافرمانی رسول کی

---

[1] بشارة المصطفیٰ از طبرسی متوفی ۵۳۳ھ مطبوعہ نجف، عراق۔
[2] ایضاً صفحہ ۷۰
[3] حق الیقین از مجلسی۔ باب اثبات الامامة صفحہ ۴۱۔
[4] بحار الانوار از ملا باقر مجلسی ۲۵/۳۶۱، عقیدة الشیعة فی الامامة صفحہ ۲۰۹۔

نافرمانی ہے۔

ابو خالد کابلی سے روایت کرتا ہے کہ انھوں نے کہا:

"میں حضرت علی زین العابدین ــــ شیعہ کے چوتھے امام ــــ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے پوچھا: اے صاحبزادۂ رسول! ہمارے اوپر اللہ کی طرف سے کن کی اطاعت فرض ہے؟

آپ نے فرمایا: "علی علیہ السلام کی پھر حسن اور حسین علیہما السلام کی۔ اور اب یہ سلسلہ ہم تک پہنچ چکا ہے" [1]

کلینی لکھتا ہے: امام جعفر فرماتے ہیں:

"نحن قوم معصومون، امر اللہ تبارك وتعالى بطاعتنا، ونهى عن معصيتنا، نحن الحجة البالغة على من دون السماء وفوق الأرض" [2]

"ہم سب بارہ امام معصوم عن الخطا ہیں، اللہ نے ہماری اطاعت کا حکم دیا ہے اور ہماری نافرمانی سے منع فرمایا ہے ہم آسمان سے نیچے اور زمین کے اوپر رہنے والوں کے لیے اللہ کی طرف سے حجت ہیں"

بارہ اماموں میں سے کسی اور امام کی طرف منسوب کرتے ہوئے یہی کلینی لکھتا ہے۔ انھوں نے کہا:

"طاعتي مفترضة مثل طاعة علي وكذلك الأئمة من بعدي" [3]

---

[1] بحار الانوار از مجلسی۔ باب نص علی بن الحسین علیہ السلام ۳۸۶/۳۶۔

[2] اصول کافی ۲۶۹/۲ ــ [3] اصول کافی ۱۸۷/۱۔

"میری اطاعت علیؓ کی اطاعت کی طرح فرض ہے، اسی طرح میرے بعد آنے والے اماموں کی اطاعت بھی فرض ہے"

اسی بنا پر شیعہ مفسر "البحرانی" کہتا ہے:

"من جحد امامة امام الله فهو کافر مرتد" [1]

"بارہ اماموں میں سے کسی امام کی امامت کا انکار کرنے والا کافر و مرتد ہے"۔

مشہور شیعہ عالم مفید مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"امامیوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جو شخص کسی امام کی امامت پہ ایمان نہ لائے اور اس کی اطاعت کی فرضیت کو تسلیم نہ کرے" فهو کافر ضال مستحق الخلود فی النار" [2]

یعنی "وہ کافر، گمراہ اور جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کا مستحق ہے"۔

اسی سلسلے میں ابن بابویہ قمی جسے شیعوں نے "صدوق" کا لقب دے رکھا ہے اپنی کتاب میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس شیعی عقیدے کو بیان کرتا ہے:

"اعتقادنا فیمن جحد امامة امیر المومنین علی بن ابی طالب علیه السلام والائمة من بعده انه کمن جحد نبوة جمیع الانبیاء" [3]

"جو شخص امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام اور دیگر (گیارہ) اماموں کی امامت پہ ایمان نہ لائے ہمارا اس کے متعلق عقیدہ ہے کہ وہ اس شخص کی مانند ہے جو

---

[1] تفسیر البرہان، مقدمہ صفحہ ۲۱۔

[2] کتاب المسائل از مفید نقل از مقدمة البرہان للبحرانی صفحہ ۲۰۔

[3] اعتقادات الصدوق صفحہ ۱۱۳، عقیدة الشیعة فی الامامة صفحہ ۱۴۱۔

تمام انبیائے کرام کی نبوت کا منکر ہو"

بحرانی لکھتا ہے:

ان الائمۃ مثل النبی فی فرض الطاعۃ والافضلیۃ"[1]

"بارہ امام وجوب اطاعت اور افضلیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پلہ و ہم مرتبہ ہیں"

یعنی جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع امت پر فرض ہے اسی طرح بارہ اماموں کی اطاعت واتباع بھی فرض ہے۔ جس طرح رسول اللہ کی اطاعت کا منکر کافر و مرتد ہے اسی طرح اماموں کی اطاعت کا منکر بھی کافر و مرتد ہے۔

ابنِ بابویہ قمی کہتا ہے: امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

نحن معدن النبوۃ ونحن موضع الرسالۃ..."

"ہم نبوت کا خزانہ ہیں اور جائے رسالت ہیں، ہمارے پاس فرشتوں کی آمد و رفت رہتی ہے"[2]

طوسی کی کتاب تلخیص الشافی کا محشی سید حسین بحر العلوم لکھتا ہے:

"ان منطلق الامامۃ ھو منطلق النبوۃ بالذات، والھدف الذی من اجلہ وجبت النبوۃ ھو نفسہ الھدف الذی من اجلہ تجب الامامۃ[3]

"امامت کا وہی فلسفہ ہے جو نبوت کا ہے، اسی طرح جن مقاصد کی تکمیل کے لیے نبوت کا اجراء کیا گیا وہی مقاصد امامت کے بھی ہیں"۔

---

[1] تفسیر البرہان مقدمہ صفحہ ۱۹۔ [2] کمال الدین از ابن بابویہ قمی ۱/ ۲۰۶۔

[3] تلخیص الشافی از طوسی۔ حاشیہ ۴/ ۱۳۱، ومثلہ فی "عقیدۃ الشیعۃ فی الامامۃ" صفحہ ۲۰۳۔

مزید لکھتا ہے: "الامامۃ اذن قرین النبوۃ"[1]

"یعنی بنابریں یہ کہا جا سکتا ہے کہ امامت نبوت کے ہم پلہ ہے"

اور ظاہر ہے جب امامت نبوت کے ہم پلہ و ہم رتبہ ہے تو امام بھی نبی و رسول کے ہم پلہ و ہم رتبہ ہوگا۔

بلکہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ بارہ امام انبیائے کرام سے افضل و اعلیٰ ہیں، چنانچہ شیعہ راہنما خمینی لکھتا ہے:

"ان من ضروریات مذھبنا انہ لاینال احد المقامات الروحیۃ للائمۃ حتی ملک مقرب ولا نبی مرسل، وھذا من الاسس والاصول التی قام علیھا مذھبنا"[2]

یعنی "یہ ہمارے مذہب کا بنیادی عقیدہ ہے کہ جو مراتب و مقامات اماموں کو حاصل ہیں ان تک کوئی مقرب فرشتہ یا کوئی رسول بھی نہیں پہنچ سکتا، اس عقیدے پر ہمارے مذہب کی بنیاد ہے۔"

خمینی نے اپنا یہ عقیدہ اکابرین شیعہ کی کتب سے اخذ کیا ہے۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:

"ان الائمۃ افضل من الانبیاء"[3]

"امام انبیاء سے افضل ہیں۔"

الحر العاملی لکھتا ہے:

---

۱ ایضاً

۲ ولایت فقیہ در خصوص حکومت اسلامی صفحہ ۵۸ مطبوعہ ایران۔

۳ بحار الانوار از مجلسی ۲۶/۲۴۰۔

"الائمة الاثنا عشر افضل من سائر المخلوقات من الأنبياء والاوصياء السابقين"[1]

"بارہ امام سابقہ تمام انبیاء و اوصیاء اور ساری کائنات سے افضل ہیں"

شیعہ محدث ابن بابویہ قمی نے اپنی کتاب "عیون اخبار الرضا" میں عنوان قائم کیا ہے "افضلیۃ الائمۃ علی جمیع الانبیاء"[2]

یعنی "امام تمام انبیاء سے افضل ہیں"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی تمام انبیائے کرام سے اماموں کے افضل ہونے کی تو شیعہ کتب میں تصریح موجود ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہتے ہیں: "الائمۃ بمنزلۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ"[3]

"اماموں کا رتبہ رسول اللہ کے برابر ہے"

حالانکہ یہ محض تکلفاً اور عوامی ردّ عمل سے بچنے کے لیے کہا گیا ہے حقیقت میں یہ لوگ اپنے اماموں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل قرار دیتے ہیں[4]۔

بہرحال یہ بحث توضمناً آ گئی، موضوع چل رہا تھا شیعوں کے عقیدۂ انکارِ ختم نبوت کا۔ ہم نے بیان کیا تھا کہ شیعوں کے نزدیک اماموں کی اطاعت فرض ہے اب ہم اماموں پر نزولِ وحی کے عقیدے کی وضاحت کرتے ہیں۔

۱۔ الفصول المہمۃ فی اصول الائمۃ از حر عاملی صفحہ ۱۵۲۔

۲۔ عیون اخبار الرضا از قمی ۱/۲۶۲۔

۳۔ اصول کافی ۱/۲۷۰۔

۴۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ الشیعۃ واھل البیت از علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۱۹۱۔

نزولِ وحی

انکارِ ختمِ نبوت کی طرف شیعہ مذہب کے بانیوں کی طرف سے جو آخری قدم اٹھایا گیا وہ یہ تھا کہ انھوں نے عقیدہ وضع کیا کہ اماموں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کرام کی طرح باقاعدہ وحی نازل ہوتی تھی، علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمۃ اللہ علیہ شیعوں کے اس عقیدے کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی کتاب بین الشیعہ واھل السنۃ میں لکھتے ہیں :-

"ان الشیعة یعتقدون نزول الوحی علی ائمتھم وعن طریق جبریل وعن طریق ملك اعظم وافضل من جبریل، فان ائمتھم فی الحدیث بوّبوا ابوابا مستقلّة فی ھذا الخصوص" [1]

"شیعہ گروہ کا عقیدہ ہے کہ ان کے اماموں پر وحی نازل ہوتی ہے، اکثر اوقات تو جبریل علیہ السلام اللہ کا پیغام لے کر ان پر نازل ہوتے تھے اور کبھی کبھی شیعوں کے مطابق حضرت جبریل علیہ السلام سے بھی عظیم اور افضل فرشتہ ان پر نازل ہوتا تھا شیعہ اکابرین نے اس سلسلے میں مستقل ابواب قائم کیے ہیں"۔

یہ عقیدہ رکھنے کے بعد نہ صرف یہ کہ شیعوں اور دیگر منکرین ختمِ نبوت کے درمیان کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا بلکہ اس عقیدے میں شیعہ اثنا عشری اپنے ہم عقیدہ تمام

---

[1] بین الشیعہ واھل السنۃ صفحہ ۱۴ مطبوعہ ادارہ ترجمان السنۃ لاہور۔

فرقوں پر بھی بازی لے گئے ہیں شیعوں کی کتب میں ان کے محدثین واکابرین نے بہت سی ایسی نصوص ذکر کی ہیں جن سے واضح طور پر یہ ثبوت ملتا ہے، شیعہ اپنے اماموں پر وحی نازل ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

اس سلسلے میں اہم ترین کتاب بصائر الدرجات ہے جو کہ محمد بن حسن الصفار کی تصنیف ہے۔ محمد بن حسن صفار شیعوں کے سب سے بڑے محدث کلینی کا استاد ہے اور قدیم ترین شیعہ محدث ہے، شیعہ مؤرخین کے مطابق یہ شخص گیارھویں امام حسن عسکری کے مقربین میں سے تھا[1]

اس شیعہ محدث نے اپنی کتاب "بصائر الدرجات الکبریٰ فی فضائل آل محمد" میں بے شمار ایسے عنوانات قائم کیے اور ان کے تحت ایسی روایات ذکر کی ہیں جن سے شیعوں کے اس عقیدے کی توضیح ہوتی ہے، چنانچہ اس کتاب کا ایک عنوان ہے۔

"الباب الخامس عشر فی الائمة علیهم السلام ان روح القدس یتلقاهم اذا احتاجوا الیه"[2]

• یعنی جب ائمہ کو ضرورت محسوس ہوتی ہے تو روح القدس ان سے ملاقات کیلیے حاضر ہو جاتے ہیں۔

روح القدس سے کیا مراد ہے، یہی صفار اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے، امام جعفر صادق فرماتے ہیں:

"خلق واللہ اعظم من جبرائیل ومیکائیل، وقد کان مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ یخبرہ ویسددہ، وھو مع الائمة یخبرھم ویسددھم"[3]

---

[1] رجال طوسی صفحہ ۴۳۶۔

[2] بصائر الدرجات از صفار۔ الباب الخامس عشر الجزء التاسع صفحہ ۴۷۱۔

[3] ایضاً صفحہ ۴۷۵۔

"روح القدس جبرائیل اور میکائیل سے بھی بڑا فرشتہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی زندگی میں یہ فرشتہ آپ کے ساتھ ہوتا تھا، آپ کو غیب کی خبریں دیا کرتا اور آپ کی راہنمائی کرتا تھا، اب وہ اماموں کے ساتھ ہوتا ہے انہیں غیب کی خبریں دیتا اور ان کی راہنمائی کرتا ہے"۔[1]

ایک اور روایت کے مطابق یہ فرشتہ (جس کی قرآن وحدیث میں کوئی وضاحت نہیں ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی یا رسول اللہ پہ نازل نہیں ہوا۔ یہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور بارہ اماموں کے لیے مخصوص تھا۔[1]

اس قسم کی روایات کلینی نے بھی اصول کافی میں ذکر کی ہیں۔ لکھتا ہے:

"امام ابوعبداللہ (جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا:

جب سے اللہ تعالیٰ نے جبرائیل ومیکائیل سے بھی بڑے روح نامی اس فرشتے کو نازل فرمایا ہے یہ آسمانوں پر نہیں گیا، پہلے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ہمراہ ہوتا تھا اب یہ ہمارے ساتھ ہوتا ہے"۔[2]

ایک اور شیعہ محدث الحر العاملی اپنی کتاب "الفصول المهمة فی اصول الائمة" میں لکھتا ہے:

ان الملائكة ينزلون ليلة القدر الى الارض ويخبرون الائمة عليهم السلام بجميع مايكون فى تلك السنة من قضاء وقدر، وانهم يعلمون كل علم الانبياء عليهم السلام"[3]

---

[1] بصائر الدرجات۔ الباب الثامن عشر صفحہ ۴۶۱۔

[2] اصول کافی۔ کتاب الحجۃ ۱/۲۷۳۔

[3] الفصول المهمة فی اصول الائمة باب ۹۴ صفحہ ۱۴۵۔

"لیلۃ القدر میں فرشتے زمین پہ اترتے ہیں، اماموں کے پاس جاتے ہیں اور انہیں سال بھر میں رونما ہونے والے تمام واقعات اور قضاء و قدر یعنی اللہ تعالیٰ نے اس سال کے لیے جتنے بھی فیصلے کیے ہیں ان کی خبر دیتے ہیں اسی طرح بارہ اماموں کے پاس تمام انبیائے کرام کا علم ہوتا ہے"۔

جبرائیل علیہ السلام کے نزول کے متعلق محمد بن حسن صفار "بصار الدرجات" میں لکھتا ہے:

"علی علیہ السلام اللہ تعالےٰ کے ساتھ کئی مرتبہ ہم کلام ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ اور علی علیہ السلام کے درمیان حضرت جبرائیل علیہ السلام واسطہ ہوتے تھے"[1]

"ایک اور جگہ لکھتا ہے: ایک دفعہ جبرائیل و میکائیل علی علیہ السلام پر نازل ہوئے اور ان سے گفتگو کی"[2]

نیز "امام باقر اور امام جعفر علیہما السلام کے پاس ایک دفعہ جبریل اور ملک الموت آئے، جبریل بوڑھے آدمی کی شکل میں تھے اور میکائیل جوان اور خوبصورت آدمی کی شکل میں"[3]

ایک دفعہ حضرت جعفر سے دریافت کیا گیا: "اے حضرت! جب آپ سے کوئی ایسا سوال پوچھا جاتا ہے جس کا آپ کو علم نہیں ہوتا تو آپ کیا کرتے ہیں؟

جواب میں کہا جب کبھی ایسی صورت حال پیدا ہوتی ہے تو روح القدس ہماری راہنمائی کرتے ہیں"[4]

---

[1] بصائر الدرجات۔ الباب السادس عشر صفحہ ۴۳۰

[2] ایضاً صفحہ ۴۳۱۔

[3] بصائر الدرجات۔ الجزء الخامس صفحہ ۲۵۳۔

[4] ایضاً الباب الخامس عشر صفحہ ۴۷۱

بصائر الدرجات میں شیعہ راوی بشر بن ابراہیم سے روایت ہے :

"ایک روز میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص اندر داخل ہوا اور کوئی مسئلہ دریافت کیا۔

امام علیہ السلام فرمانے لگے : ماعندی فیہا شئی مجھے اس کا علم نہیں ہے۔

وہ آدمی یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ دعوٰے واجب الاطاعت ہونے کا کرتے ہیں مگر سوالات کا جواب دے نہیں سکتے ؟

امام جعفر علیہ السلام نے فوراً دیوار کے ساتھ اپنا کان لگا لیا گویا کہ کوئی انسان ان سے ہم کلام ہو تھوڑی دیر بعد فرمایا :

سائل کہاں ہے ؟

اسے واپس بلایا گیا، امام علیہ السلام نے اسے اس کے سوال کا جواب دیا اور وہ واپس چلا گیا۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے : لولا انزاد لنفد ماعندنا

"یعنی اگر ہمارے علم میں اضافہ نہ کیا جائے تو ہمارا علم کب کا ختم ہو چکا ہوتا"

آخر میں اصول کافی کی ایک عبارت نقل کر کے ہم اس بحث کو سمیٹتے ہیں۔

کلینی نے اپنی کتاب میں عنوان قائم کیا ہے :

"باب أن الائمۃ تدخل الملائکۃ بیوتھم وتطأ بسطھم وتاتیھم بالاخبار"

یعنی فرشتے اماموں کے گھروں میں داخل ہوتے ہیں، ان کی مسندوں پر بیٹھتے ہیں اور انھیں غیب کی خبریں دیتے ہیں۔

ان واضح نصوص و عبارات کے بعد کسی شیعہ کے لیے اس امر کی گنجائش نہیں رہتی کہ وہ اماموں پر نزولِ وحی کے عقیدے کا انکار کرے اور کہے کہ شیعہ ختم نبوت کے

لے بصائر الدرجات صفحہ ۱۶۴۔

منکر نہیں یا یہ کہ وہ بارہ اماموں کو بارہ نبی نہیں سمجھتے۔

خلاصۂ مبحث

گذشتہ ساری بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ شیعہ اثنا عشری عقیدۂ امامت کے پردے میں ختم نبوت کے منکر ہیں سا امام ان کے نزدیک:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے۔

۲۔ معصوم عن الخطا ہوتا ہے۔

۳۔ واجب الاطاعت ہوتا ہے۔

۴۔ اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔

شیعہ قوم یا تو ان عقائد سے توبہ کرے اور اپنے ان تمام اکابرین سے برأت کا اظہار کرے جنہوں نے ان عقائد کو وضع کیا اور انہیں مسلمانوں میں رواج دیا اور یا پھر کھل کر کہے کہ ان کے نزدیک ختم نبوت کا کوئی تصور نہیں اور آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ محمد بن عسکری تھے تاکہ مسلمان امت ان کے متعلق دوٹوک فیصلہ کر سکے۔

یہ مقالہ ان شیعہ حضرات کے لیے اتمام حجت کی حیثیت رکھتا ہے جو واقعی حق کے متلاشی ہیں اور اپنی عاقبت کو سنوارنا چاہتے ہیں۔ کیا وہ چاہیں گے کہ وہ ایسے مذہب کو اختیار کیے رکھیں جس کی تعلیمات واضح طور پر اسلام اور کتاب و سنت سے متصادم ہوں۔

اور جس مذہب میں ختم نبوت و رسالت کا تصور موجود نہ ہو ؟

نسئال اللہ الھدایۃ وھو الھادی الی سواء السبیل۔

عطاء الرحمٰن ثاقب

۳۰۔ نومبر ۱۹۸۹ء

مصادر و مراجع

۱	القرآن الکریم	۱۸	مسند احمد
۲	تفسیر ابن جریر الطبری	۱۹	سنن البیہقی
۳	تفسیر جامع البیان القرطبی	۲۰	سنن الدارمی
۴	تفسیر ابن کثیر	۲۱	مستدرک حاکم
۵	تفسیر المدارک۔ النسفی۔	۲۲	مشکوٰۃ المصابیح
۶	تفسیر لباب التاویل الخازن	۲۳	البرہان فی علوم القرآن الزرکشی
۷	تفسیر مفاتیح الغیب الرازی	۲۴	الموافقات الشاطبی
۸	الاتقان السیوطی	۲۵	الشفاء قاضی عیاض
۹	تفسیر الکشاف الزمخشری	۲۶	الفصل فی الملل والنحل ابن حزم ظاہری
۱۰	فتح القدیر الشوکانی	۲۷	الاحکام فی اصول الاحکام ابن حزم ظاہری
۱۱	تفسیر ابن عباس	۲۸	الاحکام الآمدی
۱۲	صحیح البخاری	۲۹	التوضیح فی الاصول
۱۳	صحیح مسلم	۳۰	التلویح علی التوضیح
۱۴	سنن الترمذی	۳۱	المنار فی الاصول
۱۵	سنن ابی داؤد	۳۲	تاریخ الملوک والامم الطبری
۱۶	سنن ابن ماجہ	۳۳	مختصر التحفۃ الاثنی عشریۃ شاہ عبد العزیز الدہلوی باختصار الشیخ الالوسی
۱۷	موطا امام مالک		

۳۴ لسان العرب ابن منظور العزیقی
۳۵ تاریخ ادبیات ایران ڈاکٹر براؤن
۳۶ الخطوط العریضة السید محب الدین الخطیب

کتب الشیعة

۳۷ تفسیر العسکری
۳۸ تفسیر القمی
۳۹ مجمع البیان الطبرسی
۴۰ تفسیر الصافی المحسن الکاشی
۴۱ تفسیر العیاشی
۴۲ تفسیر التبیان الطوسی
۴۳ البرهان فی تفسیر القرآن
۴۴ مقبول قرآن
۴۵ نہج البلاغہ
۴۶ الکافی فی الاصول الکلینی
۴۷ الکافی فی الفروع الکلینی
۴۸ الصافی شرح الکافی فی الفارسیة
۴۹ بصائر الدرجات الصفار
۵۰ تہذیب الاحکام الطوسی
۵۱ کتاب الاحتجاج الطبرسی
۵۲ کتاب الخصال ابن بابویہ القمی
۵۳ جامع الاخبار ابن بابویہ القمی
۵۴ الاعتقادات ابن بابویہ القمی
۵۵ شرح نہج البلاغہ المیثم
۵۶ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید
۵۷ رجال کشی
۵۸ الفہرست النجاشی
۵۹ فہرست الطوسی
۶۰ تنقیح المقال المامقانی
۶۱ مجالس المؤمنین التستری
۶۲ فرق الشیعة النوبختی
۶۳ تاریخ "روضة الصفا" فارسی
۶۴ کتاب الخرائج والجرائح الراوندی
۶۵ کشف الغمة الاردبیلی
۶۶ من لا یحضره الفقیہ
۶۷ الانوار النعمانیة السید الجزائری
۶۸ حدیقة الشیعة الاردبیلی
۶۹ تذکرة الائمة المجلسی
۷۰ حیات القلوب المجلسی
۷۱ مجالس المؤمنین المجلسی
۷۲ بحار الانوار المجلسی
۷۳ بحر الجواہر الموسوی
۷۴ الامالی شیخ مفید۔

۷۵	ضربۃ حیدریۃ	۸۲	استقصاء الافہام دلدار علی الہندی
۷۶	فصل الخطاب النوری الطبرسی	۸۳	ارشاد العوام الکرمانی
۷۷	منبع الحیاۃ السید الجزائری	۸۴	اساس الاصول
۷۸	الانصاف النقی الہندی	۸۵	الاستبصار الطوسی
۷۹	عقائد الشیعۃ البرجردی	۸۶	مناقب آل ابی طالب للمازندرانی
۸۰	موعظۃ تحریف القرآن الحائری الہندی	۸۷	مسالک الافہام العاملی
۸۱	ہدایۃ الطالبین محمد تقی الکاشانی	۸۸	مع الخطیب الصافی